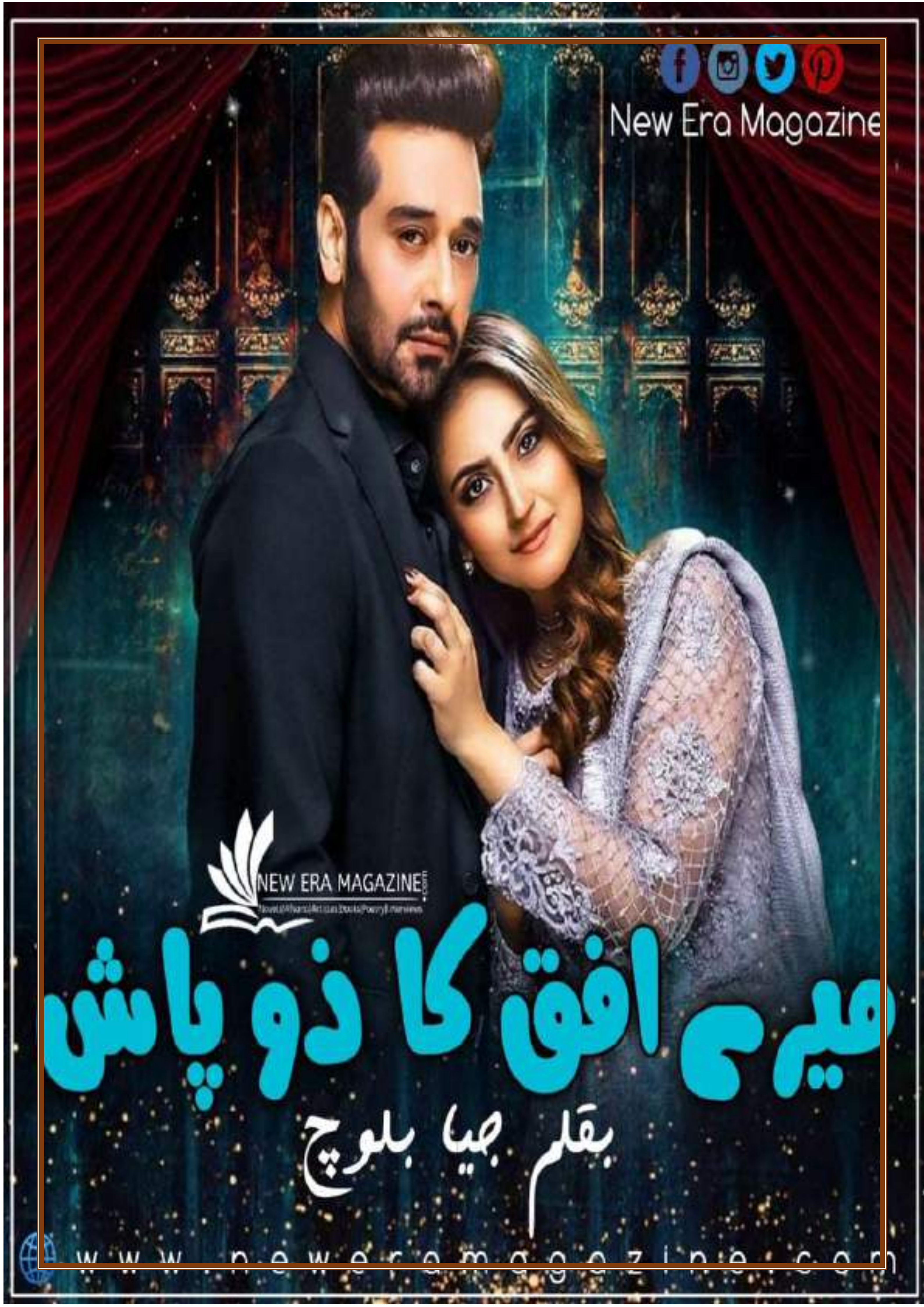
New Era Magazine
NEW ERA MAGAZINE
میرے افق کا ذوپاش
بقلم جیا بلوچ
www.neweramagazine.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(مکمل ناول)

میرے افق کا ذو پاش

از جیا بلوچ

ہماری ویب میں شائع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔ ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشاللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین

☆☆☆☆☆

جانچ لو، دیکھو پچھلی تصویریں

سچ کہو، شاہکار تھی نا میں

خود اسے توڑ کر فسردہ نہیں

آپ کا اعتبار تھی نا میں

رات کی تاریکی ہر طرف چھائی ہوئی ہے۔آسمان کالے بادلوں سے ڈھکا ہوا ہے۔ تیز ہوا کے جھکڑ چل رہے ہیں۔آسمانی بجلی وقفے وقفے سے چمک رہی ہے۔ گرج کے امکان بھی ہیں مگر ابھی تک کوئی گرج کی آواز نہیں سنائی دی۔ماحول بڑا ہی قیامت خیز لگ رہا ہے۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

بہت سے لوگ ایسے موسم کے تیور دیکھ کر معمول سے پہلے ہی اپنے کام نپٹا کر گھروں کو لوٹ جاتے ہیں۔اکا دکا لوگ سڑکوں پر دکھائی دے رہے ہیں۔پرندے بھی اپنے اپنے آشیانوں میں دبکے بیٹھے ہیں وہ کبھی موسم کے تیور دیکھتے ہیں تو کبھی اپنے آشیانوں کو۔ انھیں خوف ہے کہ کہیں انکا آشیانہ جسے تنکا تنکا کر کے انھوں نے بڑی چاہت سے بنایا ہے طوفان کے باعث بکھر ہی نہ جائے۔

مگر کچھ ایسے بھی نفوس ہیں جو اس موسم سے بے نیاز ہیں۔یہ ایک بڑے سے گھر کے لیونگ روم کا منظر ہے جہاں اس وقت تین نفوس واضح طور پر نظر آ رہے ہیں۔تینوں کے چہروں پر مختلف تاثرات نظر آ رہے ہیں۔

اس سے پہلے کہ میں تمھیں طلاق دے کر گھر سے نکال دوں دور چلی جاؤ میری نظروں کے سامنے سے۔کچھ دیر پہلے اس مردانہ وجاہت سے بھرپور مرد نے یہ زہر اس کے کانوں میں انڈیلا تھا۔

اس نے اپنا سر اٹھایا تھا فوراً اور تھوک نگلا :

تم کہہ رہے ہو ایسا۔اس کی آنکھوں میں بے یقینی ہلکورے کھا رہی تھی۔

میں اپنی زندگی میں کوئی داغ برداشت نہیں کرتا۔وہ اس پر آ کر برساتھا۔اس نے کب ایسا رویہ دیکھا تھا وہ اپنی بھیگی پلکیں جھکا گئی اور اپنے کمرے کی طرف مڑی۔جہاں کاٹ میں اس کی معصوم بچی سو رہی تھی۔

میں اپنی بیٹی پر تمہاری سایہ بھی برداشت نہیں کروں گا۔وہ فوراً اس کی طرف لپکا اور بازو سے دبوچا۔

وہ ایک قدم کمرے کے اندر اور دوسرا باہر رکھے ہوئے تھی بازو اس کا بے دردی سے دبو چا ہوا تھا۔ وہ آخری بار اپنی بیٹی کو دیکھ لینا چاہتی تھی مگر وہ ظالم اسے کھینچ کر باہر لے جا رہا تھا۔ اس کا وجود پیچھے گھسیٹتا چلا آ رہا تھا۔ اس نے گیٹ کھولا اور اسے باہر نکال دیا۔ خود گیٹ بند کیا اور چوکیدار کو ضروری ہدایت دے کر اندر کا رخ کیا۔

***

سیاہ گیٹ اس نے بے دردی سے بند کیا تھا۔ یہ تو طے تھا طوفان اس کی زندگی میں آکر گزر گیا تھا اس کا محبتوں بھرا آشیانہ بھی بکھر گیا تھا۔ اس نے اپنا قدم سڑک پر رکھا ہی تھا کہ زوردار گرج ہوئی ساتھ ہی بارش بھی شروع ہو گئی تھی۔ ایسے موسم میں وہ ہمیشہ ڈر جایا کرتی تھی۔ اسے بادلوں کی گرج اور بجلی کی چمک سے ڈر لگتا تھا مگر آج وہ سہمی نہیں تھی نہ ہی ڈر کر پناہ ڈھونڈھی تھی کیونکہ پناہ دینے والے نے اسے دی گئی پناہ چھین لی تھی۔ وہ شکستہ قدموں اور خالی ذہن کے ساتھ سڑک پر چلتی جا رہی تھی۔ اس کے ذہن میں صرف ایک ہی جملہ رقص کر رہا تھا :

"چاند داغ دار ہے"

وہ گھٹنوں کے بل سڑک پر گری تھی ہاتھ چہرے پر رکھے اور سر گود میں رکھ کر وہ

پھوٹ پھوٹ کے رو پڑی تھی۔اندھیرے میں بجلی چمکی تو وہ سڑک کے درمیان گود میں سر رکھے ہلکورے لیتی نظر آئی۔

طوفان آچکا تھا اور اس کا آشیانہ بکھر گیا تھا۔

***

ابراہیم کیا خیال ہے آج بار چلو گے یا نہیں۔ہارون نے میٹنگ ختم ہوتے ہی اس سے پوچھا جب وہ اپنے لگژری فلیٹ جانے کے لیے نکل رہا تھا۔

کچھ موڈ نہیں ہے ابھی.ابراہیم نے کندھے اچکائے۔

یار وہ اوریا کل بھی تمھیں یاد کر رہی تھی۔ہارون نے شرارت سے کہا۔

میں جس کی وجہ سے بار جاتا تھا اسے گھر لے آیا ہوں جانتے ہو تم اور اب آئندہ ایسی جگہوں کا ذکر مجھ سے مت کرنا تم سمجھ رہے ہو ناں۔ابراہیم نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

یار تم نے بھی حد ہی کر دی شادی کر لی اس سے اور وہ بھی خفیہ کچھ دن مزے لیتے اور پھر چھوڑ دیتے تم نے تو زندگی بھر کا جھنجھٹ پال لیا ہے۔ہارون نے لندن کی سڑکوں

پر بھاگتی ٹریفک پر نظر ڈالی۔

وہ دونوں باتیں کرتے کرتے ابراہیم کی سیاہ چمچماتی گاڑی تک پہنچ آئے تھے۔دونوں ساتھ ہی ابراہیم کی گاڑی میں میٹنگ میں آئے تھے اور پھر پارٹنر بھی تھے۔دوستی کا رشتہ بھی دونوں کے درمیان تھا۔

آج یہ الفاظ استعمال کیے ہیں آئندہ نہیں اور وہ میری محبت ہے ابراہیم لاشاری کی محبت تو میں اسے اس گندی سوسائٹی میں کیسے برداشت کر سکتا ہوں پہلے کی بات اور تھی مگر اب میں نے اسے بیوی بنایا ہے میری عزت ہے وہ۔

اس کے لہجے سے شہرین کے لیے محبت نظر آ رہی تھی۔

شہرین ایک بار ڈانسر تھی مگر بلا کی خوبصورت تھی۔ابراہیم لاشاری بزنس کے سلسلے میں لندن آتا جاتا رہتا تھا اور ہارون کے ساتھ بارء کلب جانا بھی معمول تھا مگر دو ماہ پہلے اسے نیلی آنکھوں والی لڑکی ایک کلب میں ملی پہلی ہی میٹنگ میں ابراہیم لاشاری اس پر دل ہار بیٹھا۔وہ اسے استعمال نہیں کرنا چاہتا تھا اسے اپنی عزت بنا کر گھر لے آیا تھا۔

ایک بار ڈانسر اس سے نکاح کے بعد شہرین نام کے ساتھ اس کی زندگی میں شامل ہو گئی تھی۔مگر اس نکاح کی انفارمیشن لاشاری پیلس میں نہیں دی گئی تھی۔ان دونوں کی

شادی کو تین ماہ تو ہو چکے تھے۔دونوں ہی بہت خوش تھے۔

***

یہ لاشاری پیلس ہے جہاں زندگی کی رونقیں دکھائی دے رہی ہیں۔سوموار ہفتے کا پہلا دن ہے جو اتوار کے بعد ڈھیر ساری مصروفیات لاتا ہے(عموماًسب کی سوچ ہے) مگر ایسا ہوتا نہیں بس یہ بھی ہفتے کے باقی ورکنگ ڈیز کی طرح ہے اور اتوار کو آرام کے بعد پھر سے روٹین پر ہمیں منڈے لاتا ہے تو ایسا فیل ہوتا ہے۔

اندرونی بلڈنگ میں داخل ہوں تو راہداری میں داخل ہوتے ہی کچن میں بنتے آملیٹ، پراٹھے،چائے اور دوسری چیزوں کی اشتہا انگیز خوشبو نتھنوں میں گھستے ہی بھوک کا احساس بڑھا دیتی ہے۔

ہاں تو تم سب چیزیں تیار کر چکی ہو ناں۔بڑی بیگم نے کچن میں آتے ہی ٹرالی میں رکھی چیزوں کا جائزہ لیا سب کچھ مکمل تھا۔

جی بڑی بیگم سب تیار ہے۔خانساماں کو سب رضو بوا بلاتے تھے۔

رضو بوا تمہارے ہاتھ میں بہت ذائقہ ہے۔بڑی بیگم نے تعریف کی اور پھر باہر ڈائننگ

ٹیبل پر بیٹھے لوگوں پر نظر ڈالی بچے اور بڑے سب بیٹھے تھے۔انھوں نے واپس کچن میں دیکھا جہاں رضو بوا ان کی اشارے کی منتظر تھی۔انھوں نے اشارہ دیا اور خود باہر نکل گئیں۔رضو بوا ٹرالی لے آئیں اور ٹیبل پر کھانا سجا دیا۔

داؤد لاشاری نے ایک نظر میز کے اطراف بیٹھے تمام لوگوں پر نظر دوڑائی۔ایک مکمل ہیپی فیملی مگر چھوٹی بھابھی کی نظریں انہی ہر جمی تھیں۔

بھائی صاحب ابراہیم کب لوٹیں گے اس دفعہ تو تین ماہ لگا دیے ہیں اور پھر مجھ سے زیادہ بات بھی نہیں کرتے۔چھوٹی بھابھی نے شکوہ بھی لگے ہاتھوں کر دیا تھا۔

ہاں کہ رہا تھا کہ کام کچھ زیادہ ہو گیا ہے اس بار اور پھر کچھ دل بھی لگ گیا ہو گا اس کا۔داؤد لاشاری نے کہا۔

کہاں دل لگ گیا ہو گا۔چھوٹی بھابھی نے خفا ہونا چاہا۔

ارے کام میں اور کہاں۔بڑی بیگم یعنی داؤد لاشاری کی بیوی نے کہا۔

عدیل بہت یاد کرتا ہے اور یہ میری دختر بھی تو نہیں رہ سکتی ان کے بغیر۔آپ کی بات ہو تو آپ کہ دیجیے گا میں تو خفا ہوں ان سے۔آخری الفاظ صرف بڑی بیگم نے سنے

تھے۔

ارے لوٹ آئے گا وہ اب تم کھانا کھاؤ اس سے پہلے کہ ٹھنڈا ہو جائے۔ بڑی ماں یعنی ان دونوں کی ساس نے کہا۔

چھوٹی بھابھی نے کھانا کھاتے ہوئے انھیں دیکھا جو سفید دوپٹے میں ہی رہتی تھیں اور ان کا رعب بھی ایسا تھا کہ داؤد لاشاری بھی زیر اثر رہتے تھے۔

***

لاشاری پیلس اور لاشاری بزنس کی بنیاد کمال لاشاری نے رکھی تھی اور پروان ان کے دونوں سپوتوں نے کی تھی۔ کمال لاشاری نے اپنے بزنس اور بیٹوں کو پھلتے پھولتے نہیں دیکھا تھا اور خدا نے انھیں چلتے پھرتے اپنے پاس بلا لیا۔ ان کے دو بیٹے تھے بڑے داؤد لاشاری تھے طبیعت میں سنجیدگی تھی اور ذمہ دار انسان تھے جبکہ ابراہیم لاشاری چھوٹے تھے بزنس میں بھی اچھے تھے مگر من موجی طبیعت رکھتے تھے۔ داؤد لاشاری کی بیوی شیریں بیگم تھیں جنھیں بڑی بیگم کہا جاتا ہے۔ ان کے دو ہی بچے ہیں :

ثمن اور عالی جاہ۔ جبکہ ابراہیم کی شادی یمنہ بیگم سے ہوئی تھی۔ بڑے جوڑے میں

محبت اور انڈر سٹینڈ گ تھی جبکہ ابراہیم مرضی کی شادی کرنا چاہتے تھے مگر گھر والوں کی خوشی کے لیے انھوں نے یمنی کو اپنی زندگی میں جگہ دے دی تھی۔عادل اور فارحہ ان کے بچے ہیں۔یمنہ کو اپنے شوہر سے بے پناہ محبت ہے۔ابراہیم لاشاری بزنس کے سلسلے میں لندن آتے جاتے رہتے تھے انھیں شہرین سے پہلی ہی نظر میں محبت ہو گئی تھی اور اسے اپنی زندگی میں خفیہ طور پر شامل کر لیا تھا۔

***

ابراہیم لاشاری نے گاڑی کو پارک کیا اور اپنے فلیٹ کی طرف نگاہ اٹھائی۔شہرین کا خیال ہی اسے تازہ دم کر دیتا تھا۔وہ اس سے بے پناہ محبت کرتا تھا اور روز ہی محبت کی نشانی یعنی سرخ پھول لاتا تھا ابھی بھی اس کے ہاتھوں میں سرخ گلاب مہک رہے تھے ۔اس نے مسکراتے ہوئے اپنے فلیٹ کا رخ کیا دوسری منزل پر تھا۔دروازے پر پہنچتے ہی اس نے بڑی دھن سے دروازہ بجانے کا ارادہ کیا تھا مگر اس نے ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ دروازہ کھل گیا اور ٹی پنک ساڑھی میں زلفیں کھولے شہرین نمودار ہوئی۔سفید رنگت پر رنگ بہت کھلتے تھے اوپر سے نرم ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ابراہیم یک ٹک اسے دیکھ رہا تھا۔

کیا ہوا جان من ؟؟اس کی آواز ابراہیم کو اپنے کانوں میں امرت جیسی محسوس ہوئی تھی

۔

""""""""سچ کہتے ہیں خدا نے من پسند عورت میں ہی مرد کے لئے ہر درد کی شفا رکھی

ہے""""""""""""

شہرین ڈارلنگ ایسے گھر سے باہر مت نکلا کرو مگر تمھیں اپنے لیے بے چین دیکھ کر بے

حد خوشی ہوتی ہے۔وہ اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کر اندر لے آیا تھا۔ان کے پیچھے دروازہ بند

ہو چکا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

پھول لائے ہو۔وہ اس کے ہاتھ میں سرخ گلاب دیکھ کر بولی۔

نہیں،اپنے گلاب کے لیے سرخ گلاب لایا ہوں۔ابراہیم نے وہ گلاب کا پھول اس کی

زلفوں میں اڑس دیا اور محبت بھری نظروں سے اپنی بیوی کو دیکھا۔

اچھے لگتے ہو جب میری تعریف کرتے ہو۔اس نے ابراہیم کو پیچھے کرنے کی کوشش

کی جو اس کے رخسار پر جھک رہا تھا مگر وہ ایک ناکام کوشش تھی۔

***

ہارون نے ابھی تک شادی نہیں کی تھی لندن میں اسے ہر روز ایک نئی بیوی مل جاتی تھی پھر وہ کیوں خود کو شادی جیسے بندھن میں باندھتا۔ابھی بھی وہ بار میں بیٹھا تھا اور اس کا ذہن ابراہیم لاشاری اور شہرین کی طرف تھا۔

ایسا بھی کیا ہے اس شہرین میں کہ ابراہیم نے اسے بیوی بنالیا ہے اگر میں پہلے مل لیتا شہرین سے تو کیا مضائقہ تھا۔ مگر خیر چھوڑو اب تو اپنے یار کی بیوی ہے تو ہارون ایسا نہیں سوچتے ہاہاہا۔اس نے قہقہہ لگایا اور سامنے پڑی الکحل کی بوتل کو منہ سے لگایا۔

اس کے پیچھے بہت سے لوگ موجود تھے بہت سے وجود کمروں میں بند رنگ رلیاں منا رہے تھے تو کچھ شراب پی کر اپنا غم غلط کر رہے تھے کچھ لوگ میوزک پر ڈانس میں مگن تھے۔یہ ہیں لندن کے ایک بار کے مناظر جو کم و بیش ہر بار میں نظر آتے ہیں۔

***

داؤد لاشاری اپنے آفس آئے تھے۔ان کے ذہن میں ناشتے کے وقت ہونے والی گفتگو تھی۔وہ ہر حال میں آج ہی ابراہیم سے بات کرنا چاہتے تھے۔ مگر کال کرنے کے ارادے سے موبائل اٹھایا تو ٹائم پر نظر پڑی۔پاکستان میں اس وقت دس بج رہے تھے اور لندن میں اس وقت چھ بج رہے تھے۔انھوں نے ایک پل کو سوچا اور کال ملا ہی دی

تھی۔

***

ابرہیم کی آنکھ جلد ہی کھل گئی تھی۔وہ شہرین کو دیکھ رہا تھا جو اس کے بازو پہ سر رکھے مزے سے سو رہی تھی۔اس کی نظریں شہرین کے خوبصورت چہرے پر رقص کرتی ہوئیں کان میں پڑے چھوٹے سے ٹاپس پہ رک گئیں۔اس کا دل چاہا کہ چھو لے اسے جو اس پر سج رہا تھا مگر سائیڈ ٹیبل پر پڑا فون بجنے لگا تھا۔اس نے ہڑبڑا کر فون کو دیکھا اور پھر شہرین کو جو بیل سے اٹھ گئی تھی۔وہ پچھتایا کہ رات کو موبائل سائلنٹ پر کیوں نہ لگایا تھا:

سوری شہرین میری وجہ سے رات بھی نہیں سوئی اور اب بھی جاگ گئی۔اس نے موبائل سے دھیان ہٹایا تھا۔

کوئی بات نہیں ابراہیم تمہارے بھائی کی کال ہے سن لو۔وہ اس قدر محبت پر نازاں تھی

۔

وعلیکم اسلام! میں ٹھیک ہوں۔آپ کیسے ہیں؟اس نے سلام کا جواب دے کر لگے

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ہاتھوں ان کا حال بھی پوچھ لیا۔

میں ٹھیک ہوں اور تم یہ بتاؤ کہ تین ماہ ہو گئے ہیں ایسی بھی کیا مصروفیات ہیں کہ تم پلٹے نہیں ابھی تک۔داؤد لاشاری نے بغیر کسی تمہید کے اصل بات بیان کی۔

بس بھائی صاحب یہاں دل لگ گیا ہے اور پھر میں سوچ رہا تھا کہ اب یہیں رہوں اور یہاں کام سنبھال لوں وہاں آپ ہیں اور میں یہاں ہارون کے ساتھ کام سنبھال لوں گا ۔اس نے بات گول مول کی وہ اپنی شادی کی خبر ایسے فون پر دینا نہیں چاہتا تھا۔

سنو ابھی کوئی فیصلہ مت کرو پہلی ہی فرصت میں پاکستان کا چکر لگاؤ بچے بھی بہت یاد کر رہے ہیں اور پھر بے شک اپنے بچے اور بیوی ساتھ لندن لے جانا۔انھوں نے صاف صاف بات کہہ دی۔

آواز اتنی تھی کہ اس کہ سینے پہ سر ٹکرائے شہرین سب سن سکتی تھی اس بات پر اس نے سر اٹھا کر ابراہیم کو دیکھا تھا۔

ٹھیک ہے بھائی باقی باتیں وہیں آکر ہوں گی میں ویک اینڈ پہ آؤں گا۔اور پھر مجھے آپ سب کو کچھ بتانا بھی ہے۔ابراہیم نے بات ختم کرنا چاہی۔

ہاں ٹھیک ہے۔خدا حافظ۔فون بند ہو چکا تھا۔اور شہرین اٹھ کر بیٹھ گئ بے شک ابراہیم کی پہلی شادی سے واقف تھی۔

ابراہیم تم نے بتایا کیوں نہیں انھیں ہماری شادی کا۔شہرین نے سوال کیا

جاناں میں گھر جا رہا ہوں ناں پھر ڈسکس کروں گا ٹھیک ہے۔اس نے پر تسلی دی۔

کیا تم یمنہ کو یہاں لاؤ گے ؟اس نے ہولی آواز میں کہا۔

ارے نہیں میری جان یہاں صرف تم اور میں رہیں گے کسی کو ساتھ نہیں لاؤں گا۔

ابراہیم لاشاری نے پریشان ہوتی بیوی کا ماتھا چوما۔

میں بہت خوش ہوں تمھیں پا کر۔وہ اک ادا سے مسکرائی۔

اچھا آج تیار رہنا ہم ڈنر باہر کریں گے ٹھیک ہے۔ابراہیم لاشاری نے بستر سے باہر نکلتے ہوئے کہا۔

ہاں سچ میں۔اس نے ہر روز کی آسائشیں کہاں دیکھی تھیں اس سے شادی سے پہلے۔

ہاں پکا۔وہ واش روم میں گھس گیا۔

جبکہ وہ وہیں بیٹھی اپنی قسمت پر مسکرا رہی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

***

چاروں بچے سکول سے آ گئے تھے۔عادل اور ثمن ہم عمر تھے جبکہ عالی جاہ اور فارحہ ہم عمر تھے۔عالی جاہ اور فارحہ 5 سال کے تھے جبکہ عادل اور ثمن آٹھ سال کے تھے۔

سب فریش ہونے کے بعد گراؤنڈ میں کھیل رہے تھے جب بانو بیگم ان کی آیا فارحہ کے کہنے پر اس کے لیے جوس لائیں تو فارحہ سے ٹکرانے پر عالی کی شرٹ خراب ہو گئی۔

مجھے اور کپڑے پہننے ہیں۔وہ سخت غصے سے فارحہ کو دیکھ کر بولا۔

مگر عالی بابا یہ آپ کی فیورٹ شرٹ ہے اور ابھی خشک ہو جائے گی۔بانو بیگم گھٹنوں کے بل اس کے قریب بیٹھ گئیں۔

مگر اس پہ داغ لگا ہے اور مجھے داغ پسند نہیں۔وہ اپنی باتوں سے اکثر سب کو حیران کرتا تھا۔

لیکن آپ کی فیورٹ شرٹ ہے یہ تو۔ثمن بھی اس کے پاس آ گئی۔

ہاں مگر داغدار ہے یہ۔وہ چلایا اور اندر جانے کی والے راستے پر تیز مگر چھوٹے قدموں

سے چلنے لگا۔

اتنی سی عمر میں اتنا غصہ، کبھی کبھی تو مجھے خوف آتا ہے۔ بانو بیگم بھی اس کے پیچھے دوڑی۔

فارحہ مزے سے جھولے پہ بیٹھی جوس پی رہی تھی۔ ثمن اور عادل دوبارہ کھیل میں مگن ہو گئے۔

***

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ہارون نے آج ابراہیم لاشاری اور شہرین کو ڈنر پر انوائیٹ کیا تھا۔ ابراہیم جلد ہی آفس سے آ گیا تھا اور بلیک ڈنر سوٹ میں ملبوس اپنی تیاری کو آئینے میں دیکھ رہا تھا۔ جب آئینے میں اسے شہرین کا عکس نظر آیا۔ وہ پیچھے مڑا اور ہاتھ بھاری پر باندھنے کے بعد غور سے اسے دیکھنے لگا۔ شہرین نے بلیک انتہائی اسمپل پیروں تک آتی میکسی زیب تن کی تھی اور گلے میں سچے موتیوں کا ہار تھا۔ بالوں کا خوبصورت اسٹائل بنا کر ایک کندھے پر رکھ دی ئے تھے۔

آج تو تمہارے حسن کو خراج پیش نہیں کیا جاناں۔ وہ دم بخود سا چلتا ہوا اس کے قریب

آیا اور آہستگی سے بولا۔

ہاں تو آج گلاب کہاں ہے ابراہیم؟؟؟ وہ اس کے ہاتھوں کی طرف دیکھ رہی تھی۔

آج گلاب نہیں آج کچھ اور ہے۔اس نے مسکرا کر جیب میں ہاتھ ڈال کر ہیرے کا بریسلٹ نکالا اور اس کا دایاں ہاتھ تھاما۔کلائی میں ہیرے کا بریسلٹ سجانے کے بعد اس کی آنکھوں میں جھانکا جو حیرت سے پھٹی ہوئیں تھیں۔

ہیرے کا بریسلٹ ہے یہ۔وہ۔ابھی تک بے یقین تھی۔اور ابراہیم اس کی حالت انجوائے کر رہا تھا۔

***

کھانے کے بعد سبھی لوگ لاؤنج میں جمع تھے۔داؤد لاشاری خبریں دیکھ رہے تھے اور خواتین آپس میں باتیں کر رہی تھیں تب ہی فارحہ نے کہا :

مما پاپا کب آئیں گے؟

داؤد تم نے بات کی بھائی سے کیا کہتا ہے؟؟؟ ان کی والدہ نے پوچھا۔

ہاں بھائی صاحب آپ بھول تو نہیں گ ئے۔چھوٹی بھابھی نے بھی اپنا حصہ ملا لیا گفتگو

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

میں۔

ہاں اس ویک اینڈ پہ آئے گا تبھی تفصیل سے بات کریں گے چاہے تو اپنی فیملی ساتھ لے جائے وہ وہیں رہنے میں دلچسپی دکھا رہا ہے۔انھوں نے ٹی وی سے نظریں ہٹا کر کہا۔

پاپا آنے والے ہیں یاہوووووو! عادل نے خوشی سے نعرہ لگایا۔

یمنہ بیگم کے دل کو بھی سکون ملا تھا۔

***

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ اپنی ریزرو کی گئی ٹیبل پر بیٹھا ان کا انتظار کر رہا تھا۔ تبھی وہ اینٹرنس سے آتے اسے دکھائی دیے۔ابراہیم نے شہرین کی کمر میں ہاتھ ڈال رکھا تھا اور دونوں ہی کسی بات پر مسکرا رہے تھے۔

اتنا حسن تم نے اکیلے ہی لوٹ لیا ابراہیم اچھا نہیں کیا۔ہارون چلتے ہوئے ان کے قریب آیا ویلکم کا اپنا انداز تھا۔

اس کی تو عادت ہے مذاق کی۔ابراہیم نے بات ٹالی۔

بے حد حسین لگ رہی ہیں مسز ابراہیم۔وہ اس کے کان کی طرف جھکا اور اس کی مہک

کو اپنے اندر اتارنا چاہا۔

کھانا کھائیں مجھے تو بھوک لگی ہے۔ابراہیم کو اس کی حرکت ناگوار گزری۔

ہاں کیوں نہیں۔وہ تینوں ٹیبل تک پہنچے۔

ابراہیم نے ایک کرسی کھینچی اس پر بیٹھنے کے لیے شہرین کو اشارہ کیا۔وہ سر خم کر کے بیٹھ گئی۔ہارون ان کے انتظار میں کھڑا تھا مگر ایک ایک حرکت پر نظر رکھے ہوئے تھا۔ ابراہیم کے بیٹھنے کے بعد وہ بھی بیٹھ گیا۔کھانا لگا دیا گیا اور وہ تینوں کھانے لگے۔

ویسے آپ نے ابھی تک شادی کیوں نہیں کی مسٹر ہارون۔وہ ہاتھ پکڑا چمچہ پلیٹ میں گول گول گھما رہی تھی۔کھانا وہ اپنے حصے کا کھا ہی چکی تھی۔

بس آپ جیسی کوئی ملی نہیں ورنہ ہم بھی ایک عدد حور کو پہلو میں لئے پھر رہے ہوتے اور ابراہیم کی طرح اس کے ناز اٹھاتے۔اس نے گہری نظروں سے سامنے بیٹھی شہرین کا جائزہ لیا۔

یہ حرکت ابراہیم کی نگاہوں سے اوجھل ہی تھی۔تھوڑی دیر بعد ابراہیم نے ہی محفل ختم کرنے کا کہا اور ہارون انھیں پارکنگ تک سی آف کرنے آیا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ھم اتنی جلدی کیوں آٹھ آئے تھے؟؟؟؟اس نے گاڑی میں کچھ پل خاموش بیٹھنے کے بعد پوچھا۔

کیونکہ وہاں سب کی نظریں تم پر تھیں تم اتنی حسین جو لگ رہی تھی بس میں نہیں چاہتا کہ تمھیں کوئی بھی دیکھے میرے سوا۔وہ آخر میں اسے دیکھ کے مسکرایا۔

وہ بھی مسکرا دی۔

***

ایسے ہی تو نہیں ابراہیم تمہارے لئے پاگل،بس ہارون تم نے غلطی کر دی پہلی بار۔مگر قسمت ہر بار ایک ہی شخص کا ساتھ نہیں دیتی۔اب جیسے تمہارے ساتھ کھیلی ہے اک عجب کھیل۔اگر مجھے غلطی سدھارنے کا موقع ملا تو ضرور سدھاروں گا۔ان کی گاڑی جا چکی تھی اور وہ ابھی تک وہیں پارکنگ میں اپنی گاڑی کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا تھا۔

***

کمرے میں نائٹ بلب جل رہا تھا۔وائیٹ پینٹ کمرے میں بلیک فرنیچر سجا ہوا تھا۔بیڈ پر ایک وجود نیند میں پڑا تھا۔اس کے چہرے پر خوف کے آثار ایسے دکھائی دے رہے تھے

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

جیسے وہ کوئی خوفناک خواب دیکھ رہی ہو۔ وہ واقعی خواب دیکھ رہی تھی اور یہ خواب اسے تب سے لگاتار آتے تھے جب سے اس نے شعور کی منزل میں قدم رکھے تھے۔

آج اس نے خود کو ایک راہداری میں کھڑا دیکھا تھا اس کے آس پاس سے لوگ گزر رہے تھے مگر وہ ایک ہی جگہ کھڑی ادھر ادھر دیکھ رہی تھی شاید وہ کہیں جانا چاہتی تھی ہاں وہ وہاں سے نکلنا چاہتی تھی وہاں کا ماحول اسے گھٹن زدہ لگ رہا تھا۔ شاید کوئی ہسپتال تھا اس نے واپس جانے کے لیے قدم بڑھائے مگر اسے کوئی آواز سنائی دی تھی جیسے کسی نے بلایا ہوا سے۔ اس نے گردن موڑی اور جو کمرہ اس کے سامنے تھا کا دروازہ کھول کے اندر داخل ہوئی۔ اندر کا منظر دیکھ کر وہ کانپ گئی تھی۔

اس نے ایک خاتون کو مریضوں والے لباس میں ادھ جلے منہ کے ساتھ دیکھا تھا اتنے میں اس ادھ جلے منہ والی نے اس کی طرف منہ موڑا وہ تو ہو بہو اس کا عکس لگتی تھی۔

وہ ہاتھ بڑھا کر اسے بلا رہی تھی۔ اس نے اس قدر بھیانک چہرہ پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا ۔اسے عجیب سا خوف آیا تھا۔ وہ بھاگنا چاہتی تھی۔

امی بیگم بچا لیں مجھے، میں نہیں جاؤں گی اس کے پاس۔ وہ چلاتی ہوئی اٹھ بیٹھی تھی۔

امی بیگم باہر جائے نماز پر ہی بیٹھی تھیں اس کی پکار پر اپنی جگہ چھوڑ کر اس کے کمرے میں آئیں:

کیا ہوا چاند؟؟؟؟ پھر سے خواب دیکھ لیا یہ منحوس خواب بھی تمہاری جان نہیں چھوڑتے۔ وہ اسے اپنے سینے سے لگائے سہلا رہی تھیں۔

وہ کون ہے آخر جس میں مجھے اپنا آپ دکھائی دیتا ہے میں خوفزدہ ہو جاتی ہوں اسے دیکھ کر امی بیگم وہ مجھے کیوں بلاتی ہے میں نہیں جانتی اسے کہیں کہ چھوڑ دے میرا پیچھا۔ وہ ان سے جدا ہو کر پھوٹ پھوٹ کے رو دی۔

چاند میرا بچہ رومت۔ وہ اسے پھر سے اپنی آغوش میں چھپا چکی تھیں۔

***

یمنہ بیگم بے حد خوش تھیں وہ اپنے کمرے میں آئیں اور بیڈ پر لیٹ گئیں۔ ایک نظر اپنے پہلو میں لیٹی بیٹی کو دیکھا اور پھر ساتھ ٹیبل پر پڑے فون کو۔ ان سے رہا نہ گیا تھا۔ ہاتھ بڑھا کر فون اٹھایا اور میسیج ٹائپ کرنے لگیں۔ پیغام لکھنے کے بعد سینڈ بٹن پریس کیا۔ مسکرائیں اور آنکھیں موند لیں۔

***

وہ دونوں ہارون کے ڈنر کے بعد سیدھا گھر آئے تھے۔شہرین شب خوابی کالباس زیب تن کر چکی تھی جبکہ ابراہیم شاور لے رہاتھا۔شہرین اپنے بالوں میں برش پھیرنے کے بعد بیڈ پر آبیٹھی۔وہ اپنے ناخنوں کا جائزہ لے رہی تھی جب ابراہیم کے فون کی میسیج ٹون بجی۔ایک کے بعد دوسری بھی بجی اور لگاتار تین بار اس ٹون نے اسے چونکایا تھا۔ وہ اپنا جاری مشغلہ ترک کر کے اٹھی اور سنگھار میز پر پڑے فون کو اٹھایا۔

سکرین پر مسز لکھا ہوا آرہا تھا:

مسز یعنی یمنہ نے بھیجے ہیں میسیج۔اس نے میسیجز اوپن کیے:

"اتنی محبت کرنے والی بیوی سے دور جا کر بیٹھ گئے ہو کیا اپنی بیوی کی یاد نہیں ستاتی ابراہیم۔"

"اب کی بار تمھیں خود سے دور نہیں جانے دوں گی،لندن بھی ہم ساتھ جائیں گے۔"

"ابراہیم میری محبت تمھیں مجھ سے باندھ کر رکھے گی مجھے یقین ہے اس بات پر۔

ہمارے بچے،ہماری محبت کے دو گواہ ہیں جو تمھیں بہت یاد کرتے ہیں اب لوٹ آؤ جلد

"۔

یہ میسیجز پڑھنے کے بعد اس نے فوراً انھیں ڈیلیٹ کیا اور گیلری اوپن کی جوان دونوں کی تصویروں سے بھری پڑی تھی۔اس نے چار پانچ تصویریں سلیکٹ کیں اور سینڈ بٹن پریس کر دیا۔

شہرین سوئیٹ ہارٹ ایسے کیوں کھڑی ہو؟؟؟وہ نائٹ گاؤن کی ڈوری باندھتے ہوئے باہر آیا۔

کچھ نہیں بس سونے کے لیے جانے لگی تھی۔وہ آگے بڑھی مگر چکرا کے گرنے ہی لگی تھی کہ اس نے آگے بڑھ کر اسے تھاما۔

***

تمھیں پتا ہے میں آج کسے دیکھ کر آرہی ہوں؟؟؟وہ خوشی سے جھومتے ہوئے بولی تھی

۔

کسے دیکھ لیا کہ جھوم رہی ہو؟؟؟علینہ کو دیکھ کر اس نے کہا تھا۔

عالیان داؤد کو دیکھ کر آرہی ہوں،کیا پرسنالٹی ہے کہیں کھڑا ہو جائے لڑکیوں کا

جھرمٹ لگ جاتا ہے۔اس نے اترا کر کہا۔

ایسی بھی کیا خاص بات ہے؟؟؟گند پر مکھیوں کا جھرمٹ تو لگا ہی رہتا ہے۔اس نے کندھے اچکائے۔

ذوپاش!علینہ مکمل صدمے میں تھی اس کی بات سن کر۔

تمھیں کیوں اس کا دکھ ستا رہا۔ذوپاش کے چہرے پر بلا کی معصومیت تھی۔

وہ لڑکیوں کا آئیڈیل ہے کتنی لڑکیاں مرتی ہیں اس پر۔علینہ نے ایک اور بات کہی۔

تو میں کیا کروں مرتی ہیں تو مریں میری بلا سے۔وہ بے رحم ثابت ہو رہی تھی۔

مگر وہ کسی کو لفٹ نہیں کراتا۔علینہ نے خوش ہو کر کیا تھا۔

شکر ہے کوئی اچھی بات بھی پتا چلی۔ذوپاش نے ادھر ادھر نظریں دوڑائیں وہ دونوں یونی کے گراؤنڈ میں بیٹھی تھیں۔

اور وہ تمہاری طرح بہت خوبصورت ہے۔علینہ نے ایک اور جملہ اس کی شان میں کہا۔

پھر۔وہ اس موضوع سے تنگ ہو رہی تھی۔

تمھیں بھی اسے ایک دفعہ دیکھنا چاہیے۔علینہ نے اس کا ردعمل دیکھنا چاہا۔

مجھے کوئی انٹرسٹ نہیں ہے اس معاملے میں۔اب بند کرو یہ ٹاپک اور لیکچر لینے چلیں۔

اس نے کہا اور اٹھ گئی۔

***

ابراہیم نے اسے اپنے بازوؤں میں ہوش سے بیگانہ پایا تو سچ مچ ڈر گیا۔پیشانی پر نمکین پانی کے قطرے محسوس کیے جا سکتے تھے۔اس نے شہرین کو اپنے بازوؤں میں اٹھایا اور بیڈ پر لٹایا۔ڈاکٹر کو اطلاع دی اور فوری طور پر گھر بلایا تھا۔جبکہ خود اسے ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگا۔تھوڑی ہی دیر بعد ڈاکٹر آگیا تھا مگر وہ تھوڑی دیر اس نے اذیت میں گزاری تھی۔ڈاکٹر نے تسلی سے چیک اپ کیا اور پھر اپنا کام مکمل کر لے کے بعد اس کی طرف رخ کیا :

پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔

And I think she is expecting.

آپ کل جا کر کسی لیڈی ڈاکٹر سے اپائنٹمنٹ لے سکتے ہیں تھوڑی دیر بعد یہ ہوش میں آ

جائیں گی۔ڈاکٹر نے پیشہ وارانہ انداز میں کہا تھا۔

میں باپ بننے والا ہوں وہ سوچ کر مسکرایا۔ڈاکٹر کو رخصت کرنے کے بعد اس کے پاس آیا تھا۔

تم نے مجھے بے پناہ خوشی دی ہے اگر ہوش میں ہوتی تو گود میں اٹھا کر جھومتا اور خوشی سے چلاتا۔اتنی خوشی تو پہلے دو بچوں کی دفعہ بھی اسے نہیں ہوئی تھی۔وہ اس کے پہلو میں ہی لیٹ گیا اور اس کا ہاتھ اپنے سینے پر رکھ دیا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

یمنہ خوشی خوشی اٹھی تھی ٹیبل پر رکھا فون اٹھایا تو اپنے شوہر کے نمبر سے واٹس ایپ پر میسیج کا نوٹیفکیشن دیکھا۔کچھ تصویریں تھیں جن میں وہ کسی خوب صورت لڑکی کے ساتھ تھا۔دونوں ہر تصویر میں بے حد قریب اور خوش کھڑے تھے ایسا لگتا تھا ایک دوسرے سے بہت آشنا ہیں۔یمنہ بیگم کے ہاتھوں کے طوطے ہی اڑ گئے تھے۔وہ اپنے کمرے سے نکل کر سیدھا ہال میں پہنچیں اور آواز لگا کر سب کو بلایا :

بھائی صاحب، بھابھی، کہاں ہیں سب نیچے آئیں فوراً۔

کیا ہوا سب خیریت تو ہے ناں۔ بڑی بیگم یعنی بھابھی بیگم نے اپنے کمرے سے نکلتے ہوئے پوچھا۔

میری دنیا برباد ہو گئ ہے بھابھی بیگم کیا خیریت ہو گی۔ وہ روتے ہوئے بولیں۔

ارے خدا نہ کرے میرا بیٹا ابراہیم تو خیریت سے ہے ناں۔ اماں بیگم یعنی ان دونوں کی ساس بھی باہر آ گئ تھیں اپنے کمرے سے۔

یمنہ بتاؤ بھی کہ ہوا کیا ہے؟؟؟ داؤد لاشاری نے اسے روتے دیکھ کر پوچھا۔

یہ دیکھیں اماں بیگم آپ کا شہزادہ بیٹا خیر خیریت سے کسی کلموہی کے ساتھ رنگ رلیاں مناتا پھر رہا ہے۔ یمنہ نے جا کر انھیں وہ تصویریں دکھائیں۔

کیا کہ رہی ہو تم یمنہ۔ داؤد لاشاری نے فون ان کے ہاتھ سے ایک لیا تھا۔

واقعی وہ سچ کہ رہی تھی انھیں اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔ ابراہیم ایسا کیسے کر سکتا ہے انھوں نے وہ تصاویر اپنے نمبر پر ٹرانسفر کر لی تھیں اور اب ابراہیم سے بات کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔

میں پوچھتا ہوں ابراہیم سے تم تسلی رکھو۔ اتنا کہ کر وہ باہر نکل گ ئے تھے۔

اماں بیگم خاموشی سے صوفے پر بیٹھ گئیں۔بھابھی بیگم یمنہ کے پاس بیٹھی اسے تسلیاں دے رہی تھیں۔

بچے اپنے اپنے کمروں میں ہی دبکے ہوئے تھے۔

***

ابراہیم اسے دس بجے ہی تیار کروا کے ہاسپٹل لے آیا تھا وہ بس گائنا کالوجسٹ سے تصدیق کروانا چاہتا تھا اس کی پریگنینسی کی اور تصدیق ہونے کے بعد اس کے پاؤں زمین پر نہیں لگ رہے تھے۔دونوں اب گاڑی میں بیٹھ کر گھر واپس جا رہے تھے۔

میں بہت خوش ہوں شہرین۔تم نے مجھے بہت خوش کر دیا ہے۔وہ گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا اور وقفے وقفے سے اس پر بھی نظر ڈال لیتا تھا۔

میں بھی ایکسائیٹڈ ہوں کہ تم مجھے اتنی بڑی خوشی پر تحفے میں کیا دو گے؟؟؟؟وہ اس کے چہرے پر نظر آتے تاثرات کو جانچ رہی تھی۔

میرے پاس تو تمہارے شایان شان کچھ نہیں سچ میں تم خود بتاؤ کہ کیا چاہیے تمھیں۔

ابراہیم نے اس کی نیلی آنکھوں میں جھانکا۔

ہے تمہارے پاس۔وہ کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

جو چاہیئے مانگ لو۔اس نے گاڑی پارک کی۔

دونوں ہی گاڑی سے باہر نکلے۔ابراہیم نے اس کا ہاتھ تھامنے کے لیے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔وہ ادھر متوجہ نہیں تھی وہ تو اپنے سامنے نظر آتے خوبصورت، جدید آسائشوں سے مزین فلیٹ کو دیکھ رہی تھی۔ابراہیم نے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا۔

مجھے یہ دے دو تحفے میں۔اس نے ابراہیم کی طرف دیکھا۔

یہ وہ فلیٹس تھے جنکی مالیت کروڑوں میں ہوتی ہے اور ان میں سے ایک ابراہیم کا تھا۔ابراہیم نے اس کی طرف دیکھا تھا۔شہرین بھی اسے ہی دیکھ رہی تھی اور سوچ بھی رہی تھی :

کیا مہنگے تحفے دینے والا یہ مہنگا ترین فلیٹ اس کے نام کر دے گا یا نہیں۔

اسی دوران ابراہیم کا فون بجا تھا اس نے دیکھا داؤد لاشاری کالنگ اسکرین پر جگمگا رہا تھا۔ابراہیم نے فون کاٹ دیا تھا۔اب وہ کسی اور کا نمبر ملا رہا تھا اس سے کچھ دور جا کر اس نے فون پر کچھ کہا تھا اور پھر فون بند کر کے اس کی طرف لوٹا۔

چلیں اوپر۔اس نے ہاتھ بڑھایا اور شہرین نے تھام لیا۔دونوں اوپر پہنچ چکے تھے اپنے لگژری فلیٹ میں۔

***

وہ سارا دن کہیں باہر ہی گزار کر آئے تھے اور آتے ہی لیونگ روم میں صوفے پر بیٹھ گ ئے۔

کیا ہوا بھائی صاحب کچھ پتا چلا۔یمنہ بیگم نے پوچھا۔

میں اسے فون تو کر رہا ہوں مگر اٹھا نہیں رہا وہ۔انھوں نے تھکے ہارے لہجے میں کہا۔

اٹھا لے گا آپ فکر نہ کریں۔وہ اپنے شوہر نامدار کے لئے جوس کا گلاس لے آئیں اور پیش کیا۔داؤد لاشاری نے اپنی شریک حیات کو ممنون نظروں سے دیکھا۔اسے دیکھتے ہی ان کی تھکاوٹ اتر جایا کرتی تھی۔وہ انھیں بہت اچھے سے سمجھتی تھیں۔

میرا بیٹا کوئی غلط کام نہیں کر سکتا وہ ایسے ہی اس لڑکی کے ساتھ نہیں ہوگا۔۔۔۔۔۔

ہاں اماں جی جیسی آپکی تربیت ہے وہ تو نظر آ رہا ہے کہ ابراہیم لاشاری مجھ پر سوتن لا چکا ہوگا۔یمنہ نے ان کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

تو کچھ غلط بھی نہیں کیا اسلام اجازت دیتا ہے چار شادیوں کی بس اسے چھپ کر یہ کام نہیں کرنا چاہیے اگر کر چکا ہے تو۔اماں بیگم کو ابراہیم سے بے پناہ محبت تھی شروع سے ہی وہ اس کی پسند کی ہی شادی کرنا چاہتی تھیں مگر اپنے شوہر کی خواہش کے آگے چپ رہیں کہ وہ ابراہیم کے لیے اپنی بہن کی بیٹی ہی لائیں گے کیونکہ وہ بن ماں باپ کی بچی ان کے سہارے تھی اور وہ اسکا مستقبل سنوارنا چاہتے تھے جو اپنے بیٹے کے ساتھ محفوظ نظر آرہا تھا انھیں اس وقت۔

اماں بیگم میں ہر گز کسی اور کا وجود برداشت نہیں کروں گی ابراہیم اور اپنی زندگی میں۔

وہ پھر رو رہی تھیں۔

پہلے ابراہیم سے بات تو ہو لینے دیں کہ سچائی آخر ہے کیا؟؟؟ بھابھی بیگم نے کہا۔

جبکہ داؤد لاشاری بار بار اپنے بھائی کو فون ملا رہے تھے۔

***

کچھ ہی دیر بعد ان کے فلیٹ کی بیل بجی تھی۔

خیریت کون آگیا؟؟؟ شہرین نے پوچھا۔

NEW ERA MAGAZINE .COM
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

تم یہ جوس ختم کرو اور وکیل ہی آیا ہو گا تم پریشان مت ہو میں نے بلایا تھا۔ابراہیم نے بار بار بجتے ہوئے اپنے فون جو سائلنٹ پر لگایا۔دونوں ہی لیونگ روم میں بیٹھے تھے۔ اس نے آٹھ کر دروازہ کھولا تھا ہارون وکیل کو اپنے ساتھ ہی لایا تھا۔اس نے میڈ کو کافی لانے کا کہا اور پھر جس کام کے لیے بلایا تھا انھیں اس کام کی طرف دھیان دیا۔وکیل نے دونوں کے سائن پیپر پر لے لیے تھے اب ان کے فلیٹ کی مالک شہرین بن چکی تھی ۔اسے ابراہیم سے شادی سے پہلے اپنا انداز زندگی اور بڑی بڑی خواہشات یاد آئیں۔وہ بے حد خوش دکھائی دے رہی تھی۔ایک گھنٹے کے بعد وکیل اور ہارون چلے گئے تھے۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

مبارک ہو مسز ابراہیم اب کیسا فیل ہو رہا ہے۔وہ اس کے ہاتھ تھامتے ہوئے بولا۔

بہت اچھا، میں بہت خوش ہوں ابراہیم تم بہت اچھے ہو۔وہ اس کے سینے پر سر رکھے کھڑی تھی۔

اچھا بھائی صاحب کی پتا نہیں کیوں کالز آ رہی تھیں میں ذرا فون کر کے پتا کرتا ہوں۔اتنا کہ کر اس نے اپنا فون اٹھایا۔داؤد لاشاری کی اتنی کالز اور میسیج دیکھ کر اسے اپنی لاپرواہی پر ندامت ہوئی۔ میسیج اوپن کیے تو دونوں کی تصاویر تھیں۔واٹس ایپ پر اپنے میسیج

سین دیکھنے کے بعد داؤد لاشاری نے پھر فون ملایا۔ابراہیم نے کال اٹینڈ کی تھی :

اسلام علیکم! بہت مصروف ہو گ ئے ہو کیا دوسری شادی کر لی ہے۔

وعلیکم اسلام بھائی! کیسے ہیں آپ اور سب لوگ۔

تمھیں کسی کی کیا پرواہ تم میری بات کا جواب دو۔وہ اس کی بات ٹالنے پر غصے میں آئے تھے۔

بھائی میں بتانے ہی والا تھا آپ کو کہ میں شہرین کے ساتھ شادی کر چکا ہوں اور تین ماہ ہو چکے ہیں اور آج کال نہ اٹھانے کی وجہ ہم ہاسپٹل گ ئے تھے دراصل میں باپ بننے والا ہوں۔وہ ابراہیم کو ہی دیکھ رہی تھی جسکی اس کی طرف پیٹھ تھی اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا تھا اس نے پکس ہی کیوں بھیجی تھیں۔

تو بات بہت آگے تک بڑھ گ ئی ہے تم بس اپنی فلائیٹ بک کرواؤ اور جلد از جلد پاکستان پہنچو یہاں یمنہ نے بہت ہنگامہ کھڑا کر لیا ہے۔

جی بھائی صاحب میں کچھ سوچتا ہوں۔اس نے کہا۔

سوچنا نہیں عمل کر کے دکھاؤ۔انھوں نے فون بند کر دیا۔وہ اس کی طرف مڑا تھا۔

***

شہرین! ابراہیم نے اس کا نام پکارا۔

ہاں کہو۔وہ ڈرتے ہوئے بولی۔

تم نے یمنہ کو تصاویر کیوں بھیجی تھیں؟؟؟اس نے جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے پوچھا۔

ابراہیم اس دن جب ہم ہارون کے ڈنر کے بعد گھر آئے تھے تب اس کے میسیج آئے تھے۔وہ خاموش ہوئی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

کیا تھا ان میں؟اس نے پوچھا انداز میں نرمی ہی تھی مگر وہ ڈر رہی تھی۔

وہ کہ رہی تھی کہ مجھے آپ سے بہت محبت ہے اور وہ آپکا بہت یاد کرتی ہے اور بچے بھی اب کی بار آپ پاکستان جائیں گے تو وہ آپ کو آنے نہیں دے گی یا پھر آپکے ساتھ لندن آجائے گی۔اس نے ابراہیم کی طرف دیکھا تاثرات جانچنے کے لیے۔

تو :

میں ڈر گئی تھی ابراہیم مجھے لگا آپ چلے گئے تو میں کھودوں گی اس لیے میں نے ہماری پکس بھیج دیں میں ڈر گئی تھی ابراہیم۔اس نے سر جھکا لیا۔

میری جان میں تمھیں کیوں چھوڑنے لگا محبت کی ہے تم سے پھر نکاح بھی کیا ہے چھوڑ کے جانے کے لیے نہیں کیا یہ سب۔اب دیکھو مجھے کچھ دن کے لیے پاکستان جانا پڑے گا مگر تم اپنی ڈائیٹ کا اچھا خیال رکھنا۔میں ہارون سے کہ دونگا کہ تمہارا خیال رکھے تمھیں اکیلا نہ چھوڑے جب تک کہ میں آ نہیں جاتا ٹھیک ہے ناں۔اس نے شہرین کو کندھوں سے تھام کر اپنی بات مکمل کی تھی۔

وہ صرف مسکرا کر رہ گئی۔

***

کیاااااا؟؟؟؟؟؟فون اس کے ہاتھوں سے گر گیا تھا۔

ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔اماں بیگم دل پر ہاتھ رکھ کر ایک طرف لڑھک گئیں۔خبر ہی ایسی آئی تھی۔کہ ہر شخص پریشان ہو گیا تھا۔

***

وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر اٹھ بیٹھی تھی۔اس کا مطلب میں خواب دیکھ رہی تھی۔کس قدر بھیانک خواب تھا۔اللہ نہ کرے کہ ابراہیم کو کچھ ہو۔یمنہ بیگم نے بیڈ کراؤن کے

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ساتھ ٹیک لگا کر آنکھیں موندلیں۔وہ خواب پھر سے انھیں یاد آرہا تھا۔

ابراہیم لاشاری مسکراتے ہوئے جہاز میں آکر بیٹھا تھا۔کچھ ہی دیر بعد جہاز نے اڑان بھری تھی۔ مگر یہ کیا جہاز فضا میں ہی ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا۔اتنے میں فون بیل بجی تھی اور بھابھی بیگم نے فون پر ابراہیم کے جہاز کریش کی خبر سنی تھی جسے سن کر امن بیگم لڑھک گئی تھیں۔

یمنہ بیگم نے پٹ آنکھیں کھولیں:

صد شکر کے یہ صرف ایک خواب تھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

***

شہرین! وہ اپنا سامان پیک کرنے کے بعد اس کو آواز دینے لگا۔

ہاں کہو۔وہ اترا ہوا منہ لے کر اس سے کچھ دور کھڑی ہو گئ۔

کیا ہوا میری بیوی کا موڈ کیوں آف ہے،ایسے اداس اداس اچھی نہیں لگ رہی ہو سنا تم نے۔شہرین کھڑکی کے پاس جا کر کھڑی ہو گئ تھی۔اسے بھی کھڑکی کے پاس آنا پڑا تھا

۔

یار ایسے رخصت کرو گی مجھے ایسے موڈ آف کر کے یہ تو غلط بات ہے ناں۔ ابراہیم نے اسے کندھوں سے تھاما تھا۔

تم جا رہے ہو مجھے ایسے اکیلا چھوڑ کے تو کیا میں اداس بھی نہ ہوں، موڈ آف نہ ہو میرا، معلوم نہیں وہ لوگ تمھیں آنے بھی دینگے یا نہیں۔ شہرین نے اپنا سر اس کے سینے پہ ٹکا دیا اور اس ادا پر ابراہیم لاشاری کو پیار آیا تھا۔

اچھا یار تم اداس مت ہو اور مجھے بھلا کیوں نہیں آنے دینگے اگر ایسا کچھ ہوا بھی تو یہاں پر ہارون ہے ناں وہ تمھیں پاکستان لے آئے گا اور پھر میں تمھیں اس کے حوالے ہی کر کے جا رہا ہوں۔ وہ دونوں کھڑکی میں کھڑے باتیں کر رہے تھے۔

تمھیں پتا ہے ان دنوں میں بیوی کو اپنے شوہر کی بہت ضرورت ہوتی ہے۔ اور میرے پاس تو فیملی کے نام پر بھی صرف تم ہی ہو ناں اور تو کوئی بھی نہیں ہے۔ پھر تم ہی مجھے چھوڑ کر جا رہے ہو۔ وہ اداس لگ رہی تھی۔

میں تمھیں اکیلا چھوڑ کر نہیں جا رہا اور پھر کچھ ہی دنوں کی بات ہے ہارون تب تک تمہارا بہت خیال رکھے گا۔ کوئی بھی پریشانی ہو، مسئلہ ہو تم مجھے کال کرنا، ورنہ داؤد بھائی کو بھی کر سکتی ہو ان کا نمبر میں نے تمہارے سیل میں سیو کر دیا تھا۔ اس نے شہرین کو

پریشانی سے نکالنے کے لیے کیا وگرنہ ایسی سچویشن میں وہ خود بھی اسے چھوڑ کر نہیں جانا چاہتا تھا۔

ہاں ٹھیک ہے۔اس نے ریلیکس ہوتے ہوئے کہا۔

اب میری فلائٹ کا ٹائم قریب ہے مجھے جانا ہوگا تم اپنا اور ہمارے بچے کا خیال رکھنا پرامس۔ابراہیم نے اس کے ہاتھ تھام لیے اور انھیں اپنے لبوں سے لگایا تھا۔

اتنے میں باہر بیل بجی تھی :

لگتا ہے ہارون آگیا ہے۔اس نے بیگ اٹھایا اور دروازہ کھولا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ہاں بھئی جلدی کرو دیر نہ ہو جائے۔ہارون نے دروازہ کھلتے ہی کہا تھا۔

ہاں ہاں چلتے ہیں تم اپنی بھابھی کا بہت خیال رکھنا کچھ ہی دنوں کی بات ہے میں آجاؤں گا۔وہ دونوں ہی خدا حافظ کہ کر باہر نکل گئے تھے۔

***

آخر میرے ان خوابوں کا مقصد کیا ہے میں نے جب سے ہوش کی آغوش میں پناہ لیا ہے یہی خواب ہیں جو میرا پیچھا کررہے ہیں اور یہی خاتون ہی مجھے مختلف جگہوں پر جھلسے

ہوئے چہرے کے ساتھ نظر آتی ہیں اور ایسے لگتا ہے جیسے مجھے پکار رہی ہو مجھے کیوں خوف آتا ہے پھر اس خاتون سے۔وہ جب جب یہ خواب دیکھتی تھی پھر بھلا نہیں پاتی تھی اور اسی خواب کے زیرِ اثر کئی کئی دن رہا کرتی تھی۔

***

شیریں بہو! کہاں ہو بیٹا ادھر آؤ؟؟؟اماں بیگم نے ہاتھ میں پکڑی تسبیح کے دانے گراتے ہوئے آواز لگائی۔

جی اماں بیگم۔وہ کچن سے فوراً باہر آئی تھیں۔

کچھ پتا چلا میرا شہزادہ بیٹا کہاں تک پہنچا ہے؟؟؟انھوں نے ابراہیم سے متعلق پوچھا۔

جی اماں بیگم بس شام تک پہنچ ہی آئے گا ابراہیم آپ کو تو پتا ہے لندن سے پاکستان آنے میں کتنا ٹائم لگتا ہے۔شیریں بیگم نے تحمل سے جواب دیا تھا۔

ہاں یہ تو ہے پتا نہیں کیوں اتنی دور چلا جاتا ہے۔اچھا تم اچھے اچھے کھانے بنوالو خانساماں سے۔میرے بیٹے کو تو ویسے بھی بہت شوق ہے ایسے مزے مزے کے کھانے کھانے کا۔ان کے لہجے میں ابراہیم کے لیے مٹھاس تھی۔

جی میں بنوا رہی ہوں آپ کو کچھ چاہیے تو لا دوں۔انھوں نے پوچھا۔

ارے نہیں،بس یہ میرا شہزادہ بیٹا عالی جاہ کہاں گیا ہے؟؟؟اماں بیگم نے پوچھا۔

بچے تو کھیلتے رہتے ہیں یا پڑھتے رہتے ہیں ابھی بھی کمپیوٹر کے سامنے بیٹھا تھا۔انھوں نے مسکرا کر کہا۔

ارے آجکل کے بچے بھی ناں اتنے سے ہوتے ہیں اور بجلی کے ساتھ ان کے کھیل شروع ہو جاتے ہیں۔اس عمر میں تو ہم اپنے بڑوں کے پاس آبیٹھتے تھے اور وہ ہمیں قصے کہانیاں اور روایتیں سناتے تھے ایسے ہی تو تربیت ہوتی تھی بچوں کی اب تو زمانہ ہی بدل گیا ہے۔انھوں نے اپنی آنکھیں موندلی تھیں اور شیریں بیگم مسکراتے ہوئے اٹھ گئیں۔ان کا رخ دوبارہ سے کچن کی طرف تھا۔

***

یمنہ بیگم اپنے کمرے میں ہی بیٹھی تھیں۔ان کی ساری خوشی ہی ماند پڑ چکی تھی۔اس لیے کسی سرگرمی میں حصہ نہیں لے رہی تھیں ورنہ وہ لازماً اپنے شوہر کی واپسی پر شاپنگ کیا کرتی تھیں اور نیا جوڑا،جیولری وغیرہ سجا کر ابراہیم کے سامنے آتی تھیں

۔انھیں اپنے شوہر کے لیے سجنا سنورنا بہت پسند تھا پہلے بھی کبھی ابراہیم نے محبت کا اظہار نہیں کیا تھا مگر احساس بھی نہیں دلایا تھا کہ وہ اس کی خوشی نہیں ابراہیم کے باپ کی خوشی ہے مگر اب تو صاف صاف ہی ابراہیم کی دوسری شادی منظر عام پر آگئی تھی اور پھر ابراہیم نے شہرین سے محبت کا دعویٰ بھی کردیا تھا۔یہ بات یمنہ بیگم کے لیے سوہان روح ثابت ہوئی تھی۔

***

کیا ہوا اتنی اداس لگ رہی ہو مسز شہرین؟؟؟ہارون اسے چھوڑ کر شہرین کے فلیٹ میں ہی آگیا تھا اور اس کا قیام گیسٹ روم میں تھا۔ابھی دونوں لاؤنج میں ہی تھے۔

ابراہیم کے جانے کی وجہ سے اداس ہوں۔اس نے اپنے ناخنوں کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

ویسے اسے چھپانا نہیں چاہیے تھا گھر والوں کو بتا کر نکاح کرتا اور پھر اب واپس نہ جاتا۔

ہارون نے بظاہر لاپرواہی سے کہا۔

کیوں؟؟؟وہ فوراً سیدھی ہوئی تھی۔

میرا مطلب تھا آپکو ساتھ لے کر جاتا تو اس کا کیس زیادہ مضبوط ہوتا اور پھر اب یہ بھی تو

ہو سکتا ہے کہ اسے آنے ہی نہ دیا جائے۔اس نے سمجھانے کی کوشش کی۔

نہیں وہ محبت کرتا ہے مجھ سے اور لوٹ آئے گا جلد ہی ورنہ میں خود چلی جاؤں گی اس کے بچے کی ماں بننے والی ہوں۔وہ سنہری بالوں کو کندھے سے جھٹک کر اٹھی تھی نیلی آنکھوں میں طمانیت کا احساس دیکھا جا سکتا تھا۔

ہاں دیکھتے ہیں۔وہ بڑبڑایا۔

***

یمنہ کمرے میں کیوں بیٹھی ہو؟؟؟شیریں بیگم اس کے کمرے میں آئی تھیں۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

تو بھا بھی کیا کروں؟؟؟یمنہ بیگم نے بے بسی سے کہا۔

تیار ہو کر باہر نکلو ابراہیم آنے ہی والا ہے اس کی فلائٹ کب سے لینڈ کر چکی ہے۔وہ پر جوش ہو کر بتا رہی تھیں۔

اس سے کیا ہو گا بھا بھی؟؟؟

تم تیار ہو کر اس کا استقبال کرو اور کیا کرو گی۔وہ حیران ہوئی تھیں۔

وہ میرے لیے نہیں آ رہا۔اسے اب فرق نہیں پڑتا مجھ سے۔میں زندہ ہوں یا مر گئی اُس

نے پتا نہیں کیا۔وہ دکھی نظر آ رہی تھی۔

تم اس کی خاندانی بیوی ہو اور وہ خاندان سے باہر کی ہے بہت فرق ہے دونوں میں تم اپنے شوہر کو ہمیشہ کے لیے کھونا نہیں چاہتی تو اپنے فرائض انجام دو یہ نہ ہو تمہارا ابھی سے یوں دستبردار ہونا تمہارے حق میں نقصان دہ ثابت ہو۔وہ کہ کر چلی گئی تھیں۔

جبکہ یمنہ بیگم صرف منہ بنا کر ہی رہ گئی:

اس سے مزید نقصان کیا ہو گا مجھے۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ابراہیم لاشاری کو ائیر پورٹ سے ڈرائیور ریسیو کرنے آیا تھا۔گاڑی میں بیٹھے بیٹھے ہی شہرین کو گھر پہنچنے کا میسیج کر دیا تھا۔جوں ہی گاڑی کے ٹائر روش پر چرچرائے۔وہ فوراً گاڑی سے باہر نکلے تھے۔تین ماہ سے وہ اپنے بچوں اور ماں سے دور رہے تھے۔وہ گاڑی سے باہر نکلے تو سامنے برآمدے میں اماں بیگم سفید دوپٹے میں کھڑی نظر آئیں۔وہ ہمیشہ ایسے ہی اسی جگہ اس کا انتظار کرتی تھیں جب بھی وہ گھر سے باہر کہیں جاتے تھے۔

اسلام علیکم! ارے اماں بیگم آپ پھر کھڑے ہو کر میرا انتظار کر رہی ہیں۔ وہ ان کے گلے لگتے ہوئے بولا تھا۔

وعلیکم السلام! جیتے رہو میرے بچے، ہمیشہ خوش رہو۔ وہ اسے چومتے ہوئے بولیں۔

آ جائیں اندر چلتے ہیں آپ نجانے کب سے کھڑی ہو نگیں۔ وہ انھیں اپنے ساتھ اندر لے گ ہئے تھے۔

اسلام علیکم! ابراہیم لاشاری نے لیونگ روم میں داخل ہوتے ہی اونچی آواز میں کہا۔

ارےےےےےےےے پاپا آگ ہئے۔ فارحہ انھیں دیکھتے ہی چلائی تھی۔ وہ تھی ہی باپ کی لاڈلی۔

ارے میری گڑیا، میرا بچہ کیسا ہے؟؟؟ ابراہیم لاشاری نے دونوں بچوں کو اپنی گود میں بٹھا رکھا تھا اور پیار کر رہے تھے۔ ثمن بھی آکر انھیں چپکی تھی۔

ارے بچو اب ہٹ بھی جاؤ گود سے میرا بچہ پہلے ہی تھکا ہارا آیا ہے۔ بڑی بیگم نے چائے پکڑائی تھی اسے۔

کیسی ہیں بھابھی بیگم اور عالی جاہ کہاں ہے؟؟ انھوں نے بچوں کو گود سے اتارا اور چائے

کی چسکی بھری تھی۔

میں ٹھیک ہوں اور عالی جاہ سو رہا ہے۔وہ وہیں بیٹھ گئیں۔

یہ کونسا وقت ہے سونے کا؟؟؟اماں بیگم نے حیرت سے کہا تھا۔

آپ کو تو پتا ہے وہ اپنی ہی مرضی کرتا ہے اماں۔بڑی بیگم نے کہا۔

ارے پرنس جو ہے ہمارا۔ابراہیم لاشاری نے محبت سے کہا۔

اچھا اب فریش ہو آؤ تم پھر کھانا کھالو اماں بیگم نے تمہاری پسند کی ہر چیز بنوائی ہے۔

بڑی بیگم نے کہا۔

جی ٹھیک ہے پہلے میں دو تین گھنٹے کی نیند لو نگا پھر کھانا شام میں کھائیں گے سب ساتھ

۔وہ اپنے اور یمنہ بیگم کے مشترکہ کمرے کی طرف جاتے ہوئے بولے۔

بڑی بہو!اماں بیگم نے پکارا۔

جی اماں کہیں میں سن رہی ہوں۔وہ ان کی طرف متوجہ ہوئی۔

یمنہ آئی نہیں اپنے شوہر سے ملنے استقبال نہیں مگر آ کر سلام تو کر ہی سکتی تھی ناں۔اماں

بیگم سخت ناراض ہوتے ہوئے بولیں۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

بس اماں جان میں تو اسے سمجھانے گئی تھی ناں اب اس کی مرضی۔ وہ پہلے بھی اپنی ہی مرضی کرتی ہے۔ انھوں نے کہا۔

ہاں ٹھیک ہے سمجھ ہی جائے اب۔ وہ کچھ ورد کرنے لگیں۔

***

اسلام علیکم! کیسی ہو؟؟ وہ کمرے میں آتے ہی کوٹ اتار چکا تھا۔

وعلیکم السلام! زندہ ہوں حالانکہ آپ نے مارنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ وہ سجی سنوری آئینے کے سامنے کھڑی تھیں۔

میں تھکا ہارا آیا ہوں ابھی یہ کڑواہٹ اپنے تک محدود رکھو یمنہ بیگم۔ وہ اپنا کرتا شلوار نکال کر واش روم میں گھس گیا۔

وہ واش روم کا بند دروازہ دیکھ کر رہ گئی تھیں۔

ابراہیم لاشاری میں آپکو اس ڈائن کے پاس واپس نہیں جانے دونگی آپ میرے ہی پاس رہیں گے اور شہرین تمھیں تو میں چھوڑوں گی نہیں ہرگز معاف نہیں کرونگی تمھیں۔

وہ سوچ کر ہی خوش ہو گئیں۔

ابراہیم لاشاری شاور لینے کے بعد اپنے بیڈ پر دراز ہو گ ئے۔

***

ہارون! ہارون دروازہ کھولیں پلیز۔شہرین نائٹ گاؤن میں رات کے اس پہر اس کا دروازہ بجارہی تھی۔

کیاہو گیاشہرین؟؟؟وہ آنکھیں مسلتے ہوئے کہہ رہاتھا۔

مجھے ناں آئسکریم کھانے کادل چاہ رہاہے۔وہ اس کے دروازے سے ٹیک لگا کے کھڑی تھی۔

ہارون نے پٹ آنکھیں کھول کر اسے غور سے دیکھا تھااس کی گوری دمکتی رنگت پر نیلی آنکھیں خوب سجتی تھیں۔ہارون کی نظریں اس کے چہرے سے ہوتے ہوئے گردن پر آکررک گئیں۔ایساخوبصورت،بے داغ حسن اس نے پہلے نہیں دیکھا تھا۔وہ اس کے اتنے قریب ہوتے ہوئے بھی اس کی دسترس سے دور تھی۔

مجھے آئسکریم کھانے کادل چاہ رہاہے۔وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

اس وقت۔اس نے گھڑی پر نظر ڈالی جو سوا دو بجا رہی تھی۔

ہاں پریگننسی میں ایسا ہوتا ہے کبھی کچھ کھانے کو دل چاہتا ہے کبھی کچھ اور دن رات کا فرق بھی ختم ہو جاتا ہے۔اس نے ہارون کی حیرت دور کرنی چاہی۔

اچھا مجھے تو کوئی ایکسپیریئنس نہیں مگر اتنی رات کو ایک حسین عورت مجھ سے فیور مانگ رہی ہے تو میں کفرانِ نعمت نہیں کر سکتا۔وہ بے شرمی سے ہنستے ہوئے گاڑی کی چابی اٹھانے چلا گیا۔

یہ ان دونوں کی پہلی ساتھ گزاری گئی رات تھی۔انھوں نے آئسکریم کھائی تھی اور پھر لانگ ڈرائیو کے بعد گھر لوٹے تھے۔گھڑی پانچ بجا رہی تھی۔دونوں اپنے اپنے بیڈ رومز میں سونے چلے گئے تھے۔

***

ابراہیم بیٹا تم نے بہت غلط کر دیا کہ شہرین کو اس حالت میں وہاں اکیلا چھوڑ کر آگئے۔وہ دونوں اس وقت لان میں بیٹھے چائے سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

اماں جان میں تو بس چند دنوں کے لیے آیا ہوں ابھی دو چار دنوں میں لوٹ جاؤں گا۔

اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

بہت خوبصورت ہے ویسے وہ لڑکی تم اپنے ساتھ ہی لے آتے میں اس کا دھیان رکھتی اور پھر تم دیکھتے تمہارا بچہ کتنا صحت مند پیدا ہوتا۔ انھیں جیسے شہرین کے نا آنے کا ملال ہوا تھا۔

اماں وہ اکیلی نہیں ہے وہ وہاں کچھ دنوں کے لیے ہارون کو چھوڑ کر آیا ہوں وہ دھیان رکھے گا اس کا۔ ابراہیم لاشاری نے کہا۔

ہاں وہ اس کا دھیان رکھے اللہ کرے شکاری گھات نہ لگائے بیٹھا ہو۔ آخری بات انھوں نے سوچی تھی۔

اچھا اماں میں ذرا شہرین سے مل لوں۔

***

یمنہ ابراہیم کو اکیلے نہیں ہونے دیتی تھی کبھی خود پہنچ جاتی کچھ کھانے پینے کو لے کر یا دونوں بچوں کو بھیج دیتی۔ کبھی داؤد لاشاری اپنے ساتھ آفس لے جاتے تھے ایسے میں انھیں وقت ہی کہاں ملتا تھا کہ شہرین سے بات کریں۔ ابھی بھی ایک ہفتہ ہونے کو آیا

تھا انھیں یہاں آئے ہوئے۔اور صرف تین چار بار ہی شہرین سے بات ہو سکی تھی۔

***

ایک ہفتہ ہونے کو آیا ہے اور ابراہیم لوٹا نہیں اور کال بھی کہاں کی ہے صرف چار مرتبہ یہ بھی کوئی بات ہوتی ہے یہی محبت تھی اس کی کم از کم اپنے بچے کا ہی پوچھ لیتا۔ کہیں وہ مجھے چھوڑ تو نہیں گیا۔وہ بیڈ سے اٹھ بیٹھی تھی۔

نہیں نہیں ایسا نہیں ہو سکتا اگر وہ مجھے چھوڑ گیا تو میں کیا کروں گی واپس اس دلدل میں نہیں جا سکتی وہ بھی بچے کے ساتھ۔میں کیا کروں اب؟؟؟؟وہ بالوں میں انگلیاں پھنسائے بیٹھی تھی۔

مجھے اسے فون کر کے اموشنل بلیک میل کرنا چاہیے، مجھے اسے واپس بلانا ہے میں اسے چھوڑ نہیں سکتی۔مجھے اگر اپنی لائف سیو کرنی ہے تو کچھ کرنا ہو گا۔ابراہیم میرا ہے اور اس کی دولت بھی میں اسے یمنہ کے پاس نہیں رہنے دوں گی اگر وہ نہ اُسکا تو۔۔۔۔۔
نہیں نہیں پھر ذلت بھری زندگی میرا مقدر نہیں بن سکتی۔اتنا سوچتے ہی اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔

وہ بستر میں ہی لیٹ گئی اُور ہارون کا انتظار کرنے لگی۔

***

لاشاری پیلس میں کھانے کے بعد چائے کا دور چل رہا تھا۔چاروں بچے کارٹون دیکھ رہے تھے جبکہ ہاتھوں میں چاکلیٹ فلیورڈ ملک کے گلاس بھی تھام رکھے تھے۔ جبکہ بڑے لوگ آپس میں گفتگو کر رہے تھے اور چائے کے بڑے مگ سب کے ہاتھوں میں تھے۔

ارے دیکھو آج کتنا بڑا چاند نکلا ہے ناں۔ ثمن کی نظر کھڑکی سے باہر چاند پر پڑی تو چلا اٹھی۔

واؤ بیوٹیفل، فارحہ نے کہا۔

دیکھو عالی جاہ۔ وہ اب اسے بھی چاند دکھانا چاہ رہی تھی۔

مجھے چاند پسند نہیں۔ ناگوار سے لہجے میں کہا گیا جملہ سب کو حیران کر گیا تھا۔

لیکن کیوں بیٹا؟؟؟ داؤد لاشاری خود کو لاتعلق نہ رکھ سکے تھے سب کی نظریں اب اس پر جمی تھیں :

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

کیونکہ چاند پر داغ ہے اور مجھے داغ پسند نہیں۔وہ اپنی عمر سے بڑی باتیں کرتا تھا۔

اتنے میں ابراہیم لاشاری کا فون بج اٹھا تھا۔اور ایک بار پھر سب لوگ یہ وجہ جاننے سے قاصر رہ گئے تھے کہ کیوں عالی جاہ کو داغ پسند نہیں۔سب ابراہیم کی گفتگو کی طرف متوجہ تھے:

کیا؟؟؟؟کیا ہوا اسے؟؟؟وہ ٹھیک تو ہے ناں۔میں تمھیں وہاں کس لیے چھوڑ کر آیا تھا تم اسے ہاسپٹل لے جاؤ میں بس بکنگ کرواتا ہوں۔اتنا کہ کر فون بند کر دیا تھا۔چہرے پر تفکر واضح تھا۔

کیا ہوا؟؟؟داؤد لاشاری نے سوال داغا۔

شہرین ٹھیک تو ہے!؟؟اماں بیگم نے پوچھا۔

مگر وہ ایک اور نمبر ملا کر پہلی ہی فلائٹ میں اپنی سیٹ کنفرم کروا چکا تھا۔یمنہ بیگم کے منہ میں کڑواہٹ گھل رہی تھی۔

میں جا رہا ہوں بھائی اس کی طبیعت ٹھیک نہیں آپ جانتی اماں وہ پریگنینٹ ہے اور ایسی سچویشن میں مجھے ہر پل اس کے پاس ہونا چاہیے اور میں نہیں ہوں میں جا رہا ہوں زیادہ

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وقت نہیں ہے اور دعا کیجیے گا وہاں سب ٹھیک ہو۔وہ اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف بھاگے تاکہ پیکنگ کر سکیں۔

***

کیا؟؟؟؟وہ کھڑے قد سے گری تھی۔

ہارون نے اسے سنبھالا اور فوراًا یمبولینس کو بلایا تھا۔خبر ہی ایسی تھی کہ قیامت بن کر ٹوٹی تھی۔

ابراہیم لاشاری جس جہاز میں سفر کر رہا تھا وہ جہاز کریش ہو گیا تھا۔

***

ہائے میرا جوان بیٹا، بھری جوانی میں مجھے چھوڑ گیا،ہائے میرے بچے یتیم ہو گ ئے۔

اماں بیگم تو بار بار بے ہوش ہو جاتی تھیں۔

ابراہیم لاشاری کی لاش بھی انھیں موصول نہیں ہوئی تھی۔اس کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کی گئی تھی۔داؤد لاشاری بھائی کے بغیر تنہا محسوس کر رہے تھے سچ ہی تو کہا گیا ہے کہ

"بھائی زور کمر ہوتا ہے"

وہ اپنا غم چھپا رہے تھے کیونکہ اب سربراہ وہی تھے اور سب کو انھوں نے ہی سنبھالنا تھا یہاں اماں اور چھوٹی بھابھی خود کو سنبھال نہیں رہی تھیں اور ادھر شہرین تو تنہا تھی ایک آنے والے بچے کی امید لیے وہ بار بار ہارون کے زریعے اس کی خبر گیری بھی کر رہے تھے جو بھی تھا وہ ان کے بھائی کی بیوی اور محبت تھی۔

یہ سب صرف اور صرف اس ناگن کی وجہ سے ہوا ہے اس نے میری قسمت کو ہی ڈس لیا وہ نہ بلاتی ابراہیم لاشاری کو تو مجھے آج بیوگی کی چادر تو نہ اوڑھنا پڑتی۔ہائے میرے بچے یتیم ہو گئے۔میرے ابراہیم کی موت کی زمہ دار ہے وہ بھابھی سن رہی ہیں ناں آپ۔شیریں بیگم اسے بارہا سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

یمنہ موت کا دن تو مقرر ہے پھر کیوں ایسی جاہلانہ باتیں کر رہی ہو شہرین کیونکر اس کی موت کی زمہ دار ہو گی ابراہیم کی موت ہی ایسے لکھی تھی اب دیکھو ہم ہیں تمہارے پاس تمھیں سنبھالنے والے شہرین تو پرائے دیس میں اکیلی ہے اور پھر حمل کے ساتھ اللہ اسے بھی حوصلہ دے۔اسے مت کوسو۔تم جانتی نہیں :

"موت کا مزہ ہر ذی روح نے چکھنا ہے"

بچوں کو سنبھالو دیکھو کیسے سہم گ ئے ہیں۔میں ذرا مہمانوں کو دیکھ لوں جو تعزیت کے

لیے آئے ہوئے ہیں۔ وہ اس کے پاس سے اٹھ گئی تھیں۔

اماں بیگم کب تک ایسے بیٹھی رہیں گی آپ اب اپنے کمرے میں جا کر آرام کریں ورنہ طبیعت بگڑ جائے گی آپ کی۔ شیریں بیگم ساس سے مخاطب تھیں۔

ہائے میرا بچہ، شہرین کیسی ہے اب اس کا اتا پتا کیا کہ نہیں۔ اماں بیگم نے جھریوں زدہ چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا جوان بیٹے کی موت نے بہت بوڑھا کر دیا تھا انھیں اپنی عمر سے بڑی لگنے لگی تھیں۔

جی اماں داؤد پتا کر رہے ہیں اس کا بار بار ہارون سے بس اب ہاسپٹل سے گھر آ گئی ہے اور بچہ بھی ٹھیک ہے کوئی پریشانی نہیں ہے۔ آپ اندر چلیں۔

ہاں ٹھیک ہے میری کمر بھی تختہ ہو گئی ہے شکر ہے کہ شہرین ٹھیک ہے بس اب بات ہو تو مجھ سے ملوانا اسے۔ انھوں نے تاکید کی بہو کو۔

جی ضرور اور بانو بیگم ادھر آؤ اماں کو ان کے کمرے میں چھوڑ آؤ اور کھانا کھلا کر انھیں سکون کی دوا دے دینا۔ بانو بیگم اماں بیگم کو سہارا دے کر اٹھانے لگیں۔

***

شہرین بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھی تھی۔اسے ابراہیم کی موت کا یقین نہیں ہو رہا تھا۔ابھی تو اس کی قسمت نے پلٹا کھایا تھا اور اس کی قسمت میں خوشیوں کا اتنا مختصر عرصہ لکھا تھا۔وہ اب مستقبل کے بارے میں پریشان تھی۔

اب کیسے میں بچے کو پالوں گی؟؟؟ابراہیم تم نے اچھا نہیں کیا مجھے چھوڑ کر چلے گ ئے ۔تمھیں تو محبت تھی نہ مجھ سے پھر کتنے جھوٹے نکلے تم ساتھ نبھانے کے وعدے کیے مگر وفا نہ کر سکے۔میں اس بچے کو نہیں رکھ سکتی یہ میرے پاؤں کی زنجیر نہیں بن سکتا۔ میں ابارشن کرواؤں گی۔اس نے حتمی فیصلہ کرنے میں ذرا دیر نہ لگائی۔

NEW ERA MAGAZINE .COM
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

***

فارحہ کیوں رو رہی ہو تم؟؟؟؟عالی جاہ نے اسے سیڑھیوں پر اکیلے بیٹھ کر روتے دیکھا تو پوچھا۔

کیا تمھیں معلوم نہیں ہے مما کہتی ہیں تمہارے بابا اب House of Allah چلے گ ئے ہیں اب وہ کبھی واپس نہیں آئیں گے مجھے کون پیار کرے گا مجھے اٹھائے گا کون؟؟؟تمھیں پتا ہے یہ سب اس گندی آنٹی کی وجہ سے ہوا ہے مما کہہ رہی تھیں بابا نے جس عورت سے شادی کی تھی انھوں نے بابا کو ہم سے چھین لیا ہے۔مجھے بابا چھوڑ

کر چلے گ ئے۔

I love you Baba , your princess is missing you so much come back to me please .

وہ روتے ہوئے کہ رہی تھی۔

Don't be sad Fariha, I am here for u .

عالی جاہ نے اسے دلاسا دیا تھا۔

(حیران ہونے کی ضرورت نہیں کہ چھوٹے چھوٹے بچے کیسے انگلش بول رہے ہیں یہ حقیقت ہے کہ انگلش میڈیم سکول میں آج کے بچے پڑھ رہے ہیں جنھیں اردو جو کہ مادری زبان ہے سے زیادہ انگریزی آتی ہے)

تم مجھے پیار کرو گے ؟؟؟ مجھے چاکلیٹس لا دو گے ؟؟؟ میرے ساتھ کھیلو گے ؟؟؟ اب وہ آنسو صاف کیے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

Yes, I I'll.

عالی جاہ نے کہا۔

Ok , then promise me .

فارحہ نے اپنا چھوٹا سا ہاتھ آگے بڑھایا تھا۔

Promise.

جسے عالی جاہ نے تھام لیا۔

اب تم روؤ گی نہیں ٹھیک ہے ناں۔ وہ مسکرا رہا تھا۔

ہم سب جانتے ہیں کہ انجانے میں کیے گئے کچھ وعدے، کچھ باتیں زندگی بھر کے لیے روگ بن جاتے ہیں۔ اور کچھ ایسے وعدے بھی ہوتے ہیں جن کے سہارے لوگ اپنی زندگی گزار لیتے ہیں۔

***

ابراہیم لاشاری کی حادثاتی موت کو ایک ماہ گزر گیا تھا۔ اس ایک ماہ میں ہارون نے اس کا مکمل خیال رکھا تھا حالانکہ وہ عدت میں تھی اور اسے غیر محرم سے پردے میں رہنا چاہیے تھا مگر وہ صرف کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوئی تھی اور ہارون صرف مذہب کے خانے میں اسلام لکھتا تھا۔

شہرین میں آج تم سے بہت ضروری بات کرنے آیا ہوں؟؟؟ہارون اس کے پاس صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

ہاں کہو۔وہ متوجہ ہوئی تھی۔

تم نے کیا سوچا ہے اپنی زندگی کے بارے میں؟؟؟دیکھو تم جوان ہو،خوب صورت ہو دوسری شادی کرنے کا حق رکھتی ہو اور پھر میں بھی اب شادی کرنا چاہتا ہوں مگر..... اس نے بات اُدھوری چھوڑ کر اس کی طرف دیکھا۔

مگر کیا؟؟؟؟وہ بے چین ہوئی تھی۔

مگر میں ابراہیم لاشاری کے بچے کو قبول نہیں کر سکتا تم ابارشن کروالو۔ہارون نے بات مکمل کر کے اس کا ری ایکشن دیکھنا چاہا۔

میں داؤد لاشاری سے بات کرنے کے بعد ہی کوئی فیصلہ کروں گی وہ لوگ ابراہیم لاشاری کے بچے کے لیے کانشس ہیں جو میری کوکھ میں پل رہا ہے اگر میں نے انھیں بتائے بغیر یہ قدم اٹھایا تو مجھے ڈر ہے کہ وہ میرے دشمن نہ ہو جائیں اور پھر کچھ ہی ماہ کی بات ہے۔اس نے سوچ سمجھ کر بات کی تھی۔

مگر تم اس بچے سے انسیت مت پال لینا سمجھ رہی ہو ناں۔ہارون نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا تھا۔وہ صرف سر ہلا کر رہ گئی تھی۔

***

اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے کیا ایسے کیسے وہ ابارشن کروا لے گی میرے ابراہیم کی نشانی ہے وہ۔اماں بیگم تو داؤد لاشاری کے منہ سے شہرین کے ابارشن کا پیغام سن کر ہتھے سے ہی اکھڑ گئی تھیں۔

اماں بیگم میں نے منع کر دیا تھا اسے کہ ہمارے ہاں یہ رواج نہیں ہے ابراہیم کا بچہ ہمیں ہر حال میں چاہیے۔داؤد لاشاری نے انھیں ٹھنڈا کرنا چاہا۔

ارے میں تو کہتی ہوں اسے یہاں پاکستان بلا لو جب تک کہ بچہ نہیں ہو جاتا اگر وہ کہیں اور بیاہ کرنا بھی چاہتی ہے تو بے شک بچہ جننے کے بعد کر لے مگر میں تو اس کے بھی خلاف ہوں ہمارا بچہ پالے گا کون ماں سے زیادہ کون ہمدرد ہوتا ہے بھلا زمانے میں۔

اماں بیگم بہت آگے کا سوچ رہی تھیں۔

اماں جان وہ آزاد ملک کی لڑکی ہے پابندیاں برداشت نہیں کرے گی اگر وہ یہاں رہ کر

بچے کو پالے گی تو اچھا ہے ارے کس نے روکا ہے ہاں دوسرا بیاہ کرنے سے ہم اسے روک نہیں سکتے ہیں مشکل کھڑی کر دے گی ہمیں ہمارے ابراہیم کس بچہ تو مل جائے گا ناں۔ بڑی بیگم نے کہا۔

ہنہہ، کبھی اماں جان نے اتنی فکر میری اور میرے بچوں کی بھی کر لی ہوتی۔ یمنہ بیگم نے دروازے کی اوٹ سے ساری بات سن لی تھی۔

***

عالی جاہ اپنے وعدے کے مطابق فارحہ کے ساتھ کھیلتا تھا۔ چاروں بچے ایک ہی اسکول میں پڑھتے تھے۔ کمپیوٹر گیمز کھیلنا اس کا شوق تھا۔ اس کا دماغ بہت شارپ تھا۔ ہر چیز کو فوراً پک کر لیتا تھا۔ جب بولنے کی عمر میں آیا تھا تو لوگوں کے کہے گئے جملے ان کے سامنے دہرا لیتا تھا۔ ایسے ایسے جملے بولتا تھا کہ سب کو حیران کرتا تھا۔ دوسرے بچوں کی نسبت وہ تیز تھا اور پھر لاڈلا بھی تھا۔

***

ہارون انھیں ان کا بچہ ہر قیمت پر چاہیے اور وہ لوگ چاہتے ہیں کہ میں بچے کی پیدائش

تک پاکستان میں رہوں اور مجھے ان کی ماننی ہی پڑے گی۔ وہ اس کے پاس بیٹھی بتا رہی تھی۔

ہاں تو کوئی بات نہیں پیدائش میں کتنے ماہ رہتے ہیں؟؟؟ اس نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

اب پانچواں لگا ہے۔ اس نے انگلیوں پر گنتے ہوئے کہا۔

ہاں ٹھیک ہے تم چلی جانا، مگر یاد رکھنا کہ

Haroon is just waiting for you.

اور اپنی خوبصورتی کا بھی خیال رکھنا۔ کاش کہ یہ جھنجھٹ ہی نہ پڑا ہوتا بچے کا اب ہم ایک تو ہو سکتے تھے easily خیر ہمارے حصے میں بھی ابھی قسمت کی دیوی نے انتظار لکھ رکھا ہے۔ وہ حسرت سے کہہ رہا تھا۔

ہارون don't worry میں تمہارے لیے آؤں گی واپس پھر ہم شادی کر لینگے۔

لیکن میرا دل تمہارے بغیر نہیں لگے گا۔ اس نے ہارون کے کندھے پر سر رکھا۔

میں بھی تمھیں مس کروں گا ڈارلنگ۔ تم روز مجھ سے بات کرو گی وہاں جا کر تب ہی

جانے دو نگا او کے ؟؟؟اس نے تائید چاہی۔

او کے۔اس نے حامی بھر لی۔

وہ دونوں ایسے ہی ساتھ بیٹھے اپنے مستقبل کے خواب سجاتے رہتے تھے۔ہارون کو صرف اس خوبصورتی کے تاج کو اپنے سر پر سجانا تھا جبکہ شہرین جو آسائشوں بھری زندگی کی چاہ تھی اور پھر وہ ابراہیم کے ساتھ ہو یا اس کے بعد ہارون کے ساتھ۔اسے اپنی خوبصورتی کو کیش کروانا آتا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

میں کہہ رہی ہوں اماں بیگم اس گھر میں وہ ناگن نہیں آئے گی میں اسے یہاں ہر گز نہیں رہنے دوں گی۔یمنہ بیگم کو جیسے ہی شہرین کی اس گھر میں آمد کا پتا چلا تھا اس نے واویلا مچا دیا تھا۔

ارے وہ کیا کہے گی تجھے چار ماہ کے لیے ہی آرہی ہے بچہ ہو جائے گا تو چلی جائے گی۔اماں بیگم نے کہا۔

معلوم نہیں وہ ابراہیم کا بچہ ہے بھی کہ نہیں اور آپ اسے سر پہ بٹھا رہی ہیں میں اس کا

وجود ہر گز برداشت نہیں کروں گی۔اس گھر میں وہ رہے گی یا میں۔وہ کہہ کر چلی گئ تھیں اپنے کمرے میں۔

اماں جان وہ آپ سے آکر یہیں مل لے گی اسے ہم دوسرے گھر میں ہی رکھیں گے یہ نہ ہو کہ یمنہ بچے کو کوئ نقصان ہی نہ پہنچادے۔عقلمندی اسی میں ہے کہ دونوں کو ایک دوسرے سے دور رکھا جائے۔بڑی بیگم نے کہا تھا۔

ہاں مگر میں اسے اکیلا نہیں چھوڑوں گی اس کے ساتھ ہی رہوں گی۔اماں بیگم نے کہا۔

جی ٹھیک ہے جیسے آپکا دل چاہے۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

***

ذوپاش بات سنو بیسٹی۔علینہ نے کلاس سے نکلتے ہوئے کہا۔

ہاں ہاں جلدی بولو کہیں تمھیں بدہضمی نہ ہو جائے اگر پیٹ میں رہ گئ بات تو۔ذوپاش نے اس کی اس عادت پر میٹھا ساطنز کیا تھا کیونکہ وہ ہر بات اسے بتاتی تھی حتیٰ کہ اس کے ہمسائیوں میں کل رات کیا بنا کے کھایا وہ بھی۔پتا نہیں اتنی معلومات وہ کہاں سے اکٹھی کر لیا کرتی تھی۔

ہاہاہا نہیں ہو گی بی کا ز بات تو تمھیں سنا کر رہوں گی۔ وہ ہنسی تھی۔

ہاں بتاؤ کل تمہارے پڑوس والی آنٹی کی بیٹی نے اپنے سسرال والوں کی کیا شکایتیں لگائیں، اور تمہارے گوالے کے ہاں بھینس کا بچہ پیدا ہونا تھا اسے تو کچھ نہیں ہوا ارے ہاں کوثر آنٹی کا بجلی کا بل کتنا آیا اور تمہاری کالونی میں کوئی کھڈا تو نہیں ہو گیا؟؟؟؟

ذوپاش نے دل کے مقام پر ہاتھ رکھ کر دل دہلا دینے والے انداز میں پوچھا تھا۔

تم میرا انداق اڑا رہی ہو؟؟؟ علینہ نے اپنی 0 نمبر گلاسز سے جھانکتے ہوئے کہا۔

میں نے تو آج تک پتنگ بھی نہیں اڑائی کجا کہ مذاق اور وہ بھی BBC Alina کا ۔اس نے کانوں کو چھوتے ہوئے کہا۔

اچھا آج میرے پاس نئی خبر ہے ہمارا ٹرپ جا رہا ہے۔ علینہ اس کا ہاتھ پکڑ کر چلتے ہوئے بولی۔

BBC Alizay !

آپکی یہ خبر پرانی ہو گئی ہے کیونکہ میں آپکے سامنے ہی سن چکی ہوں سو کوئی نئی خبر نشر کی جائے۔ وہ مکمل شرارت کے موڈ میں تھی۔

جی تو بات یہ ہے کہ ہماری کلاس کا ٹرپ جا رہا ہے ملتان سے بہاولپور تو میرا نہیں خیال کہ جانا چاہیے بہاولپور تو کئی بار فیملی کے ساتھ دیکھ چکے ہیں اب آپ اس پر کیا تجزیہ کرنا چاہیں گی۔علینہ نے ہاتھ کا مائک بنا کر اس کے منہ کے سامنے کیا۔

I think family and friends are not equal , feelings attached to both of them are totally different, we enjoy more with friends than family and other main point is that the place we saw with family is not worthable the fun is important we do and enjoy with friends. So we have to go to bless our memory .

اس نے بھی پھر انگلش تجزیہ کار بننا پسند کیا تھا۔

لو بہن تمھیں کس نے کہہ دیا کہ مجھے اردو سمجھ نہیں آتی۔علینہ نے اس کی انگریزی پر چوٹ کی تھی۔

ہاہاہا در اصل انگلش میڈیم بچے پھر عادی ہوتے ہیں ناں اردو تو وہ دس بارہ سال انگلش

میڈیم سکولز میں پڑھنے کے بعد بھول جاتے ہیں۔اس نے انگلش میڈیم میں پڑھنے کے باوجود اسی سسٹم پر گہرا طنز کیا تھا۔

پاکستان کا سب سے بڑا المیہ ہے کہ قومی زبان اردو ہے مگر تعلیمی نظام میں ہم انگلش میڈیم سکول میں بچوں کو تعلیم کے لیے بھیجتے ہیں اور پھر پرائی زبان سیکھتے سیکھتے ہمارے بچے قومی زبان کو ہی بھول جاتے ہیں یہاں خالص اردو بولنے والے کی کوئی عزت یا قدر نہیں ملے گی بلکہ اسے تو پڑھا ہوا بھی نہیں سمجھیں گے مگر جہاں کوئی ایک لفظ انگلش میں بول دے گا اس کے سامنے مرعوب ہو جائیں گے۔علینہ بھی سنجیدہ ہوئی تھی۔

اچھا تو ہم پٹڑی سے اتر گئے تھے اب اصل موضوع پہ آنا چاہیے۔ہم ٹرپ پر جا رہے ہیں اور خوب مستی کریں گے۔ذوپاش good سیڑھیوں پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ان کی چھٹی کا ٹائم تقریباً ہو چکا تھا۔

ہاں تم نے مجھے قائل کر لیا ہے اور میں تیار ہوں۔علینہ نے بھی پاس بیٹھنا ضروری سمجھا۔

وہ دونوں اب ارد گرد دیکھ رہی تھیں۔ان کے ڈرائیور گیٹ کے باہر آ کر ان کو کال کر

کے بلاتے تھے اور دونوں اب منتظر تھیں۔ یہ طریقہ ذوپاش نے نکالا تھا اور دونوں نے اپلائی کیا تھا۔

***

شہرین نے اپنی ساری جیولری اور فلیٹ کے کاغذات بینک میں رکھوا دیے تھے۔ اپنا سارا اسامان وہ پیک کر چکی تھی۔ آج شام کی اس کی فلائٹ تھی۔ وہ پریشان بھی تھی کہ سب کے ساتھ نئے ماحول میں ایڈجسٹ کیسے کرے گی اور پھر ابراہیم کی پہلی بیوی کے ساتھ۔ اس نے یہ رشتے بھلا کہاں دیکھے تھے۔ ماں تو تھی نہیں اس کے پاس نہ باپ موسی نے پالا تھا اسے اور اپنی بیٹی کو۔

شہرین کیا سوچ رہی ہو؟؟؟ ہارون نے اس کی زلفوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرتے ہوئے پوچھا۔

ہم دوبارہ کب ملیں گے ہارون؟؟؟ تم یہاں میرا کتنا خیال رکھتے ہو وہاں سب کیسے ہوں گے؟؟؟ شہرین نے اس کے کاندھے پر اپنا سر رکھا۔

زیادہ مت سوچو بس تصور کرو اس کے بعد کی دنیا تمہاری میری دنیا ہماری دنیا، کتنی

حسین ہو گی بس تم وعدہ کرو بچے کو جنم دیتے ہی دیکھو گی بھی نہیں کہیں تمہاری ممتا نہ جاگ جائے بس ہر پل یہ سوچنا کہ ہارون تمہارا منتظر ہے ہر دم۔ وہ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے بیٹھا تھا جبکہ دروازے کے پاس شہرین کا بیگ اور دوسرا سامان دھرا تھا جسے وہ سفر میں ساتھ لے جانے والی تھی۔

شہرین کے ہونٹوں پر مسکراہٹ رقص کر رہی تھی جو ہارون کو پاگل کر دینے کے لیے کافی تھی جبکہ پیچھے دیوار پر ابراہیم لاشاری کی تصویر فریم میں لٹکتی دکھائی دے رہی تھی جو کہیں پس منظر میں چلی گئی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

***

کتنا بد نصیب ہے میرا بیٹا ابراہیم ؟؟؟ نہیں بلکہ ہم ہی بد نصیب ہیں کہ تیری میت بھی نہ دفنا سکے کیسا مقدر لکھوا لایا تھا کہ جل کے مر گیا ہمیں تیرا جسد خاکی بھی نہ ملا کہ یہ بیچاری ماں آخری بار پر سکون چہرہ تو دیکھ ہی لیتی۔ اماں بیگم ہاتھ میں قرآن کا دل اٹھائے بیٹھی تھیں جسے ابھی تلاوت کرنے کے لیے اٹھایا تھا کہ بیٹے کی روح کو ثواب ہی بھیج دیں۔

وہ جس جہاز میں سفر کر رہا تھا اس کے حادثے میں کئی لوگ جل کر مر گئے تھے

کیونکہ انجن میں خرابی کے باعث فضا میں ہی جہاز کو آگ لگی تھی اور وہ کریش ہوا تھا۔

جو بچ گئے تھے وہ معجزاتی طور پر مرنے سے بچ گئے مگر یہ قلیل لوگ تھے اور ان

کو یہ حادثہ کوئی نہ کوئی زخم ہمیشہ کی یاد کے طور پر دے کر گیا تھا۔

***

وہ بہت لمبی مسافت کے بعد ملتان ائیر پورٹ پر کھڑی تھی سب سے پہلے اس نے

ہارون کو اطلاع دی تھی اپنے آنے کی اور پھر داؤد لاشاری کو کال کی تھی۔ داؤد لاشاری

اسے لینے خود آئے تھے۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اسلام علیکم! سفر میں کوئی دقت تو نہیں ہوئی۔ وہ انھیں تصاویر سے بھی زیادہ

خوبصورت دکھائی دے رہی تھی۔ ایسی خوبصورتی پر انکا بھائی کیوں نہ دل ہارتا۔

جی بس تھکاوٹ بہت ہو گئی ہے۔ اس نے داؤد لاشاری کی رعب دار پرسنالٹی کا جائزہ

لیا۔ وہ سرمئی رنگ کے کرتے شلوار میں اچھے لگ رہے تھے۔

ہاں اب ہم چلتے ہیں گھر میں مکمل آرام کرنے کا موقع ملے گا آپکو۔ انھوں نے ڈرائیور کو

بیگز گاڑی میں رکھنے کا اشارہ دیا۔ وہ دونوں بھی گاڑی کی طرف چلنے لگے۔

وہ سوچ رہی تھی کہ اب نیکسٹ پر اسس کیسا ہوگا؟؟ پونے گھنٹے کا سفر مکمل خاموشی سے گزرا تھا۔

***

تم جانتی ہو ہمارا ٹرپ تین دنوں کے لیے بہاولپور جا رہا ہے اور جگہیں بھی اناؤنس کر دی گئی ہیں۔علینہ نے بڑے جوش سے اسے بتایا تھا کیونکہ پہلے لیکچر میں وہ نہیں آئی تھی اور اس کی غیر موجودگی میں ٹرپ سے متعلق اناؤنسمنٹ ہوئی تھی۔

Wow , it's amazing tell me name ??

ذوپاش نے بھی جوش و خروش دکھایا تھا۔

ہم جائیں گے ان تین دنوں میں نور محل، دربار محل، دراوڑ فورٹ، ہیڈ پنجند اور بی بی جاوندی کے دربار پر۔اس نے باقاعدہ انگلیوں پر گن کر بتایا تھا۔

تمھیں پتا ہے بہاولپور پر دو سو سال سے زیادہ عرصہ تک عباسی خاندان نے حکومت کی تھی۔انھوں نے فن تعمیر میں گہری دلچسپی لی اور اس کا ثبوت دربار محل اور نور محل ہیں۔دربار محل کی تعمیر نواب بہاول خان پنجم نے 1904

میں کروائی تھی اور تب شروع میں اسے بہاول گڑھ کہا جانے لگا۔ یہ محل نواب کی بیگمات میں سے ایک کے ساتھ منسوب بھی کیا جاتا ہے۔ تمھیں پتا ہے یہ سرخ اور سفید امتزاج سے بنا ایک شاہکار ہے اس کے لیے سرخ اینٹوں کو استعمال کیا گیا۔ میرون ویلوٹ کے پردے باہر کی سرخ دیواروں کے ساتھ کنڑراس کر کے سجائے گ ئے اعلیٰ فرنیچر اور پینٹنگز تو ایسی جگہوں کی شان ہوتی ہیں۔اس نے سچ میں ہی اپنی باتوں سے علینہ کو سیر کروادی تھی۔

Wow , So beautiful I have lost myself in imagination after listening you .

علینہ نے تصور میں ڈوبے ہوئے کہا تھا۔

اور تمھیں پتا ہے نور محل کے بارے میں ایک حیران کن بات سنی تھی میں نے۔

ذوپاش نے سسپنس کری ایٹ کیا۔

اچھا کیا؟؟؟؟علینہ نے فوراً پوچھا۔

وہ یہ کہ نور محل کے نواب نے یہ محل جس بیگم صاحبہ کے لیے بنوایا تھا محترمہ نے

دیکھنے کے بعد وہاں رہنے سے ہی انکار کر دیا۔ذوپاش نے منہ بنایا کاش کہ وہ نواب اس بیگم کی بجائے اسے آفر کر دیتا۔

ہیں ں ں ں ں ں ں ں یں کیوں کوئی پاگل عورت تھی یا نخرے اتنے تھے ؟؟؟ ہائے اتنا بڑا محل ایسے کیسے چھوڑ دیا۔علینہ کو نواب صاحب پر ترس آیا تھا۔

اس خاتون نے یہ کہہ کر کے محل کے پیچھے قبرستان ہے محل کو ٹھکرا دیا۔ذوپاش نے انکشاف کیا تھا۔

کیاااااا پھر تو درست کیا۔علینہ نے پارٹی ہی بدل لی۔

اب چلو پہلے ہی ایک لیکچر لیٹ تھی دوسرا تمہاری باتوں میں مس کر دیا۔ذوپاش کو نجانے لیکچر مس ہونے کا غصہ تھا یا علینہ کے پارٹی بدلنے پر۔

دونوں بیگز اور فائنل اٹھا کر کلاس کی طرف دوڑیں۔

***

گاڑی روش پر آ کر رکی تھی۔ڈرائیور نے پہلے داؤد لاشاری کی طرف آ کر دروازہ کھولا۔ وہ باہر نکل گئے تو پیچھے بیٹھی شہرین کا دروازہ کھولا۔اماں بیگم استقبال کے لیے بڑی

بیگم کے ساتھ موجود تھیں۔ شہرین نے باہر قدم رکھا۔ آنکھوں پر سن گلاسز چڑھائے دھوپ بہت تیز تھی آخر ملتان شہر کی کرنیں اس پر پڑ رہی تھیں۔ اس نے کھلا ٹراؤزر اور ٹاپ پہن رکھا تھا جبکہ سٹالر گلے میں جھول رہا تھا۔ قد بھی ابراہیم کی طرح دراز تھا اس کے ساتھ کھڑی ہوتی تھی تو چار پانچ انچ کا فرق آتا تھا جو ہیل کے بعد غائب ہو جاتا تھا۔ پہلے کی نسبت اب جسم کچھ بھاری لگ رہا تھا آخر پریگنینٹ تھی۔ مگر شادی کی تصویروں میں اور حمل سے پہلے انتہائی سمارٹ تھی شائد اپنی سمارٹنس کے لیے کانشس رہتی تھی۔ گوری رنگت جیسے دھوپ میں تپ رہی تھی چند لمحوں میں۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

آیئے شہرین۔ داؤد لاشاری نے اسے آنے کا کہا۔

وہ اپنا پرس اٹھائے ان کے پیچھے پیچھے چلنے لگی۔ برآمدے میں پہنچ کر داؤد لاشاری کی تقلید کرتے ہوئے اس نے بھی سلام کیا۔ گلاسز بالوں میں اٹکائے تھے۔ شیریں بیگم اس کی گوری رنگت پر نیلی آنکھیں دیکھ کر لمحے بھر کو ٹھٹھکی تھیں۔ براؤن بال، نیلی آنکھیں اور گوری رنگت۔

ہائے میری بچی، ابراہیم نے ٹھیک نہیں کیا بہت جلد چلا گیا۔ اماں بیگم اسے گلے لگاتے ہی رو پڑی تھیں۔ اسے سمجھ نہیں آئی کہ کیا ریسپانس دے۔

اماں جان بس کریں بچی پریشان ہو رہی ہے اور تھکی ہاری آئی ہے پھر اس کی حالت
۔۔۔ حمل کے ساتھ ہے وہ۔ بڑی بیگم نے ہی اماں بیگم کو سنبھالا تھا اور شہرین نے
انھیں ممنون نظروں سے دیکھا۔

وہ لوگ اندر داخل ہوئے تھے۔اس کی نظریں لاشاری پیلس کی شان و شوکت کو دیکھ
رہی تھیں۔اس کی آنکھوں میں ستائش تھی۔

رضو بوا جوس لائیں۔جوس پی کے فریش ہو جانا اور پھر ریسٹ کرنا چاہو یا کھانا کھاؤ
تمہاری مرضی ہے۔شیریں بیگم نے کہا۔

میں ریسٹ کروں گی۔اسی بہانے ہارون سے بات بھی کرلوں گی۔اس نے سوچا۔

ہمارا تعارف تو ہو گا تم سے پھر بھی میں بتادوں میں داؤد لاشاری کی بیوی ہوں شیریں
نام ہے میرا اور پیلس کے لوگ مجھے بڑی بیگم کہتے ہیں بڑی بہو ہوں اس گھر کی۔باقی
لوگوں سے تمہارا تعارف رات کے کھانے پر ہو جائے گا کیونکہ لنچ تو سب نے کر لیا
ڈیڑھ بجے ہی۔رضو بوا جوس لے آئی تھیں۔

سلام چھوٹی بھابھی ابراہیم صاحب کی موت کا بڑا دکھ ہوا جی۔رضو بوا نے کہا۔

یہ ہیں ہماری شیف رضو بوا۔ بڑی بیگم نے اسکے جانے کے بعد بتایا۔ وہ جوس پیتے ہوئے سن رہی تھی۔

اماں جان پاس بیٹھیں اس پہ قربان ہوئے جا رہی تھیں۔

***

یمنہ بیگم شہرین کی آمد سے بے خبر تھیں اور اسے بے خبر ہی رکھا گیا تھا۔ اماں بیگم شہرین کے ساتھ ہی رہنا چاہتی تھیں جب تک کہ بچہ پیدا ہو جائے۔ اس لیے ابھی تک گھر میں سکون تھا مگر یہ بات پریشان کر رہی تھی کہ جب وہ ڈنر پر اس کا سامنا کرے گی تو صورتحال کیسی ہو گی۔

داؤد لاشاری سگار منہ میں ڈالے سوچ رہے تھے۔

سوچنے کے لیے بہت کچھ تھا مگر وہ اکیلے بھی کیا کیا سوچتے۔ بچے بھی ابھی چھوٹے تھے اور بھائی کے بعد بیٹا باپ کا زور بازو بنتا ہے۔

عالی جاہ اور عادل ابھی چھوٹے تھے اور دونوں کی عمروں میں بھی واضح فرق تھا۔ جو بھی کرنا ہے انھیں ہی کرنا ہو گا۔

***

وہ اداس چہرہ لیے اپنے کمرے میں کھلنے والی واحد کھڑکی میں کھڑی افق پر آفتاب سے روشنی مستعار لیے قمر کو تکنے میں اس قدر محو تھی کہ اپنے پیچھے اس کے قدموں کی چاپ کو بھی محسوس نہ کر سکی تھی۔

تم نے اپنی زندگی خود پر کیوں تنگ کر لی ہے جب سے آئی ہو اسی کمرے میں خاموش دنیا بسائے بیٹھی ہو۔اس کی بات پر اس نے چہرہ موڑ کر ایک نظر اسے دیکھا اور پھر اپنا مشغلہ جاری کر لیا۔

تم کچھ بولتی کیوں نہیں ہو؟ کیا ہوا تھا اس رات ؟؟؟ عینی نے چڑ کر پوچھا۔

کبھی دیکھا ہے تم نے کسی اپنے کی پیار بھری نظروں کو خود کے لیے بے یقین ہوتا، محبوب کی کانچ جیسی آنکھوں میں رقص کرتے شک کے ناگ کو کسی کی کہی گئی باتوں کی بجتی بین پر کسی کوٹھے پر پیروں میں باندھے گھنگروؤں کے ساتھ رقص کرتی طوائف کی طرح جھومتے اور لہراتے، تم نے محسوس کیا اپنے ہونٹوں کو قفس میں پھڑ پھڑاتے بے بس پنچھی کی مانند جب تمہارے پاس کہنے کو الفاظ زبان کی نوک پر قطار لگائے کھڑے ہوں، مگر تم حالت سکتہ میں ہو،نہ زندوں میں شمار ہو سکو اور نہ مردوں میں

تمھیں گنا جائے، اور تب تم پر صرف "زندہ لاش" کا گمان ہونے لگے۔ اس نے عینی کو بازو سے پکڑ کر بے دردی سے جھنجھوڑ ڈالا تھا۔

عینی حیران سی کھڑی اس کے الفاظ پر غور کر رہی تھی۔ وہ کمرے میں بچھے سرخ قالین پر ڈھے سی گئی تھی اور اب منہ پر ہاتھ رکھے بہت بری طرح سے رو رہی تھی۔

"""""میں ٹوٹ گئی ہوں، سنا تم نے

میری خوشیاں بھی اب روٹھ گئی ہیں، سنا تم نے

میرے خواب ریزہ ریزہ ہو گئے ہیں، سنا تم نے

میری امید کے دھاگے بھی ٹوٹ گئے ہیں، سنا تم نے"""""

وہ سسکتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ عینی اس کے قریب ہی بیٹھ گئی تھی اور پھر اسے گلے سے لگا کر کمر سہلانے لگی تھی۔ وہ اسے ریزہ ریزہ ہوتے دیکھ رہی تھی مگر اس کا دکھ جاننے میں دیر کر دی تھی۔

اس نے مجھ سے کہا :

"چاند داغدار ہے"

عینی صرف گہرا سانس لے کر رہ گئی تھی۔

***

ان کی کلاس کا ٹرپ تین دنوں کے لیے بہاولپور جا رہا تھا۔سب اسٹوڈنٹس بہت جوش سے تیاریاں کر رہے تھے۔ایک ہفتہ انھیں تیاریوں کے لیے دیا گیا تھا۔

جس سائٹ پر بھی انھوں نے جانا تھا اس جگہ کے متعلق انفارمیشن انھوں نے سب کے ساتھ شئیر کرنی تھی تاکہ ان جگہوں کو تاریخی حوالے سے بھی وہ جان سکیں۔اس طرح یہ ٹرپ کوئی عام ٹرپ نہیں تھا بلکہ "Activity Trip" ہونے جا رہا تھا۔

ذوپاش تو بے حد خوش تھی اور اپنے نالج کے لیے وہ ہسٹری کھنگال رہی تھی۔وہ جہاں بھی کوئی جگہ گھومنے جاتی تھی پہلے اس کی ہسٹری جاننے کا شوق رکھتی تھی۔ابھی بھی وہ اپنے لیپ ٹاپ پر کچھ سرچنگ کر رہی تھی۔جب علینہ اس کے پاس آئی تھی۔

سنو ذوپاش ہم فرید گیٹ ضرور جائیں گے شاپنگ کرنے اوکے ورنہ گول گپے تو ضرور کھائیں گے۔اس نے ذوپاش کے گلے میں پیچھے سے آ کر لاڈ سے بانہیں ڈالتے ہوئے کہا۔

You know what Bhawal pur is the 13th most populous city of Pakistan.

اسے پہلی بار پتا چلی تھی یہ بات اور وہ بہت حیران تھی کہ پہلے وہ اس شہر کی اہمیت سے واقف کیوں نہیں ہوئی کیوں اسے معمولی سمجھتی رہی تھی۔

ہیں ں ں ں ں س سچی۔علینہ اس کے ساتھ ہی بیٹھ گئی۔

ہاں اور تمھیں پتا ہے اس شہر کے بارے میں کیا کہا جاتا ہے:

"People come to stay here , Not to run away "

تمھیں پتا ہے بہاولپور میں داخل ہونے کے لیے سات گیٹ بنائے گئے تھے جن میں سے کچھ آج بھی موجود ہیں جیسے فرید گیٹ۔اس نے لیپ ٹاپ بند کیا۔

دونوں کو اب بھوک محسوس ہو رہی تھی۔ان کا ارادہ کینٹین جانے کا تھا۔

شکر ہے میرے پیٹ بھوک کی سروں پر ناچتے چوہوں کی آہ و پکار بھی تم تک پہنچی۔ اسے اٹھتا دیکھ کر علینہ نے شرارت سے کہا تھا۔

ہاہاہا۔میں بہت ایکسائٹڈ ہوں کیا بتاؤں۔ذوپاش نے مسکراتے ہوئے کہا۔

***

شہرین نے فریش ہونے کے بعد ایک گھنٹہ ہارون سے گپ شپ لگائی تھی اور اس کے بعد نینداس پر حاوی ہونے لگی تو سو گئی تھی۔ بانو بیگم اسے ڈنر کے لیے اٹھانے آئی تھیں۔ وہ منہ ہاتھ دھو کر ڈنر کے لیے آئی تھی۔

Hi ! How are you every body ??

ڈنر ٹیبل پر بیٹھے بچوں نے شوق سے اس خوب صورت خاتون کو دیکھا تھا۔

یہ تو وہی bad aunty ہیں جنھوں نے میرے پاپا چھین لیے۔ فارحہ اسے پہچانتے ہی چلائی تھی۔

What are you saying Fariha???

ثمن نے اسے ٹوکا تھا۔

I am right Suman API.

فارحہ نے کہا۔

فارحہ کتنی بری بات ہے، چھوٹی بھو پھی تمیز سکھائے ہے بچی کو تم نے۔ اماں بیگم نے

ناراضگی سے کہا۔

تو اماں جان اس نے جو کہا غلط تو نہیں ہے۔یمنہ بیگم نے نخوت سے کہا۔

تم دونوں ماں بیٹی تمیز ہی بھلا بیٹھی ہو مہمانوں کے ادب و آداب بھی نہیں یاد اور یہ گھر ہے اس کا بھی۔اماں بیگم نے اچھے سے کلاس لی تھی۔

شہرین اس بات پر کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی جبکہ یمنہ بیگم اٹھ کر جانے لگی تھیں۔

تمھیں نہیں معلوم کہ کھانے کی بے ادبی نہیں کرتے۔داؤد لاشاری کی آواز پر وہ بیٹھ گئی تھیں۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

یہ عورت یہاں کیوں آئی ہے بھابھی؟؟؟ کھانے کے بعد یمنہ بیگم نے بڑی بیگم سے استفسار کیا۔

کچھ ماہ کی بات ہے اس کے بچے کی پیدائش ہونے دو اور ویسے بھی وہ مستقل بھی یہاں رہیں تو تمھیں کیوں پرابلم ہے وہ بے ضرر سی تو ہے۔انھوں نے کہا۔

سوتن سوتن ہوتی ہے رفیق ہوتی ہے اور وہ بھی اس میں حصہ دار بن جاتی ہے جس پر صرف آپکا حق ہوتا ہے اور دنیا میں عورت کا حق،اس کا وارث،شادی کے بعد سب کچھ

اس کا شوہر ہی تو ہوتا ہے اور اسے ہی جب بانٹنا پڑ جائے خیر آپ پر نہیں بیتی۔ وہ اٹھ کر چلی گئ تھیں۔

اب تو وہ بھی نہیں رہا جس نے شہرین کو حصہ دار۔ بنایا تھا۔ وہ سوچ کر رہ گئ تھیں۔

***

علینہ اور ذوپاش ملتان کی اعلیٰ یونیورسٹی میں لٹریچر پڑھ رہی تھیں دونوں بی ایس انگلش کے چوتھے سال میں تھیں۔ ان کی ٹرپ کے حوالے سے ساری تیاری مکمل تھی۔ بالآخر آج انکا ٹرپ جا رہا تھا۔ ان کی کلاس میں لڑکیاں زیادہ تھیں اور کل تعداد تیس کے قریب تھی اوپر سے سیکشن بھی ایک ہی تھا۔ وہ دونوں اپنی ہی دنیا میں مگن رہتی تھیں۔

ان کی آج کی منزل نور محل تھی۔ انھوں نے وہاں کی سیر کرنی تھی۔ تمام لڑکے لڑکیاں محو گفتگو تھیں جب میڈم ماریہ نے انھیں مخاطب کیا :

Excuse me every one!

کیا کوئی اسٹوڈنٹ ہے آپ میں کہ ہم سب کو بہاولپور کی ہسٹری بتا سکے ؟؟؟؟

Yes mam , I want to say .

علینہ نے مسکراتے ہوئے اپنے ساتھ بیٹھی ذوپاش کو دیکھا اور سیٹ سے کھڑی ہوئی۔

ان کی بس بہاولپور شہر میں داخل ہو چکی تھی۔اسی نسبت سے سوال کیا گیا تھا۔

سب نے تالیاں بجائیں اور ہوٹنگ کی تھی۔

بہاولپور پاکستان کا ایک قدیمی شہر ہے اسے "نوابوں کا شہر" بھی کہا جاتا ہے کہیں اسے پاکستان کا تیرہواں اور کہیں بارہواں بڑا شہر بتایا گیا ہے۔یہ شہر دریائے ستلج کے بائیں کنارے پر پشاور کراچی ریلوے لائن پر واقع ہے اس شہر کی بنیاد سندھ کے داؤد پوتا خاندان کے دوسرے حکمران محمد بہاول خان نے رکھی تھی۔اسی وجہ سے اسے بہاولپور کے نام سے پکارا جاتا ہے۔یہ حکمران خاندان عباسی خاندان بھی کہلاتا ہے۔اس نے اپنی بات ختم کی۔

Brilliant, superb information .

میڈم ماریہ نے اسے داد دی۔

اب ہم لوگ نور محل پہنچ چکے ہیں سب لوگ ڈسپلن کا خاص خیال رکھیے گا کیونکہ یہ

جگہ پاکستان کی فوج خرید چکی ہے اور فوجی ڈسپلن کا بہت خیال رکھتے ہیں۔ان کے ایک پروفیسر نے کہا تھا۔

ہائے یار فوجی۔۔۔۔۔علینہ نے باہر جھانکتے ہوئے کہا تھا۔

وہ سب بس سے اتر کر اندر جانے کے انتظار میں تھے۔

نور محل 1872 میں تعمیر کروایا گیا تھا یہ محل برطانوی راج کے دوران شاہی ریاست کے نواب صادق خان نے اپنی اہلیہ کے لی تعمیر کروایا تھا۔دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ محل دال ماش اور چاول کی آمیزش والے گارے سے بنایا گیا۔اس یادگار نور محل کو فوج پاکستان خرید چکی ہے اور اس کے سفید و سیاہ کی مالک ہے۔اور مزے کی بات یہ ہے کہ یہ محل جس اہلیہ کے لیے بنوایا تھا اس نے ایک رات محل میں گزاری اور بالکنی میں سے نظر آتے قبرستان کی وجہ سے ٹھکرا کر چلی گئ۔میڈم فوزیہ نے بتایا۔

آجائیں ہم نے پرمیشن مانگ لی ہے اندر جانے کی۔ان کے پروفیسر ز نے آکر کہا تھا۔

نور محل کی جگہ یہ سفید محل کہلواتا ہے ناں۔علینہ نے نور محل کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

ہاں تو تھوڑا پہلے آجاتی تم دنیا میں اور پھر صادق خان چہارم کو مشورہ دے دیتی۔ذوپاش

نے اس پر چوٹ کی۔

وہ سب دونوں طرف پھیلے سبزے کے میدانوں کے درمیان بنی روش پر چل کر اب محل میں انٹر ہوئے تھے۔

نور محل اندر سے بہت خوب صورت ہے یار ادل چاہتا ہے ناں کہ اس دور میں تھوڑا سا جی لیں۔ سب نے اپنی اپنی پکس بنائی تھیں۔

اب وہ لوگ ان کمروں میں داخل ہوئے جو کھلے ہوئے تھے۔ان میں ایک بیڈروم بھی تھا جو آج بھی ویسے ہی سجا ہوا تھا جیسے اس دور میں۔ مختلف لباس بھی لوگوں کو دکھانے کے لیے شیشے کی الماریوں میں رکھے ہوئے تھے۔ نوابوں کی ہسٹری اور برصغیر سے متعلق تصاویر لگائی گئی تھیں۔ مختلف زیورات اور ہتھیار بھی سجے پڑے تھے نمائش کے لیے۔ وہ تسلی سے ایک ایک چیز دیکھنے اور پکس بنانے کے بعد باہر نکلے تھے اب لان میں بیٹھے ڈسکشن کر رہے تھے۔ انھیں فریشمنٹ میں سینڈوچز اور جوس دیے گئے تھے۔

اگلا سپاٹ ابھی سٹاف نے اناؤنس نہیں کیا تھا۔

***

شہرین بیٹا جلدی سے تیار ہو جاؤ آج ہاسپٹل جا کر چیک اپ کروانا ہے تمہارا اور پھر تم کچھ کھاتی پیتی بھی نہیں ہو۔اماں جان نے کہا۔

اماں جان مجھے کہیں نہیں جانا اور کچھ کھانے کو دل نہیں چاہتا میرا۔شہرین نے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگایا۔

ایسے کیسے تمہارا بچہ کیسے نمو پائے گا کوئی لاپرواہی نہیں چلے گی۔بڑی بیگم نے اس کی بات کے جواب میں کہا تھا۔

میں موٹی ہو جاؤں گی پہلے بھی میری جسامت دیکھیں آپ۔وہ روہانسی ہوئی تھی۔

ہاہا یہ سب تو ہوتا رہتا ہے بعد میں وزن کم ہو جائے گا فکر مت کرو۔اور اب جلدی کرو۔اماں بیگم نے کہا۔

وہ اور بڑی بیگم تیار ہو کر نیچے آئیں۔

کہاں جا رہی ہیں آپ بھابھی بیگم ؟؟یمنہ بیگم نے دونوں کو باہر نکلتے دیکھ کر پوچھا۔

ہاسپٹل اور کہاں۔

کیسی ہیں یمنہ ؟؟؟اس نے خوشدلی سے پوچھا۔

بہت بری۔وہ اسے کھانے کو دوڑی۔

یمنہ تمیز بھول گئی ہو تم۔اماں بیگم نے غصے سے کہا۔

بس اماں آپکو تو میں شروع سے ہی زہر لگتی ہوں۔وہ روتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔

اماں بیگم صرف خاموش اسے جاتے دیکھتی رہیں۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

***

نور محل دیکھنے کے بعد وہ لوگ فرید گیٹ آئے تھے۔علینہ اسے زبردستی یہاں لائی تھی ۔بہاول پور میں انھوں نے اپنی تعداد کے لحاظ سے ہوٹل میں کمرے بک کروائے تھے ۔ہر کمرے میں چار چار لڑکیاں تھیں۔ تین گھنٹے کی بریک کے بعد اگلے سپاٹ پر جانا تھا ۔

وہ دونوں کب سے شاپنگ کر رہی تھیں؟؟؟علینہ نے ڈریسز خریدے تھے جبکہ ذوپاش نے صرف ایک کھسہ اور فراک خریدی تھی۔اب دونوں گول گپے کھانا چاہتی

تھیں مگر انھیں شاپ ڈھونڈنے میں دقت ہو رہی تھی۔

ارے وہ رہی شاپ اور ہم اس طرف ڈھونڈھ رہے ہیں۔وہ اچانک پیچھے مڑی تھی اور اس کا پیر پیچھے کھڑے شخص کے پیر پر غلطی سے آیا تھا۔

Are you blind? None sense .

وہ چلایا تھا اس کے پیچھے دیکھنے پر۔

کیاہوا؟؟؟علینہ نے پوچھا۔

میرا جوتا تم نے گندا کردیا ہے اسے صاف کون کرے گا؟؟؟اس نے ابرو اچکا کے علینہ سے پوچھا۔

علینہ نے اس کے سیاہ بوٹ کو گندا کردیا تھا اتنی اچھی پالش وہ انجانے میں گندی کر چکی تھی۔

So sorry please .

علینہ نے معذرت کی تھی۔

اسے صاف کرو۔اس نے حکم دیا۔

من میں۔کیسے کروں؟؟؟اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ذوپاش پتا نہیں کہاں تھی۔

اپنے دوپٹے سے۔اس نے مشورہ دیا۔

کیا!!!؟؟؟وہ اس کے خوب صورت سراپے کو دیکھ رہی تھی۔وہ اپنی گاڑی کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا تھا اور اس کے کچھ دوست بھی ساتھ ہی کھڑے تھے۔وہ بھری محفل میں مذاق بننے والی تھی مگر یہ ذوپاش کہاں تھی اس نے آنکھیں میچیں اور نیچے بیٹھنے ہی لگی تھی جب کسی نے اس کا بازو پکڑ کر ایک طرف دھکیلا۔

ذوپاش اس سے چند قدموں کے فاصلے پر سب دیکھ چکی تھی۔اس نے بازو پکڑ کر علینہ کو ہٹایا اور خود اس گھمنڈی شخص کے قدموں۔یں بیٹھی اور ہاتھ میں پکڑے رومال سے بوٹ پر سے مٹی صاف کی۔کوئی بھی ذہنی طور پر ابھی تیار نہیں تھا سچویشن سمجھنے کے لیے سب کچھ اتنا جلدی ہوا تھا۔

Who are you ?

جس کی غلطی ہے اسے صاف کرنا چاہیے تھا تاکہ آئندہ ایسی غلطی نہ دہرائے۔اس نے گاڑی کی ٹیک چھوڑتے ہوئے کہا۔

دوست ہوں اس کی اور تمہارے دوستوں کی طرح نہیں کہ کھڑے ہو کر تماشا دیکھوں اگر یہ مخلص ہوتے تم سے تو اب تک تمہارا جوتا صاف کر چکے ہوتے۔وہ اٹھی اور اس کے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔نیلی آنکھوں نے بھوری آنکھوں میں دیکھا تھا بڑے اعتماد سے اور گلابی لب مسکرائے تھے دایاں ابرو اٹھا تھا۔

دیکھتے ہی دیکھتے وہ دونوں جیسے آئی تھیں ویسے ہی ان کی نظروں سے اوجھل ہوئیں۔

تم سیریس مت لینا اس کی باتوں کو۔اس کے دوستوں میں سے ایک آگے آیا۔

اس نے بائیں ہاتھ سے اسے کچھ کہنے سے باز رکھا۔

***

اب تم خاموش کیوں ہو علینہ ؟؟؟وہ لوگ فرید گیٹ سے باہر نکل آئیں بغیر گول گپے کھائے۔

مجھے بہت دکھ ہوا اس کا attitude دیکھ کے۔وہ ایسا کیسے کر سکتا ہے۔علینہ روہانسی ہوئی۔

روتو ایسے رہی ہو جیسے تمہارے ماموں کا بیٹا تھا۔اور تمہارا اس سے رشتہ ہونے والا ہو۔

ذوپاش نے اسے ہنسانے کے لیے کہا۔

You know who was he ??

نہیں۔اس نے یک لفظی جواب دیا۔

عالیان داؤد۔وہ دکھ سے بولی۔

وہ تمہارا کرش عالیان داؤد اف یار یہ تمہاری فرسٹ میٹنگ تھی ہاہاہاہا وہ پیٹ پر ہاتھ رکھ کے جھکی۔علینہ نے اسے ہنستے ہوئے دیکھا۔

تم کیوں اتنی خوش ہو رہی ؟؟؟اس نے شاپنگ بیگز ذوپاش کو مارے۔

اب تو کبھی " Aaliyan Dawood , The Great "کا نام نہیں لو گی بلکہ یاد بھی نہیں کروگی. so sad اس نے مذاق اڑایا۔

ہونہہ " Aaliyan Dawood, The Great "وہ پھر سے دکھ میں چلی گئی۔

ذوپاش نے سر ہلایا نفی میں اسے دیکھ کے اور پھر رکشے والے کو بلایا۔انھیں ہوٹل پہنچنا تھا۔

***

وہ دونوں ابھی ابھی ہاسپٹل سے لوٹی تھیں۔اماں جان بے تابی سے ان کا انتظار کر رہی تھیں۔وہ دونوں آتے ہی سلام کر کے صوفے پر بیٹھ گئی تھیں۔

رضو بوا جوس لاؤ۔اماں بیگم نے آواز لگائی۔

کیا کہا ڈاکٹر نے بہو؟؟اماں جان نے پوچھا۔

ڈائیٹ چارٹ بنا کر دیا ہے اور ریگولر چیک اپ کا کہا ہے ڈاکٹر نے اور یہ بھی کہا ہے کے ہمیں اس کا بہت خیال رکھنا ہو گا تا کہ بچہ صحت مند اور تندرست رہے۔وہ مسکرا کر بولیں۔

بس آج سے مجھے میری شہرین بیٹی کے کمرے میں ہی شفٹ کر دو میں یہیں رہوں گی اس کے ساتھ اور بہت خیال رکھوں گی اپنی بیٹی کا۔وہ اسے پیار کرتے ہوئے بولیں۔

ارے نہیں اماں (ہارون سے میں بات کیسے کروں گی)۔اس نے سوچتے ہوئے کہا۔

کیوں؟؟؟اماں جان نے پوچھا حیرت سے جبکہ بڑی بیگم دونوں کی باتوں سے لطف اندوز ہو رہی تھیں۔اماں جان نے پہلی دونوں بہوؤں کو کبھی منہ سے بیٹی نہیں کہا تھا

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

مگر برتاؤ بیٹیوں والا ہی کیا تھا۔اور آج شہرین کو انھوں نے بیٹی پکارا تھا۔

کیونکہ آپ میری وجہ سے تنگ ہوں گی ناں اور آپ کو اس پر عمر میں آرام کی ضرورت

ہے۔اس نے ان کے ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔

ناں بہو میری خوشی ہے اس میں۔اماں بیگم نے کہا۔

جیسے آپ کی مرضی۔اس نے ہار مانتے ہوئے کہا۔

گفتگو کے دوران وہ جوس ختم کر چکی تھیں۔

اب میں آرام کر لوں ذرا۔وہ اٹھ کر اپنے کمرے (جو دوسری منزل پر تھا) میں چلی گئی۔

جبکہ بڑی بیگم اماں جان کا بستر شہرین کے کمرے میں سیٹ کروانے چلی گئیں۔

نور محل دیکھنے کے بعد وہ لوگ دربار محل گئے تھے جسے بہاول خان پنجم نے 1905

میں بنوایا تھا ابتدا میں اسے مبارک محل کا نام دیا گیا۔یہ محل بھی اپنی مثال آپ ہے۔

مگر وہاں انھوں نے زیادہ ٹائم نہیں لگایا تھا نور محل اس کے مقابلے میں انھیں زیادہ پسند

آیا تھا۔فوٹو گرافی کے بعد وہ لوگ واپس ہوٹل آئے تھے اور اب کھانے کے بعد سب

گارڈن میں بیٹھے تھے۔

کیا خیال ہے کوئی گانا، کوئی شاعری ہو جائے. سب لڑکیوں نے فرمائش کی۔

ہاں ہاں ضرور اور پتا ہے شروعات تو ذوپاش ہی کرے گی اس کی آواز بہت اچھی ہے۔

علینہ نے کہا تھا۔

ذوپاش نے اسے گھوری ڈالی۔

پلیززززززز سب نے کورس میں کہا۔

اوکے۔ سب نے اس کے گرد دائرہ بنالیا۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

***

وہ اپنے دوستوں سمیت بہاولپور آیا ہوا تھا۔ اس وقت وہ سب اس کی نیو ماڈل پراڈو میں بیٹھے تھے۔

کس ہوٹل میں بکنگ کروائی تھی؟؟ اس نے ٹریفک کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

وہیں جہاں ہم آتے جاتے رہتے ہیں ہمیشہ۔ ساتھ بیٹھے دوست نے کہا۔

یعنی مانی کے ہوٹل میں۔اس نے اپنے ایک اور دوست کا نام لیا تھا۔

ہاں ہاں وہیں۔اس نے تائید کی۔

کچھ دیر بعد وہ گاڑی پارکنگ میں کھڑی کر کے نکلے تھے۔اس کے دوست آگے آگے چل رہے تھے اور وہ پیچھے تھا۔چلتے ہوئے اس نے ایک ہاتھ جیب میں ڈال رکھا تھا اور دوسرے ہاتھ میں سیل تھا جو پہلو میں گرا ہوا تھا۔اس کی نظریں ہوٹل کے دونوں اطراف میں پھیلے سبزہ زار میں بیٹھے لوگوں کا جائزہ لے رہی تھیں۔اچانک اس کی نظر ایک کونے میں پڑی جہاں کچھ لڑکے لڑکیوں کے گروپ نے دائرہ بنا رکھا تھا وہ قدرے اندھیرے میں تھے جبکہ وہ پری پیکر درمیان میں بیٹھی تھی اس پر پیلے بلب کی روشنی پڑ رہی تھی۔وہ چلتے ہوئے ان کے تھوڑا قریب ہوا تھا۔

اسے ایک لمحے کو نیلی آنکھیں یاد آئی تھیں۔

***

چلو اب جلدی سے شروع ہو جاؤ۔سب نے تالیاں بجائیں۔

میں غزل گنگناؤں گی او کے۔ذوپاش کی آواز اس کے کان میں پڑی تھی۔

اوکے اوکے۔انھوں نے کورس میں کہا۔

اس نے گلہ کھنکھارنے کے بعد غزل شروع کی:

عشق تو ایک کرشمہ ہے، فسوں ہے، یوں ہے

یوں تو کہنے کو سبھی کہتے ہیں، یوں ہے، یوں ہے

جیسے کوئی درِ دل پر ہو ستادہ کب سے

ایک سایہ نہ دروں ہے، نہ بروں ہے، یوں ہے

تم محبت میں کہاں سود و زیاں لے آئے

عشق کا نام خِرد ہے نہ جنوں ہے، یوں ہے

اب تم آئے ہو میری جان تماشا کرنے

اب تو دریا میں تلاطم نہ سکوں ہے، یوں ہے

تو نے دیکھی ہی نہیں دشت وفا کی تصویر

نوکِ ہر خار پے اک قطرۂ خوں ہے، یوں ہے

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Poetry|Urdu

ناصحا تجھ کو خبر کیا کہ محبت کیا ہے

روز آجاتا ہے سمجھاتا ہے کہ یوں ہے، یوں ہے

شاعری تازہ زمانوں کی ہے معمار فراز

یہ بھی اک سلسلۂ کن فیکوں ہے، یوں ہے

وہ اپنی میٹھی آواز میں گنگنائی تھی۔ سردی کا موسم تھا۔ماحول میں خنکی چھائی ہوئی تھی ۔7 بجے ہی آسمان نے کالی چادر اوڑھ لی تھی۔ تمام لوگوں پر عجیب سی کیفیت طاری تھی۔اس کی حالت بھی کچھ ایسی ہی تھی نجانے ماحول کا اثر تھا یا اس کی آواز میں ہی سحر تھا۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ارے تم یہاں کیا کر رہے ہو کھڑے ہوئے۔مانی اس کو گلے لگاتے ہوئے بولا تھا۔

کچھ نہیں چلو اندر چلیں۔دونوں اندر کی طرف چلنے لگے۔

اچھا بتاؤ دن کیسا رہا؟؟؟مانی نے پوچھا۔

عجیب تھا۔اسے وہی نیلی آنکھیں بھوری آنکھوں میں دیکھتی ہوئی محسوس ہوئیں۔

کیا کھاؤ گے؟؟؟مانی نے پوچھا۔

ابھی صرف آرام کروں گا میرے روم کی چابی دو۔وہ چابی لے کر اپنے کمرے میں آیا تھا جس دوسری منزل پر تھا۔

کمرے میں آ کر اس نے سب سے پہلے ڈور لاک کیا اور نائٹ ڈریس پہنا۔اب عادت کے مطابق کھڑکی میں آن کھڑا ہوا تھا۔

اس کی نظروں میں وہی کونا آیا تھا۔وہ ہاتھ باندھے اس منظر کو دیکھنے لگا۔

***

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اچھا پلیز ایک اور۔سب نے دوبارہ فرمائش کی۔

بالکل نہیں۔اس نے صاف منع کیا۔

اچھا مان جاؤ بچوں کی بات۔میڈم ماریہ نے کہا۔

صرف آپ کے کہنے پر میم۔ذوپاش مسکرائی تھوڑی پر ڈمپل بھی جیسے کھل اٹھا تھا۔

وہ پھر سے گنگنانا شروع ہوئی:

کہا تھا نا

زیادہ دور مت جانا

زیادہ دور جانے سے روابط ٹوٹ جاتے ہیں

روابط ٹوٹ جائیں تو تعلق چھوٹ جاتے ہیں

تعلق چھوٹ جائیں تو بہت تکلیف ہوتی ہے

بہت تکلیف ہوتی ہے تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں

تمہیں تو بھیگتی آنکھیں بہت تکلیف دیتی تھیں

NEW ERA MAGAZINE.com

مگر اب کیوں مرے آنسو تمہیں پاگل نہیں کرتے

کہا تھا نا؟؟؟

دور مت جانا

زیادہ دور جانے سے کوئی مر تو نہیں جاتا

مگر آہستہ آہستہ

کوئی بہتے ہوئے آنسو بھی پینا سیکھ جاتا ہے

اکیلا آدمی اک روز جینا سیکھ جاتا ہے

کہا تھا نا۔

علینہ نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگایا تھا۔اس پل عالیان داؤد کو دو پہر والی بات یاد آئی تھی:

دوست ہوں اس کی۔

وہ کھڑکی سے ہٹا تھا اور بیڈ پر آکر لیٹا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں نینداس پر حاوی ہو گئ تھی۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

***

ناشتے کے لیے وہ سب نیچے آئے تھے ایک طرف ان سب کا اسٹاف کے ساتھ کھانے کا انتظام کیا گیا تھا۔ تمام لوگ اپنی اپنی ٹیبلوں پر بیٹھے ناشتے کا انتظار کر رہے تھے۔ ناشتہ انھیں ہیوی ملا تھا آلو، انڈے اور مولی کے پراٹھوں کے ساتھ گرم گرم چائے تھی اور حلوہ پوری کا بھی انتظام تھا۔

یار کتنے لذیذ پراٹھے ہیں، مزہ ہی آگیا۔علینہ نے چائے کی آخری چسکی بھری۔

ذائقہ وہ نعمت ہے جو ہر کسی کے پاس نہیں ہوتی۔ذوپاش نے میڈم ماریہ کی بات سن کر

سر ہلایا۔

کسی چیز کی ضرورت ہے آپ کو تو بتا دیں میں منگوا دوں۔ میڈم نور نے ان کی ٹیبل پر آ کر پوچھا۔

نہیں میم شکریہ۔ سب نے کہا اور اٹھتے گ ۓ۔

اب انھیں تھوڑی دیر میں نکلنا تھا۔

***

عالیان داؤد! ناشتے کے لیے نیچے آئیں گے آپ یا ناشتہ اوپر آ ۓ آپ کے پاس۔ مانی نے مسکراتے ہوۓ دروازہ بجایا۔

نہیں میں نیچے چل رہا ہوں۔ وہ تیار ہو کر باہر نکلا تھا۔ اس کا رخ نیچے ہال کی طرف تھا جہاں کھانے کے ٹیبلز لگے تھے۔

وہ آگے آگے چل رہا تھا جبکہ باقی دوست اس کے پیچھے چل رہے تھے۔ اچانک وہ رکا تھا اور دو قدم پیچھے ہوا۔

خیریت۔ ظہیر نے پوچھا تھا۔

یہ کیا رش ہے کل سے لگا ہوا ہے کون لوگ ہیں ؟؟؟اس نے ہلکی سی گردن موڑ کر پوچھا۔

یہ ملتان یونی ورسٹی کا ٹرپ آیا ہوا ہے تین چار دنوں کے لیے پھر یہیں پہ سٹے کیا ہوا ہے ۔مانی نے جواب دیا۔

Excuse me ! Side please .

عالیان کو ایک نسوانی آواز سنائی دی تھی۔وہ شاید کچھ جلدی میں تھیں۔

آہستہ یارا۔ذوپاش ان کو بغیر دیکھے تیزی سے دھکیلتے ہوئے باہر نکلی تھی۔اس پر علینہ نے اسے ٹوکا۔

عالیان اپنے دھکیلے جانے پر ششدر تھا۔

کہاں جا رہے ہیں یہ لوگ ؟؟ ظہیر نے پوچھا۔

بیبی جاوندی کے دربار سننے میں آیا ہے۔خیر چلو۔مانی آگے بڑھ گیا۔

بی بی جاوندی کے دربار۔۔۔۔ہونہہ۔اس نے دونوں ہاتھ پینٹ کی جیب میں ڈالے اور اپنی پسندیدہ ٹیبل پر پہنچ گیا۔

***

شہرین کے کمرے میں اماں جان شفٹ ہو گئ تھیں وہ اب ہارون سے بات نہیں کر سکتی تھی جیسے پہلے آزادی کے ساتھ کر رہی تھی۔

دو چار دنوں سے اس کی بات نہیں ہو رہی تھی۔اب ہارون اس بات پر ناراض تھا۔اس نے صاف صاف شہرین کو کہہ دیا تھا کہ

You are avoiding me .

میں نے غلطی کر دی ہے تمھیں پاکستان بھیج کر۔

اتنا کہہ کر اس نے فون بند کر دیا تھا۔تب سے وہ ٹیرس میں ٹہل رہی تھی اور بار بار اس کا نمبر ملا رہی تھی۔

شہرین بیٹا کیا کر رہی ہو تھک جاؤ گی اتنا چل چل کے چلو بیٹھ جاؤ۔اماں جان نے ٹیرس میں آکر کہا تھا۔

اماں جان۔۔۔۔۔وہ انتہائ غصے میں پلٹی تھی:

میری اتنی فکر نہ کیا کریں اور سارا دن تھک جاتی ہوں لیٹ لیٹ کے۔ابھی ایک

دوست سے بات کرنی ہے۔آجاؤں گی تھوڑی دیر میں۔اس نے آواز میں شرینی گھولتے ہوئے کہا۔

ٹھیک ہے مجھے تو نیند آئی ہے ٹائم پر سو جانا۔وہ اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے چلی گئیں۔

***

ہارون کا فون بار بار بج رہا تھا۔اس کا شکوہ رنگ لایا تھا۔فون کا بار بار بجنا شہرین کی تڑپ کو واضح کر رہا تھا۔

دسویں بیل پر اس نے کال اٹینڈ کی :

ہارون ! ایسے بھی کوئی کرتا ہے کیا؟؟؟ میں پریشان ہو گئی تھی۔اس نے چھوٹتے ہی کہا
۔

اچھا کیا کیا میں نے ؟؟؟ صرف تھوڑی دیر انتظار کروایا مگر تم اتنے دنوں سے کیا کرتی پھرتی ہو؟؟؟ ہارون نے حساب لینا چاہا۔

اوہ ہارون صاحب اب معاف کردیں مجھے آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔اس نے ہنسی دبائی۔

ہنس رہی ہو ناں تم۔ہارون نے کہا۔

تمھیں کیسے پتا چلا۔وہ حیران ہوئی تھی۔

بس دیکھ لو ہارون کی محبت ہے ناں۔وہ مسکرایا۔

اچھااااااا۔اس نے اچھا کو کھینچا۔

اچھا میں تو شادی کی شاپنگ شروع کر رہا ہوں بہت ایکسائٹڈ ہوں میں۔ہارون نے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگایا۔

اتنی جلدی ابھی تو مجھے ساتواں ماہ لگا ہے۔دن جیسے پر لگا کے سر رہے تھے۔

ہاں تو ہارون کی پہلی شادی ہے ہر چیز زبردست ہونی چاہیے۔

دونوں رات گئے تک بات کرتے رہے تھے۔

***

ان کی بس ایک طرف کھڑی تھی۔تمام لوگ ادھر ادھر پھیلے ہوئے تھے۔کوئی تصاویر بنا رہی تھیں تو کوئی دعا مانگنے میں مصروف تھا۔

اتنے میں پراڈو نیا ماڈل گاڑی دھول اڑاتے ہوئے آن رکی تھی۔

علینہ بس کرو یار آتے ہی دعا مانگتے ہیں مگر تم نے پکس بنانی شروع کر دی۔

اچھا ناں تمھیں پتا ہے میں نے status لگانا ہوتا۔آجکل کے لڑکے لڑکیوں کا اولین کام۔

اوہ۔میں جا رہی ہوں دعا مانگنے۔اس نے کہا۔

کیوں روز نماز میں نہیں مانگتی؟؟؟علینہ نے پوچھا۔

مانگتی ہوں مگر یہ وسیلے تو ہر وقت میسر نہیں آتے۔اس نے بڑے پتے کی بات کی تھی۔

عالیان کی ان کی طرف کمر تھی مگر باتیں سب سن رہا تھا۔

"تمھیں پتا ہے ہم دنیا والے جب کسی بڑے آدمی کے پاس کسی کام کے لیے جاتے ہیں تو چھوٹے چھوٹے وسیلے ڈھونڈتے ہیں مگر خدا کے پاس وہی گناہگار منہ اٹھا کر چلے جاتے ہیں جب ہم پروردگار کے پاس اپنی درخواست اس کے محبوب بندے کو وسیلہ بنا کر بھیجتے ہیں تو ہماری بات ٹالی نہیں جاتی پتا ہے کیوں کیونکہ خدا بھی اپنے بندوں کی طرح اپنے لاڈلوں کی باتوں پر کن کہنے سے گریز نہیں کرتا"

اتنی سی عمر میں وہ کتنی گہری بات کہ گئی تھی۔

میں جا رہی ہوں میسر وسیلے سے استفادہ کرنے۔وہ مسکرائی تھی ٹھوڑی کا ڈمپل واضح ہوا تھا۔

ہاں میں بھی۔علینہ نے اس کا ہاتھ تھاما۔

***

ظہیر اور مانی اسے ڈھونڈتے ہوئے آئے تھے۔طاہر اور عامر فوٹو شوٹ کر رہے تھے۔

وہ دربار کے اندر داخل ہونے والے دروازے سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔

سامنے اسے ذوپاش آنکھیں بند کیے دعا مانگتے ہوئے دکھائی دے رہی تھی۔

آہمممم تم بھی مانگ لو۔ظہیر نے کہا۔

کیا؟؟وہ چونک کے سیدھا ہوا کہیں چوری تو نہیں پکڑ لی۔

دعاااا یار۔مانی نے ہنسی دبائی۔

اور دعا میں کیا مانگوں؟؟؟اس نے کندھے اچکائے۔

میں تو کہتا ہوں تم اپنے مقدر میں اس جگمگاتے چاند کو سجوالو اس وسیلے سے۔ ظہیر نے سامنے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

Are you serious silly boy???

اس نے ہاتھ جھٹکا اور درسے ہی بغیر کچھ مانگے اپنی گاڑی کی طرف جانے لگا۔

کیا ااا یار موقع اچھا تھا۔مانی نے اس کو گاڑی میں بیٹھتے دیکھ کر ظہیر سے کہا۔

اب وہ گاڑی میں بیٹھ کر ہارن پہ ہاتھ رکھ چکا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ظہیر اور مانی دوڑتے ہوئے گاڑی کی طرف آئے۔عامر اور طاہر بھی اشارہ پا کر دوڑ لگا چکے تھے۔

اگر وہ سستی کرتے تو آس پاس کے لوگوں سے گالیاں سننے کو ملتیں اور وہ سر پھرا چھوڑ کر بھی جا سکتا تھا۔

ان کے بیٹھتے ہی اس نے ہارن سے ہاتھ اٹھایا۔

کون پاگل ہے؟؟؟ذوپاش نے پٹ آنکھیں کھولیں۔

اس کی بات پر علینہ نے کندھے اچکائے۔

***

"نصیب کی بات ہے کچھ لوگ بن مانگے مراد پا جاتے ہیں تو کچھ مانگ کر بھی خالی ہاتھ رہ جاتے ہیں یہ تقسیم ہے اس کی۔"

وہ دربار کی سیڑھیاں چڑھ رہی تھی جب اسے آخری سیڑھی پر بیٹھی میلے حلیے میں سر جھکائے، زلفیں بکھیرے ایک عورت اس بات کا ورد کرتے ہوئے بولی تھی۔

اس کے پیر جیسے اس خاتون کے کہے گئے جملے نے جکڑ لیے تھے۔

تم یہاں کیوں جم گئی ہو؟؟؟ چلو بھی۔اس نے غصے میں کہا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

عینیبی۔وہ چکرا کے گرتی عینی نے جھٹ سے اسے سنبھالا تھا۔

ہوش کرو میری جان، کب سنبھالو گی خود کو۔یہ الفاظ بھی عجیب ہوتے ہیں کبھی مرہم بن کر روح پر اثر کرتے ہیں تو کبھی چابک بن کر کانوں میں پڑتے ہیں کہ روح تک بلبلا اٹھتی ہے۔

***

وقت جیسے پر لگا کر اڑ رہا ہے دو ماہ تو ایسے بیت گئے ہیں کہ پتا ہی نہیں چلا۔اماں بیگم

نے مسکراتے ہوئے شہرین کو دیکھا جو ابھی ہاسپٹل سے اپنا چیک اپ کروا کے آئی تھیں

۔

جی یہ بات تو ہے۔ بڑی بیگم نے ہاں میں ہاں ملائی۔

ہنہہ کوئی مجھ سے پوچھے یہ دو ماہ میں نے کیسے گزارے ہیں۔ شہرین نے انھیں سمائل پاس کرتے ہوئے سوچا۔

اب تمہارا نواں مہینہ لگنے ہی والا ہے کچھ دن رہ گئے ہیں بہت احتیاط کرنا۔ اماں بیگم نے یاددہانی کروائی۔

جی اب میں اپنے کمرے میں چلتی ہوں تھک گئی ہوں۔ اس نے اپنے فون پر ہارون کی کال دیکھتے ہوئے کہا۔

ہاں ٹھیک ہے جاؤ کچھ کھانا ہے تو بھجوا دوں۔ اماں بیگم نے اجازت دیتے ہوئے پوچھا۔

نہیں نہیں پہلے ہی میرا وزن اتنا بڑھ گیا ہے۔ وہ منع کرتے ہوئے سیڑھیاں چڑھ گئی۔

نواں مہینہ ہنہہ اب دیکھنا کیا کرتی ہوں میں تمہارے ساتھ۔ یمنہ بیگم نے اسے سیڑھیوں سے اوپر آتے دیکھ کر سوچا۔

شہرین اسے مکمل نظر انداز کر کے گئی تھی۔

اب خالق بے عیب، صحتمند بچہ عطا کر دے۔ بڑی بیگم نے کہا۔

آمین۔اماں بیگم نے تسبیح کے دانے گھماتے ہوئے کہا۔

***

ابھی رات کا اندھیرا ختم نہیں ہوا تھا اور صبح کی سفیدی پھیلنے میں کچھ دیر تھی جب یمنہ بیگم جلدی جلدی ہاتھ میں تیل کی شیشی لیے سیڑھیوں پر پہنچیں۔شروع کی دو تین سیڑھیوں پہ تیل ڈالا اور مسکراتے ہوئے نیچے اتریں۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اب آئیں گی شہرین میڈم اپنی مارننگ واک کرنے اور پہلی ہی سیڑھی سے پھسل کر نجانے کہاں تک جائیں۔آج یا تو بچہ نہیں بچے گا یا وہ خود۔وہ سوچتے ہوئے نیچے بیٹے کے کمرے میں چلی گئیں۔

***

وہ سب ہیڈ پنجند جانے کی تیاری میں تھے جب اچانک میڈم ماریہ ان کے پاس آئیں۔

سب لوگ گاڑی کے پاس کھڑے تھے اسٹاف کے انتظار میں۔

اسلام علیکم ! بڑے افسوس کے ساتھ کہنے جا رہی ہوں کہ آپکا ٹرپ کینسل کرنا پڑ رہا ہے

ہمیں۔۔۔۔۔

ہاہ ! لیکن میم کیوں ؟؟ ہم اتنا انجوائے کر رہے تھے۔ لڑکیوں نے ایک ساتھ کہا۔

سن تو لیں پوری بات۔ میڈم نور نے ٹوکا۔

جی جی کہیں۔

ہماری یونی میں جو میوزک کنسرٹ ہونے والا تھا اس کی وجہ سے وی۔ سی کا حکم ہے کہ

سب کو اس میں ضرور شرکت کرنی ہے سو، ٹرپ پھر کبھی سہی اور میوزک کنسرٹ تو

آپ سب کی فرمائش تھی۔ میڈم نے کہا۔

کیا میوزک ؟؟؟؟ واؤ ویسے بھی ہم نے تھری پوائنٹس تو دیکھ لیے ہیں۔ اتنا کافی ہے

۔سب متفق ہو گئے تھے۔

یوں انکا یہ ٹرپ اختتام کو پہنچا تھا۔

***

اس کا الارم بجا تھا۔ آج اس پر کچھ زیادہ ہی سستی چھائی ہوئی تھی۔

واک کرنے نہیں جانا شہرین بیٹا۔اماں بیگم نے پوچھا۔

نہیں اماں بس ذرا طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔اس نے جواب دیا تھا کروٹ بدل کے۔۔۔۔۔۔۔اور بھوک سی محسوس ہو رہی ہے۔

اچھا ٹھیک ہے میں جاتی ہوں نیچے اور بھیجتی ہوں رضو کو اوپر کھانے کے ساتھ۔وہ اپنا سفید دوپٹہ سر پر جماتے ہوئے کمرے سے باہر نکلیں۔

پہلی سیڑھی پر ان کا پیر پھسلا تھا اور وہ بوڑھا وجود توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ان کے منہ سے چیخ نکلی تھی اور وہ آخری سیڑھی سے ہوتی ہوئیں فرش پر آ گریں۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

***

یہ کس کی آواز تھی؟؟یمنہ بیگم جو تماشا دیکھنے کے انتظار میں تھیں فوراً کمرے سے باہر آئیں۔

اماں بیگم آپ۔شیریں بیگم اپنے کمرے سے نکلی تھیں۔

داؤد صاحب جلدی باہر آئیں۔شیریں بیگم نے اماں کے سر سے بہتے خون اور بے ہوش وجود کو دیکھ کر آواز لگائی۔

شہرین شور سن کر باہر آئی تھی اور اب سیڑھیوں کی طرف بڑھی تھی۔

رضو جلدی سے کپڑا لاؤ پٹی کریں اور پھر گاڑی میں ڈالیں تاکہ ہاسپٹل لے جائیں۔داؤد لاشاری نے کہا۔

رضو پٹی لے آئی تھی اور اماں بیگم کے سر پر شیریں بیگم نے باندھی تھی۔

اماں گریں کیسے آخر؟؟شہرین نے پاؤں سیڑھی پر رکھنا چاہا اور پھر کچھ دیکھ کر رکی۔

پتا نہیں تم دھیان رکھنا۔وہ سب اماں کو اٹھا کے باہر گاڑی میں ڈالنے جا رہے تھے۔

یہ سیڑھی پر آئل کیسے آیا؟؟؟وہ چلائی۔

بعد میں دیکھتے ہیں تم واویلا کیوں مچا رہی ہو؟؟؟یمنہ بیگم نے کہا۔

اگر میں اماں کی جگہ آجاتی جیسے مارننگ واک پر تو میں گر جاتی اور خدانخواستہ مجھے کچھ ہو جاتا تو۔اس نے اپنی اولاد کا ابھی بھی نہیں سوچا تھا۔

***

اماں بیگم کی بوڑھی ہڈیاں تھیں انھیں اچھی خاصی چوٹیں ائی تھیں۔کولہے کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ڈاکٹرز نے آپریشن کیا تھا اور پھر انھیں کچھ دنوں بعد گھر شفٹ کر دیا تھا

۔

سب اس آئل والے واقعے پر خاموش ہوگ ۓ تھے بلکہ اماں کی صحت اور پھر شہرین کو بھی بچے کی پیدائش کے لیے ہاسپٹل شفٹ ہونا پڑ گیا تھا۔

اماں بیگم کے پاس یمنہ بیگم تھیں اور بچوں کی دیکھ بھال تو بانو بیگم کے زمہ تھی۔ہاسپٹل میں شیریں اور داؤد لاشاری موجود تھے۔

ڈاکٹر نے کافی کمپلیکیشنز کا اظہار کیا تھا انھیں آپریشن کرنا پڑا تھا۔حتیٰ کہ ماں اور بچے میں سے کسی ایک کو بچانے کی نوبت آئ تھی۔مگر خدا نے دونوں کی زندگی مزید لکھی تھی۔ان کی دعائیں رنگ لے آئ تھیں۔بہت مشکل دن گزرا تھا۔

***

مبارک ہو خدا نے رحمت بھیجی ہے۔شیریں بیگم خوبصورت بچی کو اٹھا کر داؤد لاشاری کے پاس آئیں۔جو ابھی نرس نے انھیں تھمائی تھی۔

ارے ماشاءاللہ یہ تو چاند کا ٹکڑا ہے۔انھوں نے اپنے بھائ کی نشانی دل سے لگائ۔

وہ اپنے ماں باپ دونوں کا حسن چرا کر لائ تھی۔اس قدر خوبصورت تھی کہ دیکھتے ہی

پیار آتا تھا۔

اس کا نام کیا رکھیں گے؟ شیریں بیگم نے پوچھا۔

نام جو بھی ہو ہمارے لیے تو یہ چاند ہے۔ انھوں نے بچی کی پیشانی چومی۔

آپکی پیشنٹ کو ہوش آچکا ہے اب آپ لوگ ان سے مل سکتے ہیں۔ نرس نے آکر انھیں کہا تھا۔

شکریہ اور یہ مٹھائی پورے اسٹاف میں بنٹوادیں پلیز۔ شیریں بیگم نے مٹھائی کے ڈبوں کی طرف اشارہ کیا جو ابھی ڈرائیورر کھ کر گیا تھا۔

دیکھو تو شہرین تمھاری بیٹی کتنی خوب صورت ہے۔ شیریں بیگم نے کہا۔

ہر گز نہیں بھابھی اور اسے دور رکھیں مجھ سے پلیز جسکی وجہ سے میری زندگی داؤ پر لگی تھی۔ اور ویسے بھی بھابھی میں نے کونسا اس کو پالنا ہے اور یہاں رہنا ہے میں تو بس اس کی پیدائش کے لیے یہاں تک رکی ہوئی تھی۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر بیٹی کو گود میں لینے سے انکار کیا تھا۔

کک۔۔۔ کیاااا کہ رہی ہو۔۔۔ تت۔۔ تم اسے نہیں پالو گی۔۔ اپنی بیٹی کو دیکھ تو لو یہ

تمہارے وجود کا حصہ ہے۔ تمہارے ابراہیم کی نشانی ہے۔ تم دونوں کی محبت بیٹی کا وجود لے کر تمہاری زندگی کی رونق بڑھانے آئی ہے۔ شیریں بیگم پر تو حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹے تھے۔

میں جوان ہوں دوسری شادی کر لوں گی کچھ دنوں میں واپس لوٹ جاؤں گی اور ویسے بھی بہت وقت ضائع ہو گیا میرا اس بچی کی وجہ سے۔ آپ اسے مجھ سے دور ہی رکھیں۔ یہ میرا حتمی فیصلہ ہے۔ وہ اتنا کہہ کر آنکھیں موند گئی۔

وہ ماں کا اک نیا روپ دیکھ رہی تھیں۔۔۔۔ نہیں یہ ماں نہیں ہو سکتی۔۔۔ ماں تو محبت کا پیکر ہوتی ہے۔۔۔ اور یہاں تو اس عورت نے اپنے وجود کو دیکھنے سے ہی انکاری ہو گئی ہے۔

کیسی بد قسمت ہو تم۔ بڑی بیگم کی آنکھ سے آنسو نکلا جو کاٹ میں سوئی بچی پر گرا تھا وہ کسمسا کر رہ گئی۔

***

ایک ہفتے کے بعد وہ لوگ ہاسپٹل سے واپس آئے تھے مگر شہرین نے بچی کے ساتھ گھر

آنا پسند نہیں کیا تھا۔وہ اپنا ضروری سامان منگوا کر سیدھا ائیر پورٹ چلی گئی تھی۔

***

آپ اس بچی کو لے کر لاشاری پیلس کیوں آئیں؟؟یمنہ بیگم نے سوال کیا تھا اسی جگہ برآمدے میں جہاں اماں بیگم ابراہیم لاشاری کا انتظار کیا کرتی تھیں۔

یمنہ کیا ہو گیا ہے تمھیں؟اس کے باپ کا گھر ہے اور کہاں جائیں؟؟؟وہ حیرت سے بولیں۔

تو ٹھیک ہے پھر اگر یہ یہاں رہے گی تو میں جا رہی ہوں اپنے بچے کے کر یہاں سے۔وہ غصے میں بولی تھیں۔

آخر کہاں جاؤ گی تم؟؟؟داؤد لاشاری نے صورت حال دیکھتے ہوئے پوچھا۔

میں خود کشی کر لوں گی اپنے بچوں سمیت اگر یہ بچی گھر کے اندر گئی تو۔اس کے سر پر بھوت سوار تھا۔

اچھا بچی کو تھوڑا بڑا تو ہونے دو۔پھر سوچیں گے۔بڑی بیگم نے ٹالنا چاہا۔

ہر گز نہیں،ہر گز نہیں ایک دن بھی میں اسے برداشت نہیں کر سکتی ابھی کے ابھی

اسے گھر سے دفع کریں۔اس نے حتمی انداز میں کہا۔

ٹھیک ہے بانو بیگم کو بلاؤ۔وہ اپنی صلح جو طبیعت سے مجبور ہو کر بولے تھے ورنہ یمنہ اپنی کہی گئی بات سے پیچھے ہٹ نہیں سکتی تھی۔

انھوں نے بانو بیگم کے حوالے وہ سات دن کی بچی کی تھی اور انھیں اپنے دوسرے گھر شفٹ کیا تھا۔

***

سنو،آج رش نہیں ہے وہ ساری عوام کہاں گئی ہے آج؟؟طاہر نے ادھر ادھر نگاہیں دوڑائیں۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

عالیان داؤد بھی اٹھنے کے بعد کافی دیر انھیں ڈھونڈھتا رہا تھا۔مگر وہ ڈمپل گرل اسے کہیں نظر نہیں آئی تھی۔شاید وہ اسے دیکھے بغیر بے چین بھی تھا۔

ہاں انکا تین دن کا اسٹے تھا اب ساری زندگی یہاں رہنے تھوڑی آئے تھے۔مانی نے اس کی عقل پر ماتم کیا۔

کیا مجھے اسے مانگ لینا چاہیے تھا؟؟؟عالیان داؤد سوچ رہا تھا۔

لیکن میں اسے کیوں مانگتا؟؟؟؟اس نے سر جھٹکا۔

***

رات کا آخری پہر چل رہا تھا،افق کا چاند اپنے محور کے گرد گھوم رہا تھا وہ اپنے بیڈ پہ لیٹے دھیمی آواز میں ارجیت سنگھ کا گانا سن رہا تھا :

میری تنہائیوں میں تمہارا ہی نام ہے،

تم نے سنا کیا؟؟

اس کی نگاہوں کے سامنے ذوپاش کا چہرہ گھوما تھا جو جھک کر اس کا جوتا صاف کرنے کے بعد اس کی آنکھوں میں جھانک رہی تھی۔

بس تم کو دیکھنا مجھ کو پسند ہے،

تم کو ہے پتا کیا؟؟؟

اب اس کے تصور میں اب دوسرے منظر نے جگہ لی تھی۔وہ روش پر کھڑا اس کے چہرے میں کھویا ہوا تھا جو پیلی روشنی کے ہالے میں روشن دکھائی دے رہا تھا۔

یہ لمحے باخبر ہیں ہماری چاہتوں سے،

اور مجھکو خمار ہے بس تمہارے دیدار کا،

تمہارے دیدار کا، تمہارے دیدار کا،

""""" ہماری چاہتوں """ وہ اٹک گیا تھا اور پھر اسے اپنا وجود ہوٹل کے کمرے کی کھڑکی میں اس چاند چہرہ کو تکتے دکھائی دیا۔

آ تتلیوں سے یہ لمحے سنواریں،

یادوں کی ڈبیہ میں ان کو اتاریں،

ہر منظر تو اس کے ذہن پر نقش تھا پتا نہیں اس کے دل ودماغ میں بھی ایک سرپھرا شخص قبضہ جما سکا ہے یا نہیں۔

عالیان داؤد تم ایک لڑکی کو یاد کررہے ہو ہاہاہا لڑکیاں تمھیں یاد کرتی ہیں تم لڑکیوں کو نہیں جسٹ فارگیٹ ہر (ابھی کے ابھی بھول جاؤ اسے)۔

اس نے فوراً میوزک آف کیا اور ٹیرس میں آن کھڑا ہوا۔

***

محبت درد دیتی ہے ناں میری جان۔ عینی اس کے پاس آ بیٹھی جو بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی اور

بال بیڈ سے نیچے لہرا رہے تھے۔

نہیں عینی۔۔۔۔۔۔۔وہ اٹھ بیٹھی تھی۔۔۔۔۔۔۔آنکھوں میں آنسو تھے جو بہنے کو بے تاب تھے۔۔۔۔۔۔وہ بڑی اذیت سے بولی:

محبت موت دیتی ہے اور روز دیتی ہے۔

میری جان تم کب تک اذیت برداشت کرو گی۔وہ اس کے بکھرے بال سنوارتے ہوئے بولی۔

جب تک وہ میرے کردار کی سفید چادر پر اپنے ہاتھوں سے پھینکے گئے کیچڑ کو دھو نہیں دیتا۔میں اس وقت تک اذیت کی سولی پر لٹکتی رہوں گی۔اس نے گہرا سانس لیا۔

میں دعا کروں گی کہ وہ وقت جلدی آئے تاکہ تم روز اس اذیت کی سولی پر لٹکی کٹتی نہ رہو ہر پل،ہر لمحہ۔وہ اس کے ہاتھ تھام کر بولی۔

کیا اس کا دیا گیا زخم بھر پائے گا؟؟؟اس نے زخمی نگاہوں سے عینی کو دیکھا۔

"""""یہ جو محبت ہوتی ہے ناں ہر زخم میں ایسے ٹانکے بھر دیتی ہے کہ پھر کوئی بھی زخم وقعت نہیں رکھتا۔"""""""""

***

شہرین نے ہارون کو اپنے آنے کا نہیں بتایا تھا وہ اسے سرپرائز دینا چاہتی تھی۔اس لیے اپنے فلیٹ آئی تھی۔رات ہونے میں ابھی تین چار گھنٹے موجود تھے۔اس نے خوب نیند کی تھی۔فریش ہونے کے بعد پورے لگژری فلیٹ کو سرخ پھولوں سے سجایا تھا۔

اسی سجاوٹ کے دوران ہی اس نے ہارون کو اپنے فلیٹ کا جائزہ لینے کے لیے کہا تھا تاکہ اس کے آنے سے پہلے (سرپرائز) ہر چیز پرفیکٹ ہو۔اس طرح اس نے ہارون کو فلیٹ میں بلالیا تھا اور پھر اس کے سامنے جاکر اسے حیران کرنے والی تھی۔

وہ اپنی مکمل تیاری کے بعد مڑی تو اسے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر پڑی ابراہیم اور اس کے نکاح کی تصویر نظر آئی۔وہ چلتے ہوئے اس کے قریب آئی اور تصویر ہاتھ میں اٹھا کے گویا ہوئی :

آہ! ابراہیم میں شکر گزار ہوں تمہاری تم جب سے آئے میری قسمت پہ لگے تالے ایک ایک کر کے کھلتے گئے ورنہ ایک گندے گھٹیا، چھوٹے، بدبودار فلیٹ میں رہنے والی لڑکی کسے دکھائی دیتی تھی۔

مگر ایک چیز تم نے ٹھیک نہیں کی جلدی چلے گ ۓ مگر دیکھوناں کتنی محبت کرتے تھے تم مجھ سے اس چیز کی قائل تو میں ہو ہی گئی ہوں اب دیکھو جاتے جاتے اپنے دوست ہارون کو میرے لیے چھوڑ گ ۓ تاکہ میں پھر سے آسائشوں کے لیے ترستی نہ رہوں ۔اب تمھیں برا لگے یا نہ لگے مگر آج رات میں اور ہارون ایک ہونے والے ہیں۔ دیکھو کتنا سجی ہوں میں۔ وہ مسکرائی تھی فریم واپس رکھتے ہوۓ۔

تمہاری بیٹی میں تمہارے گھر والوں کو ہی دے آئی ہوں میرا بھلا اب اس سے کیا واسطہ میری بھی اپنی زندگی ہے ابھی میں نے بہت عیش کرنے ہیں، میری خواہشیں مجھے پوری کرنی ہیں۔ وہ کمرے کے اندر گول گول گھومتے ہوۓ بول رہی تھی۔

اسے بس ابھی ہارون کا انتظار تھا۔

***

ذوپاش کو ٹرپ سے آتے ہی بخار نے آلیا تھا۔ وہ کنسرٹ شو میں بھی نہیں آسکی تھی۔ اس کی ساری سرگرمیاں ملتوی ہو کر رہ گئی تھیں۔

علینہ اس سے مسلسل رابطے میں رہی تھی آخر وہ اس کی اکلوتی دوست تھی۔

www.neweramagazine.com

***

داؤد لاشاری نے اماں بیگم کے کمرے میں بیٹھے تمام نفوس پر نظر ڈالی۔یمنہ بیگم، شیریں بیگم گود میں نوزائیدہ بچی کو لیے ہوئے، بانو بیگم حکم کی منتظر،اماں بیگم شہرین کو دل ہی دل میں کوستی ہوئیں بستر پر لیٹی تھیں۔

بانو بیگم ہمارے دوسرے گھر میں بچی کے ساتھ رہیں گی۔تمہاری اولاد نہیں ہے کوئی خدا نے شاید چاند کو تمہارے لیے بھیجا ہے۔ہم روز آئیں گے آپکو ملنے۔داؤد لاشاری نے اپنی طرف سے بچی کے لیے بہترین فیصلہ کیا تھا مگر ہمارے فیصلوں پر اس کی لکھی گئی تقدیر ہمیشہ حاوی رہی ہے۔

شکریہ بھائی صاحب۔یمنہ بیگم کمرے سے نکل گئیں بچی کو فاتحانہ نظروں سے دیکھتے ہوئے۔

داؤد صاحب یہ ہماری بیٹی بنے گی، بانو بیگم اسے ہماری امانت سمجھ کر پالنا میں روز آؤں گی اپنے چاند کو ملنے۔وہ اسے خود سے لپٹائے ہوئے بولیں۔

داؤد لاشاری نے اماں بیگم کو دیکھا جن کے دل پر سے جیسے بڑی بیگم کے فیصلے نے کوئی

بھاری سل ہٹائی تھی۔

***

ہارون فلیٹ کے سامنے کھڑا تھا اس نے ابھی دروازے کے لاک میں چابی ڈالی ہی تھی کہ اسے اندر کسی ہل چل کا احساس ہوا اس نے دروازہ آہستہ سے کھولا اور چونکا ہوا تھا۔

فلیٹ مکمل اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا تب اچانک اسے اپنے پیچھے کسی کا سایہ دکھائی دیا وہ مڑا تھا اور ایک لمحے کو اسے وہاں پا کر ساکت ہوا تھا۔

وہ سرخ پھولوں پر سیاہ ساڑھی زیب تن کیے ہاتھ میں کینڈل اٹھائے اس کی طرف خراماں خراماں چلی آرہی تھی۔

کیا میں خواب دیکھ رہا ہوں یا سچ مچ تم میرے سامنے موجود ہو؟؟؟ دونوں کے درمیان صرف ایک انچ کا فاصلہ تھا۔

خود محسوس کر لو ناں۔ وہ کینڈل کی روشنی میں اس کے چہرے کو تکتے ہوئے بولا:

وہی تو کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے ہاتھ سے کینڈل لے کر ایک طرف رکھی اور چہرے کو دونوں ہاتھوں میں تھامتے ہوئے سرخ لپ اسٹک سے سجے ہونٹوں پر فوکس کرتے

ہوئے کہا تھا۔

دونا محرم کے درمیان بڑھتی وارفتگیاں دیکھتے دور کھڑا شیطان

اپنی کامیابی پر مسکرا رہا تھا۔

***

چاند دس سال کی ہوئی تھی جب اماں بیگم وفات پا گئی تھیں۔سب رضائے الٰہی مانتے

ہوئے اپنی اپنی زندگیوں میں مصروف ہو گئے تھے۔بانو بیگم کو تو گویا خدا نے اولاد

سے نواز دیا تھا جب جب چاندا نھیں امی بیگم پکارتی تھی تو ان کا رواں رواں خدا کے

حضور جھک جھک جاتا تھا۔

چاند کبھی لاشاری پیلس نہیں گئی تھی بڑی بیگم،داؤد لاشاری اور ثمن ہی باقاعدگی سے

یہاں آتے تھے۔چاند ان کے ساتھ ٹائم سپینڈ کر کے ہی بہت انجوائے کرتی تھی۔

ابھی بھی ثمن اس کے پاس بیٹھ کے ہوم ورک کروا رہی تھی جبکہ چاند نے رونا ڈالا ہوا

تھا:

مجھے نہیں لکھنا لیفٹ ہینڈ سے آپی مجھے بھی سب کی طرح رائٹ ہینڈ سے لکھنا ہے۔

تمھیں پتا ہے لیفٹ ہینڈڈ بہت اسپیشل ہوتے ہیں۔ ثمن نے مسکراتے ہوئے خفیہ انداز میں آنکھیں گھماتے ہوئے کہا۔

کیا سچ میں؟؟ چاند نے اپنی خوبصورت آنکھیں پھیلاتے ہوئے پوچھا۔

ہاں سچ ایک دم۔ ثمن نے زور زور سے سر ہلایا۔

مگر کیسے؟؟؟ میں کیسے اسپیشل ہو سکتی ہوں؟؟ اس نے ہاتھوں کے پیالے میں ٹھوڑی ٹکاتے ہوئے پوچھا۔

دنیا کی آبادی میں سے 10 فیصد بائیں ہاتھ سے لکھتے ہیں اور جو چیز کم ہوتی ہے وہی نایاب بھی ہوتی ہیں اسپیشل بھی ہوتی ہے اور رائٹ ہینڈ سے لکھنے والے بہت کم ہیں تو جو چیز جتنی زیادہ ہوتی ہے اتنی ہی کامن ہوتی جاتی ہے سو ہم سب کامن ہیں لیکن تم اسپیشل ہو۔ بانو بیگم ہاتھ میں کباب کی ٹرے لیے آئی تھیں جب ان دونوں کی گفتگو سنائی دی تو رک گئیں اور سننے لگیں۔

ہاں واقعی میں اسپیشل ہوں۔ خوشی اس کے انگ انگ سے پھوٹ رہی تھی۔

تو چاند بیٹا اس بات پر آپکو خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ بانو بیگم نے ٹرے درمیان میں

رکھتے ہوئے کہا۔

ہاں میں ضرور کروں گی۔اس نے کباب کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

تمھیں پتا ہے لیفٹیز میں کچھ کوالیٹیز بھی ہوتی ہیں جیسے creativity , day dreaming, visualisation, imagination۔

اوکے اب بتاؤ کبھی شکوہ تو نہیں کرو گی ناں۔دونوں کباب کھانے میں مصروف تھیں۔

کبھی نہیں آپی کیونکہ میں اسپیشل ہوں۔بانو بیگم اور ثمن اس کے انداز دیکھ کر مسکرا دیں۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

***

پندرہ سالہ عالی جاہ کمپیوٹر ٹیبل پر بیٹھا اسکرین کو گھور رہا تھا جبکہ انگلیاں میکانکی انداز میں کیبورڈ پر ایسے چل رہی تھیں جیسے کوئی ماہر شخص ساری زندگی ایک ہی کام کرنے کے بعد اس قدر ماہر ہو جاتا ہے کہ بن دیکھے ہی وہ کام کرنے لگتا ہے ایک دن۔

بڑی بیگم دودھ کا گلاس لیے اس کے پیچھے آن کھڑی ہوئی تھیں اور ان کی نظر کی بورڈ پر ناچتی انگلیوں پر تھی۔وہ دھیمے سے مسکرا دیں۔

میرا لائق بیٹا۔وہ دودھ کا گلاس میز پر رکھنے کے بعد اس کی پیشانی چومتے ہوئے بولیں۔

آپ کب آئیں؟؟وہ روز یہی سوال کرتا تھا۔

جب تم اس کمپیوٹر میں اس قدر گھس کے کام کروگے تو تمھیں کیسے میرے آنے کا پتا چلے گا۔انھوں نے شکوہ کیا۔

یہ تو پھر آپ زیادتی کر رہی ہیں میرے ساتھ کیونکہ مجھے معلوم ہے آپ کتنی دیر سے مجھے پیاری لٹاتی نظروں سے دیکھتی رہی ہیں۔وہ ان کے پاس بیڈ پر جا بیٹھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اچھا جی تو بتاؤ ذرا، ہمیں بھی معلوم ہو۔وہ بیٹے کی ایکٹونیس چیک کرنا چاہ رہی تھیں حالانکہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ دوسروں کی نسبت وہ بہت ایکٹو تھا شروع سے اس کی حسیات اتنی چوکنی ہوتی تھیں کہ وہ کمرے میں چلتی چیونٹی کی آہٹ بھی محسوس کرلیتا تھا۔

تین سو سیکنڈز آپ نے میرے پیچھے کھڑے کھڑے گزار دیے۔وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

حساب کے اس قدر پکے ہو۔وہ اس کے بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے بولیں جو ان کی

گود میں سر رکھے لیٹا تھا۔

آپکا بیٹا جو ہوں۔اس نے ماں کا ہاتھ تھام کر بوسہ دیا۔

چاند مجھے بہت پسند ہے عالی جاہ۔شیریں بیگم نے دھیمی آواز میں کہا۔

مگر مجھے چاند پسند نہیں۔اس نے فوراً جواب دیا تھا۔

لیکن کیوں؟؟ان کا ہاتھ ایک پل کو ساکت ہوا۔

وہ ایک دم اٹھ کر کھڑکی میں جا کھڑا ہوا تھا اس سے پہلے کے جواب دیتا:

ملازمہ نے آکر بڑی بیگم کو داؤد لاشاری کا پیغام دیا تھا کہ وہ انھیں فوری طور پر بلا رہے ہیں۔

وہ ملازمہ کے ساتھ اس کے کمرے سے باہر نکل گئیں۔

***

رضو بوا ایک کپ چائے لادیں اور ثمن کو بھی بلالیں میں چینج کر کے آتا ہوں۔عادل ابھی ابھی باہر سے آیا تھا کچن میں جھانکتے ہوئے رضو بوا کو آرڈر دیا۔

وہ اپنے کمرے میں آیا تھا اس کی بات سنتے ہی یمنہ بیگم تیوریاں چڑھاتے ہوئے پیچھے پیچھے آئیں۔

عادل !انھوں نے اٹھارہ سالہ بیٹے کو پکارا تھا۔

جی مام غصے میں لگ رہی ہیں۔وہ ان کی تیوریاں دیکھتے ہوئے بولا۔

فرصت مل گئی تمھیں گھر آنے کی۔

مام میں روز اس وقت ہی گھر آتا ہوں اسٹڈی کے بعد آج کوئی نئی بات تو نہیں ہے۔وہ حیران ہوتے ہوئے بولا۔

ہاں ٹھیک ہے مگر تم آج کل کچھ زیادہ ہی نہیں ثمن کے آگے پیچھے گھوم رہے۔وہ کھوجتے ہوئے بولیں۔

آجکل نہیں پیدا ہوتے ہی اس کے میں آگے پیچھے گھومنا شروع ہو گیا تھا۔اس نے ہنسی دباتے ہوئے کہا۔

سدھر جاؤ تم اور اب دونوں بڑے ہو گئے ہو اس سے دور رہو تو بہتر ہے۔اسے ماں کی ذہنی کیفیت سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

مام پتا نہیں کیا کیا سوچتی رہتی ہیں آپ اب میں چلتا ہوں وہ چائے پہ ویٹ کر رہی ہو گی میرا۔وہ باہر کی طرف لپکا۔

وہ ہو گی تو انتظار بھی کرے گی۔یمنہ بیگم طنزیہ مسکرائیں۔

کیا مطلب؟؟؟اس کے قدم جیسے زمین نے جکڑ لیے تھے۔

مطلب یہ کہ محترمہ ابھی تمہاری سوتیلی بہن کے گھر سے لوٹی ہی نہیں ہیں۔وہ اس کے سر پر بم گرا کر جا چکی تھیں۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

کمرے میں بے ترتیبی ہی بے ترتیبی تھی۔چاروں طرف سرخ گلاب کی پتیاں بکھری پڑی تھیں۔کھڑکیوں پر بھاری پردے گرے ہوئے تھے۔دونوں بیڈ پر آڑے ترچھے سو رہے تھے۔دونوں نفوس میں سے کسی کے چہرے پر بھی پشیمانی کے آثار دکھائی نہیں دے رہے تھے۔

اتنے میں ہارون کی آنکھیں کھلیں تھیں۔اپنے اس قدر قریب شہرین کو دیکھتے ہوئے اس کے جذبات مچل اٹھے تھے۔

وہ اس کے گلابی ہونٹوں پر فوکس کرتے ہوئے اس پر جھکا تھا۔اس قربت پر شہرین نے آنکھیں کھولیں مگر وہ اپنا کام کر چکا تھا۔

میں ابھی سونا چاہتی ہوں۔وہ اسے خود سے دور کرتے ہوئے بولی۔

جتنا مرضی آئے سولو مگر رات میں تیار رہنا۔وہ ہنستے ہوئے بولا تھا۔

پھر سے۔اس نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

ہاہاہا کہیں جانا ہے ہمیں۔وہ سر ہلاتے ہوئے واش روم میں گھس گیا تھا۔

وہ پھر سے آنکھیں موند گئی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

***

تم ابھی تک جاگ رہے ہو عادل۔وہ رات کے آخری پہر اٹھ کے کھڑکی میں آئی تو لان میں عادل کو واک کرتے ہوئے پایا سو لان میں آ گئی۔

ہاں تو تم کیوں اتنی فکر کر رہی ہو میری۔وہ ناراض ناراض سا محسوس ہو رہا تھا۔

روٹھے ہوئے لگ رہے ہو۔وہ اس کے ساتھ قدم ملا کر چلنے لگی تھی۔

میں کیوں تم سے روٹھوں گا اور تم نے کب یہ حق دیا ہے مجھے۔ ثمن نے اس کے چہرے پر نظریں دوڑائیں۔

ایسا کیوں کہ رہے ہو تم عادل بتاؤ مجھے کیا ہوا ہے؟؟؟ ثمن نے اس کا ہاتھ تھاما اور لان میں پڑی چیئر زپر لا کے ایک پہ بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

وہ بیٹھ گیا تھا۔ ثمن بھی اس کے سامنے بیٹھ گئی۔

اب بتاؤ مسئلہ کیا ہے؟؟

مجھے تمہارا دوسرے گھر جانا پسند نہیں اور خاص طور پہ اپنے ڈیڈ کی قاتل کی بیٹی سے ملنا تو ہر گز پسند نہیں۔ وہ اس کے چہرے پر فوکس کرتے ہوئے دل میں آئی بات کہ گیا تھا۔

کیا بکواس کر رہے ہو قاتل کی بیٹی وہ تمہاری بہن ہے اور ابراہیم ڈیڈ جہاز کریش ہونے کی وجہ سے ہمیں چھوڑ کر گئے تم شہرین آنٹی کو کیسے قاتل ٹھہرا سکتے ہو اور پھر چاند بہن ہے تمہاری جسے ماں باپ میں سے کوئی نہیں ملا صرف اسے جنم دے کے چھوڑ دیا گیا تم اس معصوم بچی سے اس قدر بد ظن ہو۔ وہ حیران تھی اس کی سوچ پر۔

پھر بھی۔۔۔۔ وہ کچھ کہتا مگر ثمن پیر پٹختی ہوئی اندر کو چل دی۔

اسے افسوس ہوا تھا عادل کی سوچ پر۔

***

مانی نے کہا تھا ملتان سے وہ ٹرپ آیا تھا تو وہ بھی ملتان میں ہی رہتی ہو گی پھر مجھے وہ بھولے سے بھی دکھائی کیوں نہیں دیتی؟؟؟ عالیان داؤد سڑکوں پر گاڑی بھگا بھگا کر تھک گیا تھا۔

اب ایک طرف گاڑی پارک کر کے سیٹ سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔

کیا مجھے محبت ہو گئی ہے اس سے؟؟؟ اس نے خود سے سوال کیا۔

نہیں نہیں میں صرف اسے ایک بار دیکھنا چاہتا ہوں مجھے کوئی محبت نہیں ہے اس سے۔ اس نے خود کو مطمئن کیا۔

تو دیکھنا کیوں چاہتے ہو؟؟؟ اس کے ذہن نے سوال کیا۔

کیونکہ وہ خوب صورت ہے بس اس لیے اور کچھ نہیں۔ کتنی بھونڈی دلیل دی تھی اس نے۔

وہ گاڑی اسٹارٹ کر کے گھر کا رخ کر چکا تھا۔

***

ثمن! وہ کالج کے لیے تیار ہو کر گیراج میں آئی ڈرائیور گاڑی اسٹارٹ کیے اس کے لیے دروازہ کھولے کھڑا تھا تب اسے اپنے پیچھے عادل کی آواز سنائی دی۔

مجھے دیر ہو رہی ہے کالج پہنچنا ہے وقت پر۔اس نے کلائی پر باندھی گھڑی سے ٹائم نوٹ کرتے ہوئے کہا اور گاڑی میں بیٹھی گئی۔

ابھی تک ناراض ہو مجھ سے۔وہ بھی گاڑی میں اس کے ساتھ ہی بیٹھ چکا تھا۔

ڈرائیور نے اپنی سیٹ سنبھالی اور گاڑی باہر نکالی۔

ڈرائیور انکل ثمن کو چھوڑنے کے بعد مجھے بھی میرے کالج چھوڑ دیجیے گا۔انھیں حکم دے کر وہ اپنا رخ ثمن کی طرف موڑ گیا۔

میں جانتا ہوں تم میرے کل والے الفاظ سے ہرٹ ہوئی ہو مجھے ایسا نہیں کہنا چاہیے تھا ۔مجھے معاف کر دو اور اب ناراضگی ختم کرو۔ ثمن نے اسے مڑ کر دیکھا تھا۔

تمھیں احساس اب بھی نہیں ہوا، تم ذرا برابر بھی شرمندہ نہیں ہوئے۔۔۔۔

معافی مانگ تو رہا ہوں ناں۔عادل نے اسے ٹوکتے ہوئے کہا۔

ہاں صرف اس لیے کہ میں ناراض ہوں تم سے تم معافی مانگ رہے ہو تمھیں ابھی اپنی غلطی کا احساس نہیں ہوا ہے اور معافی غلطی کا احساس ہونے پر مانگی جائے تو بہت بہتر ہے۔وہ بے رخی سے منہ ونڈو کی طرف موڑ گئی۔

میں کیا کروں میں اسے ایکسیپٹ نہیں کر پا رہا۔اس کا وجود میرے لیے ناقابل قبول ہے ۔وہ بے بسی سے بولا۔

پھر تمھیں یہ ایکسیپٹ کر لینا چاہیے کہ میں کسی بھی شخص کے کہنے پر اس سے اپنا تعلق توڑ نہیں سکتی۔ڈرائیور نے گاڑی ثمن کے کالج کے سامنے روک دی تھی وہ اسے اپنی بات باور کرواتے ہوئے گاڑی سے اتر گئی۔وہ سیکنڈ ائیر کی اسٹوڈنٹ تھی۔

عادل بے بسی سے مٹھیاں بھینچ کر رہ گیا تھا۔ڈرائیور نے گاڑی آگے بڑھا دی تھی۔

***

ہارون آخر تم مجھے کہاں لے کر جا رہے ہو اتنی عجلت میں۔وہ سکائے بلیو کلر کی ساڑھی میں اس کے ساتھ گھسیٹتی چلی جا رہی تھی۔

ہمیں آج ہی اپنی ساری شاپنگ کمپلیٹ کرنی ہے کیونکہ کل صبح ہمارا نکاح ہے اس کے

فوراً بعد ہم ہنی مون کے لیے نکل جائیں گے۔ڈرائیوران کے لیے گاڑی کا دروازہ کھولے کھڑا تھا۔

آہ! ہارون تم کتنے اچھے ہوناں۔وہ گاڑی میں بیٹھنے سے پہلے اس کے گلے میں بانہیں ڈالتے ہوئے بولی۔

آئی لو یو میری جان۔وہ اس کی ٹھوڑی چھوتے ہوئے بولا۔

دونوں گاڑی میں بیٹھ چکے تھے۔ڈرائیور دروازہ بند کر کے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال چکا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

***

مام مجھے بھی ٹرپ پر جانا ہے ہر حال میں۔فارحہ ٹیل پونی باندھے ان کے سامنے آن کھڑی ہوئی تھی۔اسٹالر گلے میں لٹک رہا تھا۔

فارحہ تم اکیلے نہیں جاسکتی۔یمنہ بیگم نے کہا۔

مام میں اکیلے کیسے جاؤں گی سب کلاس فیلوز جارہے ہیں۔اس نے ماں کو حیران نظروں سے دیکھا۔

عالی جاہ اگر جائے گا تو تم بھی جا سکتی ہو ورنہ ہر گز نہیں۔ تم دونوں ساتھ ہو گے تو مجھے تسلی رہے گی۔ یمنہ بیگم نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

مگر مام وہ نہیں جا رہا۔ وہ غصے میں ٹہلنے لگی۔

ہاں تو منالو اسے۔ یمنہ بیگم نے اسے نئی راہ دکھائی۔

ٹھیک ہے میں ایسا ہی کروں گی۔ وہ خوشی سے چٹکی بجاتے ہوئے بولی۔

یمنہ بیگم نے اسے جاتے ہوئے دیکھا تھا اور اٹھ کر کھڑکی میں آئیں ان کی نظریں لان میں بیٹھیں شیریں بیگم اور داؤد لاشاری پر پڑیں جو چائے پینے میں مشغول تھے۔

میں اپنی فیملی کو فراموش ہونے نہیں دوں گی اس ڈائن کی وجہ سے۔ وہ کھڑکی سے ہٹ گئی تھیں۔

***

چاند بیٹا سو جاؤ۔ بانو بیگم نے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا۔

نہیں امی بیگم مجھے ڈر لگتا ہے میں نہیں سوؤں گی۔ وہ التجائیہ بولی۔

موسم بہت خراب تھا۔ تیز بارش اور بادلوں کی گرج، چمک اسے سونے نہیں دے

رہی تھی۔ وہ شروع سے ہی اس موسم سے ڈرتی تھی اور پھر اس کے خواب بھی اسے بہت ستاتے تھے۔

کچھ نہیں ہوتا میری بیٹی، میری جان میں قرآنی آیات پڑھ کر پھونک دیتی ہوں۔ تم سونے کی کوشش کرو۔ امی بیگم نے اسے خود سے لپٹاتے ہوئے کہا۔

وہ دم سادھے ان سے لپٹی ہوئی تھی۔ نیند جلد ہی اس پر مہربان ہو گئی تھی۔ بانو بیگم نے اس کے سر پر بوسہ دیا اور اس کے والدین کے بارے میں سوچنے لگیں۔

کس قدر بدنصیب ہے شہرین؟؟ اپنے ہی جسم کے ٹکڑے کو پروان نہ چڑھا سکی۔ ابراہیم صاحب آج ہوتے تو شہرین کبھی ایسا نہ کرتی۔ کس قدر لالچی عورت تھی۔ صرف اپنے لیے جینا، اپنی خواہشات پوری کرنا بس یہی اس کی زندگی ہے۔ اپنے نفس کی خاطر اپنی اولاد کو چھوڑ کر چلی گئی اگر یہی باتیں چاند کو معلوم ہو گئی تو نجانے کیا ہو جائے گا۔ نہیں نہیں یہ بات اس کے سامنے نہیں آنی چاہیے۔ وہ یہی باتیں سوچتے ہوئے سو گئی تھیں۔

بادل زور سے گرجا تھا اور بجلی کی چمک سے صحن ایک بار روشنی میں نہانے کے بعد اندھیرے میں گم ہو گیا۔

***

شہرین دیکھو یہ ڈریس کیسا لگ رہا ہے آئی تھنک نکاح کے لیے بیسٹ رہے گا۔ہارون نے اسے سرخ برائیڈل گاؤن دکھاتے ہوئے پوچھا۔

یہ بہت اسمپل لگ رہا ہے۔وہ اس کی پرائس پر نظر دوڑاتے ہوئے بولی جس پر پچاس ہزار پاکستانی لکھے تھے۔

اوکے تم اپنی پسند سے لے لو میں تو تھک چکا ہوں۔وہ دونوں کتنی ہی دیر سے شاپنگ مال میں گھوم رہے تھے مگر شہرین کو برائیڈل ڈریسز ہی پسند نہیں آ رہا تھا۔وہ ہار مانتے ہوئے ایک طرف ہٹ گیا۔

بالآخر شہرین کو گہرے گلے والی، سلیس لیس نیٹ کی برائیڈل میکسی پسند آ ہی گئی۔

ہارون دیکھو کیسی لگ رہی ہوں۔وہ اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے مرر میں اس نے عکس سے مخاطب ہوئی جو فون پر مصروف تھا۔

ایسا لگتا ہے جیسے یہ تخلیق ہی تمہارے لیے ہوئی ہے۔وہ اس کے قریب آ کر کان میں سرگوشی کرتے ہوئے بولا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اس سے پہلے کہ دونوں ایک دوسرے کی قربت میں مدہوش ہوتے سیلز گرل کھنکھارتے ہوئے بولی:

آں میم لائیے میں پیک کروا دوں۔

دونوں ہی چونکے تھے اور ہارون نے اس سیلز گرل کو خونخوار نظروں سے دیکھا تھا جبکہ وہ شہرین سے ڈریس لینے کے بعد جا چکی تھی۔

آجاؤ ڈارلنگ ابھی بہت شاپنگ کرنی ہے ہمیں۔ وہ اس پر خوب پیسہ خرچ کر رہا تھا۔

مگر اس مہربانی کی اصل وجہ ابھی کوئی نہیں سمجھ سکا تھا۔ وہ ایک کاروباری آدمی تھا اور جتنا اس پر آج خرچ کر رہا تھا اس سے دو نگا وہ اس سے نکلوانے والا تھا۔

درحقیقت شہرین جس ہارون کا پیار سمجھ رہی تھی وہ ہارون کی نظروں میں کچھ اور تھا مگر کیا۔۔۔۔۔۔

***

عالی جاہ! مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ وہ بنا دستک اس کے کمرے میں آئی تھی۔

فارحہ باہر جاؤ اور پھر دستک دے کر اندر آنا اگر میں اجازت دو تو۔ عالی جاہ نے چڑ کر کہا

۔

عالی جاہ پلیز۔وہ فوراً آنکھوں میں آنسو بھر لائی تھی۔

اب کیا ہوا ہے۔وہ اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھتے ہوئے نرم ہوا تھا۔

میرے ساتھ آؤ۔وہ اسے لے کر سیڑھیوں پر آئی تھی۔

تمھیں یاد ہے یہ جگہ جہاں پر ڈیڈ کے مرنے کے بعد میں بیٹھی تو رہی تھی تم میرے پاس آئے تھے تب تم نے ایک وعدہ کیا تھا میرا خیال رکھو گے اور مجھے اکیلا نہیں چھوڑو گے۔وہ اس کی طرف مڑی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ہاں یاد ہے مجھے۔عالی جاہ نے بچپن کے وہ لمحات یاد کرتے ہوئے کہا۔

میں ٹرپ پر جانا چاہتی ہوں مگر مام نہیں مان رہیں وہ چاہتی ہیں کہ میں تمہارے ساتھ ہی جاؤں وگرنہ مجھے اجازت نہیں ملنے والی۔وہ روہانسے انداز میں بولی۔

اوہ تو یہ غلط بات ہے میں تو نہیں جا رہا تمھیں میری وجہ سے کیوں روک رہی ہیں یمنہ مام۔وہ سیڑھیوں پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

عالی جاہ پلیز مان جاؤ تمھیں اپنا پرامس پورا کرنا ہوگا۔وہ اس کے سامنے سیڑھی پر بیٹھ گئ

تھی۔

آہ! پر امس تو اب نبھانا پڑے گا ناں۔ وہ بے بسی سے بولا۔

مطلب تم مان گئے ہو۔ وہ چہکی تھی۔

ہاں ماننا ہی پڑا۔ وہ اپنے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے اک اسٹائل سے سیڑھیاں اتر گیا تھا۔

ماما کو یہ نیوز دیتی ہوں عالی جاہ مجھے کیسے انکار کر سکتا ہے۔ وہ خوشی سے جھومتی ہوئی ماں کے کمرے میں گئی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

***

مجھے عادل کے ساتھ روڈ نہیں ہونا چاہیے ایسے میں چاند کی جگہ اس کے دل میں کیسے بناؤں گی۔ مجھے کوئی اور طریقہ اپنانا ہوگا تاکہ عادل کو قائل کر سکوں چاند کے لیے۔ وہ پڑھائی کے بعد ٹیرس میں آئی تو عادل کو اکیلے لان میں بیٹھے دیکھا۔

وہ کچن میں آئی تو رضو بوا چائے بنا چکی تھیں۔ اس وقت تقریباً سب لوگ ہی چائے پیتے تھے۔ وہ دو مگ چائے کے لے کر لان میں آئی تھی۔ عادل نے حیران نظروں سے اسے

دیکھا تھا۔ جبکہ کسی نے نفرت بھری نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔

***

داؤد صاحب ! داؤد صاحب کہاں ہیں آپ؟ شیریں بیگم انھیں پکارتے ہوئے اندر آئی تھیں۔

کیا ہوا اتنی عجلت میں کیوں ہو سب خیریت تو ہے ناں۔ داؤد لاشاری اپنے کمرے میں بیٹھے چائے پی رہے تھے جب وہ پکارتی ہوئی داخل ہوئیں۔

نہیں بالکل نہیں بانو کا فون آیا ہے چاند کی طبیعت بہت خراب ہے۔ اس کا بخار اترنے کا نام نہیں لے رہا مجھے بہت پریشانی ہو رہی ہے۔ وہ پریشانی سے بولیں۔

لیکن بخار کیوں ہوا؟؟ وہ چائے پینا بھول گئے تھے۔ دونوں آگے پیچھے کمرے سے نکلے تھے۔

وہی خوابوں کا سلسلہ اور پھر پچھلی رات گرج چمک تھی۔ نجانے کیوں وہ ایسے موسم سے ڈر جاتی ہے۔ اسے عجیب فوبیا ہے۔ ان کی بات کے دوران وہ ڈرائیور کو کہہ کر گاڑی نکلوا چکے تھے۔

اب مسلسل بانو بیگم کا نمبر ملا رہے تھے جو فون نہیں اٹھا رہی تھیں۔داؤد لاشاری نے پریشانی سے پیشانی مسلی تھی۔

***

زندگی تو ہلکی پھلکی سی ہے بوجھ تو بس خواہشات کا ہوتا ہے۔ تمھیں پتا ہے خواہشات اس اندھے کنوئیں کی مانند ہوتی ہیں جن میں گر کر انسان کی آہ بھی نہیں نکلتی۔وہ روز اس دربار پر آتی تھی اور روز اس سیڑھی پر آ بیٹھتی تھی۔اب بھی وہ گھٹنوں پر ہاتھ دھرے ہوں ہی آتے جاتے لوگوں کو دیکھ رہی تھی جب اسے اپنے قریب سے آواز سنائی دی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

خواہشات بری نہیں ہوتیں انسان کے اندر خواہشات کا پیدا ہو جانا تو فطری ہے بس لگاتار خواہشات کی تکمیل کے لیے نفس کی پیروی کرنا ہمیں اس جہاں میں لے جاتا ہے کہ جب ہماری اڑان رکتی ہے تو ہمیں احساس ہوتا ہے کہ ہمارے ارد گرد پچھتاوے کی آگ اس قدر بھڑک رہی ہے جو ہمیں کسی بھی پل جلا کر خاکستر کر دے گی اور ہم توبہ کے در پر نجانے پہنچ بھی پائیں گے یا نہیں۔وہ کچھ بولے بغیر بس گھٹنوں پر ہاتھ دھرے سر جھکائے اسے سن رہی تھی۔

میری جان تم یہاں ہو چلو گھر میں تمھیں کب سے ڈھونڈھ رہی تھی۔اتنے میں عینی اسے ڈھونڈتے ہوئے وہاں آئی تھی اور اس کا ہاتھ تھام کر ساتھ لے گئی تھی۔دربار پر بیٹھی، بال بکھیرے خاتون نے کن اکھیوں سے اسے جاتے دیکھا تھا۔

سچ کہتے ہیں لوگ "خدا کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے"

***

داؤد لاشاری اور بڑی بیگم تھوڑی دیر پہلے ہی وہاں پہنچے تھے۔ڈاکٹر اس کا چیک اپ کر کے جا چکا تھا۔وہ سخت بخار میں بے ہوش پڑی تھی۔بانو بیگم دونوں کے لیے چاے بنا کے لے آئی تھیں۔

نہیں مجھے چھوڑ دو۔۔۔مم۔۔مجھے خوف آتا ہے تم سے۔۔۔۔تم مجھے۔۔۔۔۔۔کیوں ایسے پکارتی ہو مت پکارو مجھے۔۔۔۔۔۔وہ زور سے چلاتے ہوئے اٹھ بیٹھی تھی۔

چاند بیٹا کیا ہوا؟؟؟؟مت چلاؤ ایسے ہوش میں آؤ۔بانو بیگم دوڑ کر پاس آئی تھیں۔

بڑی امی میرے خوابوں میں کیوں آتی ہے یہ خاتون آخر کیوں؟؟ کیا رشتہ ہے میرا ان سے؟؟ وہ بلک بلک کر رو رہی تھی۔

ہاہ میرا بچہ روؤ نہیں ایسے۔ وہ اسے اپنے سینے سے لگاتے ہوئے بولی تھیں۔

داؤد لاشاری خود بہت پریشان ہو گئے تھے اس کی حالت دیکھ کر۔ بڑی بیگم نے اسے بہلانا شروع کر دیا تھا۔ وہ بانو بیگم کو اشارہ کرتے ہوئے باہر نکل گئے تھے۔

***

ماما میں نے عالی جاہ کو منا لیا ہے وہ میری خاطر ٹرپ پہ جانے کے لیے تیار ہو گیا ہے۔ فارحہ کمرے میں آکر چہکی تھی۔

ہاں میری جان بھلا وہ کیوں نہیں مانے گا تمہاری بات تم اس پہ حق رکھتی ہو دونوں ایک دوسرے سے اتنی محبت کرتے ہو۔ دوستی بھی تو بہت اچھی ہے تم لوگوں کی۔ یمنہ بیگم اسے اپنے پاس بٹھا کر لاڈ سے بولی تھیں۔

سچ ماما۔ اس نے یقین دہانی چاہی تھی۔

اور کیا تو خود دیکھو وہ تمہاری خاطر ٹرپ پہ جا رہا ہے ناں کتنا خیال کرتا ہے تمہارا بس اب تم بھی اس کا خیال رکھا کرو۔ تم دونوں کی بہت مضبوط دوستی ہونی چاہیے آخر ساتھ جو رہنا ہے۔ وہ کچھ سوچتے ہوئے بولی تھیں۔

ماما بڑی امی کدھر ہیں؟؟اس نے پوچھا تھا۔

وہ تو تمھاری سوتیلی بہن کے گھر گئی ہیں اور کہاں جائیں گی۔ یہ بھی اپنی ماں کے ساتھ ہی کیوں نہ چلی گئی میرے سینے پر مونگ دلنے کے لیے یہاں ہی چھوڑ گئی۔ انھوں نے نخوت سے کہا تھا۔

ماما آپ انھیں پسند کیوں نہیں کرتیں؟؟اس نے اور سوال کیا تھا ماں کے نفرت بھرے الفاظ سن کر۔

اس کی ماں ایک بری عورت تھی اس نے تمھارے باپ کو بہلا پھسلا کر شادی کر لی اور ہم سے دور کر دیا تمھارے بابا کی موت کی وجہ ہیں یہی دونوں۔ کیا ہمیں ایسے لوگوں سے نفرت نہیں ہونی چاہیے؟؟ وہ اپنی پندرہ سالہ بیٹی کا چہرہ دونوں ہاتھوں سے تھامتے ہوئے بولی تھی۔

فارحہ نے سر ہلا کر ماں کی تائید کی۔

***

عالیان داؤد تھک چکا تھا ایک ماہ میں اس نے پورا ملتان چھان مارا تھا مگر اسے ذوپاش

کہیں نہیں ملی تھی۔ ابھی بھی وہ ملتان شہر کی سڑکوں پر گاڑی بھگا رہا تھا۔ صبح اسے لاہور شفٹ ہونا تھا۔ وہ آخری رات بھی ملتان میں اسے ڈھونڈتے ہوئے گزار دینا چاہتا تھا۔

اس کی نظر بہاؤدین زکریا ملتانی کے دربار پر پڑی تھی۔ وہ گاڑی دور کھڑی کر کے اس کے بونٹ پر بیٹھا دور سے نظر آتے مزار کو دیکھ رہا تھا۔

اسے یاد آرہا تھا بہاولپور میں بی بی جاوندی کے دربار پہ کیسے وہ بن مانگے لوٹ آیا تھا۔ اسے کیا معلوم تھا وہ چاند چہرہ اسے اپنا گرویدہ کر لے گا جو خود کئی چاند چہرہ لڑکیوں کی نظروں میں رہتا ہے۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

مجھے محبت ہو گئی ہے ہاں میں ہار گیا ہوں مقدر سے میں بن مانگے سب پالیتا ہوں مجھے مانگنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی کبھی مگر آج مجھے خدا اپنے در پر لے آیا ہے تاکہ میں مانگوں اس سے۔ مگر میں کیسے مانگوں مجھے شرم آتی ہے اس لیے آپ کے پاس آیا ہوں تاکہ وسیلہ بنا کر خدا کے حضور بھیجوں۔ وہ آپ کی بات نہیں ٹالے گا آپ لاڈلے کے ہیں اس کے اور اور ذوپاش نے کہا تھا خدا اپنے لاڈلوں کی بات رد نہیں کرتا وہ "کن" کہتا ہے فوراً۔ میں شرمندہ ہوں مجھے میرے مقدر میں وہ چاند چاہیے مجھے عطا کر دیں ۔ وہ گاڑی کے سامنے سڑک پر بیٹھا ڈھلتی رات کو اسے مانگ رہا تھا نظروں کو اس

بزرگ کے نظر آتے مزار پر جمائے بس وہ ایک ہی بات کی گردان لگائے ہوئے تھا۔

***

ہارون اور شہرین دونوں ایک ناجائز تعلق میں رہنے کے بعد جائز تعلق میں بندھ چکے تھے۔ شہرین نے حق مہر میں ایک بڑی رقم وصول کی تھی۔ جب کہ منہ دکھائی میں اس نے ہیروں کا سیٹ لیا تھا جو ہارون نے اپنی طرف سے سرپرائز میں دیا تھا۔

ہارون مجھے تم سے اس سیٹ کی امید نہیں تھی تمھیں تو مجھے کم از کم اپنا بزنس پارٹنر بنانا چاہیے تھا مجھے۔ وہ اس کے گلے میں بانہیں ڈالتے ہوئے بڑے ناز سے بولی۔

کیا لائف پارٹنر بنایا ہے وہ کافی نہیں۔ اس نے ابرو اچکا کے پوچھا تھا۔

بلکل نہیں، میں چاہتی ہوں ہر پل تمہارے ساتھ گزاروں آفس، پارٹیز، گھر ہر جگہ ہم ساتھ ہوں۔ وہ اسے صاف شیشے میں اتارنا چاہتی تھی۔

کیا واقعی تم بزنس میں انوالومنٹ چاہتی ہو؟؟ ہارون نے ہاتھ میں حرام مشروب کا گلاس اٹھا رکھا تھا۔

ہاں بلکل۔ کیا نہیں کرنی چاہیے؟؟ وہ اس کا گلاس لے کر دور رکھتے ہوئے بولی۔

ٹھیک ہے یہ شوق بھی پورا کردیں گے اگر کام مجھے پسند آیا تو۔۔۔وہ نشے میں ڈولتا ہوا بیڈ پہ جا گرا تھا۔

ہم ہنی مون کے لیے کہاں جارہے ہیں ہارون؟ وہ اسے نشے میں دھت دیکھ کرنا گواری سے صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

بہت آگے جائیں گے ابھی ہم۔۔۔بہت دور۔۔۔دیکھنا تم۔۔۔وہ نشے میں اول فول بول رہا تھا۔

کیا بکے جارہے ہو تم؟؟ وہ اس کے نشہ کرنے سے بہت تنگ تھی۔شادی سے پہلے تو اسے یہ سب کرتے نہیں دیکھا تھا۔غصے سے اٹھ کر وہ دوسرے کمرے میں چلی گئی تھی ۔مگر ہارون کی نظروں نے اس کا تعاقب کیا تھا۔وہ اسے بیوقوف بنانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔چہرے پر شیطانی مسکراہٹ نے احاطہ کیا ہوا تھا۔

***

بانو بیگم آخر کب سے اس کی یہ حالت ہے؟؟ ایسے خواب کیوں دیکھتی ہے؟؟ کیا ہر بار یہی حالت ہوتی ہے؟؟ وہ پریشانی سے اس سے استفسار کر رہے تھے۔

صاحب جی پہلی بار ایسی حالت تب ہوئی تھی جب سات برس کی تھی۔اس کے بعد اب پھر سے ان خوابوں نے اپنا اثر دکھانا شروع کر دیا ہے۔بانو بیگم نے صاف گوئی سے کام لیا تھا۔

کس نوعیت کا خواب دیکھتی ہے آخر ؟؟وہ مختلف سوال کر رہے تھے اپنی تسلی کے لیے

۔

خواب میں کسی عورت کو ہی دیکھتی ہے مگر بتایا نہیں کبھی تفصیل میں بھی نہیں پوچھتی کہ کہیں پھر سے وہ یاد کر کے پریشان نہ ہو۔بانو بیگم کا چہرہ ممتا کی محبت سے دمکتا نظر آ رہا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE .COM
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

داؤد صاحب آج ہم سب باہر ڈنر کرنے جانے لگے ہیں۔ہماری بیٹی کی فرمائش پر۔وہ دونوں گفتگو کر رہے تھے جب شیریں بیگم چاند کے ساتھ وہاں آئی تھیں۔وہ اسے اس فیز سے نکالنے میں کامیاب ہو گئی تھیں۔

ہاں ہاں کیوں نہیں ہماری بیٹی چاہے گی تو ہم کیوں نہیں جائیں گے۔چکیں سب تیار ہو جائیں۔داؤد لاشاری اس کے چہرے پر تازگی کے آثار دیکھ کر ہی مطمئن ہو گئے تھے

۔

میں تو تیار ہوں ڈیڈ۔ وہ اپنی فراک لہراتے ہوئے بولی تھی۔

پھر دیر کس بات کی چلتے ہیں۔ وہ سب آگے پیچھے چلنے لگے تھے۔ ڈرائیور انھیں آتا دیکھ کر گاڑی کے پاس پہنچ گیا تھا۔

***

وقت کے سمجھانے کا طریق۔ سخت اور کرب ناک۔ ہوتا ھے، مگر یہ بھی سچ ھے کہ وقت کی سمجھائی ہُوئی بات حتمی ہوتی ھے اور ساری زندگی کے لئیے سمجھ میں آجاتی ھے!...

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ دیوار سے ٹیک لگائے آسمان کو تکتے ہوئے سوچ رہی تھی۔

چہرے پر کرب تھا، پچھتاوے کی پر چھائیاں واضح دکھ رہی تھیں۔ وہ شرمندہ تھی، خدا سے شرمندہ تھی اور بھی بہت لوگ تھے جن سے وہ نظریں نہیں ملا پاتی تھی۔ مگر رات کے وقت وہ سر اٹھا کر اپنے رب سے التجائیں کرتی تھی۔

***

عالی جاہ چاند بہت خوب صورت ہے اور مجھے بھی بہت پسند ہے۔ بڑی بیگم نے اس کے

بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا۔

لیکن ماما جان مجھے چاند بالکل نہیں پسند۔اس نے حتمی لہجہ اپنایا تھا۔

مگر بیٹا کیا وجہ ہے؟شیریں بیگم کی چلتی انگلیاں میکانکی انداز میں رکی تھیں۔

میری پیاری ماں وجہ کوئی بھی ہو آپ پہلے یہ بتائیں کہ میں ٹرپ پر جارہا ہوں تو آپ کے لیے کیا گفٹ لاؤں؟؟وہ کمپیوٹر شٹ ڈاؤن کرتے ہوئے پیچھے مڑا تھا اور ماں کے ہاتھوں کو تھامتے ہوئے مسکرا کر بولا۔

مجھے بھلا کیا ضرورت کسی تحفے کی میرا بیٹا خود میرے لیے ایک تحفہ ہے۔وہ چیئر سے اٹھا تھا اور انھیں بیڈ پر بٹھانے کے بعد خود سامنے بیٹھ گیا تھا۔

ٹھیک ہے میں آپ کے لیے خود ہی کچھ لے آؤں گا۔آپ کل کہاں تھیں؟؟اس نے اچانک یاد آنے پر پوچھا تھا۔

ہاں ہم بانو بیگم کے بلانے پر گئے تھے اور وہیں پر ہی رہے تھے کل۔شیریں بیگم نے بیٹے کو محبت بھری نظروں سے دیکھا تھا۔

واہ بھئی واہ بڑی محبت چل رہی ہے دونوں ماں بیٹا کے درمیان ہم باپ بیٹی کو تو لوگ

بھول ہی جاتے ہیں۔ ثمن نے کمرے میں داخل ہوتے ہی کہا تھا۔

تو ثمن آپی آپ جیلس ہو رہی ہیں۔ عالی جاہ نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

نہیں نہیں بلکل نہیں یہ بتاؤ شہزادے کل ٹرپ پہ جا رہے ہو کیا لاؤ گے میرے لیے؟؟

وہ اس کے گلے میں بانہیں ڈالتے ہوئے بولی۔

جو آپ کہیں گی اور ایک منٹ یہ لاڈ اس لیے ہو رہا ہے۔ وہ اس کے اپنے گلے میں ڈالی

بانہوں پر تنقید کرتے ہوئے بولا۔

جبکہ شیریں بیگم دونوں کی نوک جھونک سے لطف اندوز ہو رہی تھیں۔

میرے لیے دو اسٹونز نیکلس لے کر آنا اوکے۔ وہ اسے حکم دیتے ہوئے مسکرا کر باہر

نکل گئی تھی۔

یہ کیا مجھ سے فرمائش کرنے آئی تھیں ایسا لگتا ہے میں ان کا بڑا بھائی ہوں۔ عالی جاہ نے

اس کے جانے کے بعد کہا۔

اچھا بیٹا اب تم اپنی تیاری کر لو ٹھیک ہے اور احتیاط سے جانا۔ فارحہ کا بھی خیال رکھنا۔ وہ

بیڈ سے اٹھتے ہوئے بولی تھیں۔

جی ماما۔وہ بھی اٹھ گیا تھا۔

ہاں جلدی سو جانا تاکہ نیند پوری کر سکو۔وہ اس کی پیشانی پر بوسہ دینے کے بعد کمرے سے نکل گئی تھیں۔

***

ذوپاش آخر مجھے ملی کیوں نہیں اس شہر میں؟؟

کیا میں نے کھو دیا اسے؟؟

وہ کمرے میں اندھیرا کیے کرسی پہ ٹانگ پہ ٹانگ رکھے بیٹھا سوچ رہا تھا۔جب اس کا فون بجنے سے اس کی سوچ منتشر ہوئی تھی۔اس نے فون پر آتی کال اٹینڈ کی تھی۔

وہ لاہور ایک میٹنگ اٹینڈ کرنے آیا تھا۔اس کے ڈیڈ چاہتے تھے اب وہ جلد از جلد بزنس میں ان کا ساتھ دے مگر وہ بزنس میں چینج لانا چاہتا تھا۔اس کی اپنی کمپیوٹر سرچنگ بہت زیادہ تھی اور اب تک وہ کئی پروگرامز متعارف کروا چکا تھا۔بس اب وہ اپنی کمپنی میں ایک نیا پروجیکٹ لانچ کرنے والا تھا۔اسے کچھ عرصہ لاہور ہی رہنا تھا۔

اس کے ڈیڈ کے سیکرٹری نے کل ہونے والی میٹنگ کی ٹائمنگز کی اطلاع دی تھی۔وہ

www.neweramagazine.com

ٹھنڈی سانس بھرنے کے بعد کرسی سے اٹھا تھا اور میٹنگ میں پہننے کے لیے ڈریس سلیکٹ کرنے کے لیے وہ الماری کی طرف بڑھا تھا۔

***

وہ دونوں ہنی مون کے لیے ورڈ ٹوور پر گئے تھے۔اس کے بعد ہارون نے شہرین کو متعارف کروانے کے لیے بزنس پارٹی منعقد کی تھی۔پارٹی رات کے وقت شہر کے مشہور ہوٹل میں رکھی گئی تھی۔شہرین کے اعزاز میں پارٹی تھی تو وہ بیوٹی پارلر سے خاص طور پر تیار ہوئی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

آخر کب آئیں گی اس پارٹی کی شان ہمارے سامنے؟؟؟ہارون اپنے دوستوں کے گروپ میں کھڑا تھا جب اس سے کسی نے سوال کیا۔

ہاں ہارون آخر کتنی دیر ہے؟؟آج اور سوال بھی اسی گروپ سے آیا تھا۔

بس ابھی پہنچنے ہی والی ہے تب تک شراب اور شباب انجوائے کرو ناں۔پوری محفل رنگا رنگ ملبوسات میں سجی خواتین سے بھری ہوئی تھی جن میں سے خاص کر لڑکیوں کو کلب سے بلوایا گیا تھا بڑے بڑے بزنس مینز کی خدمت کے لیے جو آج پارٹی میں

مدعو تھے۔

مختلف رنگوں کے جام ٹرے میں سجائے ویٹرز پھر رہے تھے۔تاکہ مہمانوں کی تواضع کی جا سکے۔

اس شراب اور شباب کا مزہ بھی تو ایسے نہیں آئے گا ناں جب تک ہم "بھابھی" کو دیکھ نہیں لیتے۔ایک دوست نے دانت نکالتے ہوئے کہا تو باقیوں نے بھی ہاں میں ہاں ملائی تھی۔

تم نے جس کے اعزاز میں پارٹی رکھی ہے آخر وہ کوئی عام چیز تو نہیں ہو سکتی ناں کوئی تو بات ہو گی ناں آخر۔دوسرے دوست نے کمینگی سے ہنستے ہوئے آنکھ ماری تھی۔

ایکسکیوز می پلیز۔وہ اپنے جگری یار کو آتا دیکھ کر وہاں سے کھسک گیا تھا۔

کیسے ہو ہارون؟؟ مجھے دیر تو نہیں ہو گئی کہیں؟ خاور نے مصافحہ کرتے ہوئے پوچھا تھا۔

نہیں تم بلکل لیٹ نہیں ہوئے ابھی شہرین نہیں آئی۔ہارون اس کی آمد پر کھل اٹھا تھا۔

ویسے ہارون کچھ زیادہ ہی نہیں ہو گیا انتظام۔اتنا زیادہ خرچہ کر ڈالا تم نے۔خاور نے چاروں طرف نظریں گھما کر ہر چیز کا جائزہ لینے کے بعد کہا تھا واقعی ہارون نے پیسہ

اڑانے والے انداز میں خرچ کر دیا تھا اسے پہلے اتنا پیسہ ایک ساتھ کبھی خرچ نہیں کیا تھا

۔

جس کے لیے اتنا پیسہ لگایا ہے ناں دیکھنا تم اسی کے زریعے ہی سود سمیت کماؤں گا۔

ہارون نے دل کی بات کہی تھی۔

خاور جو ویٹر کو اشارہ کرنے کے بعد اپنی جانب بلا چکا تھا جام کا گلاس تھامتے ہی اسے حیرت سے دیکھنے لگا۔اس نے کچھ پوچھنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ شہرین کی گاڑی سامنے نظر آتے انٹرینس ڈور کے پاس آکر رکی تھی۔

تمام کیمرہ لائیٹس آن ہوئی تھیں۔تمام لوگوں کی نظریں وہاں پر لگی تھیں۔کچھ سیکنڈز کے وقفے کے بعد گاڑی کا دروازہ کھلا تھا اور شہرین اپنی سلیولیس رائل بلیو برانڈڈ میکسی کو سنبھالتے ہوئے باہر نکلی تھی۔

اس نے گاڑی سے باہر نکلنے کے بعد ایک مسکراہٹ سب کی طرف اچھالی تھی۔ہارون نے اس کی طرف قدم بڑھائے تھے۔تمام لوگ شہرین کے حسن کو سراہا رہے تھے اپنی نظروں ہی نظروں سے۔اس کے حسن کو مسکراہٹ نے چار چاند لگا دیے تھے۔

شہرین کے قریب پہنچنے کے بعد ہارون نے اپنا ہاتھ بڑھایا تھا جسے وہ تھامنے کے بعد اس

NEW ERA MAGAZINE .COM
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

کے ساتھ چلنے لگی تھی۔ہارون سے سب کے درمیان لانے کے بعد اونچی آواز میں بولا

تھا:

لیڈیز اینڈ جینٹل مینز! جس کے انتظار میں آپ سب کھڑے تھے وہ آپ سب کے

سامنے ہے مائی وائف مسز شہرین۔اسی کے اعزاز میں آپ سب کے لیے یہ پارٹی رکھی

گئی اور پھر اسے متعارف کرنا بھی ضروری تھا۔لیٹس انجوائے اگین۔اس نے جو نہی

بات ختم کی میوزک آن کر دیا گیا تھا۔

کچھ لوگ ڈانس کرنے میں مگن تھے تو کچھ لوگ آپسی گفتگو میں جبکہ ہارون شہرین کو

ساتھ لیے کچھ لوگوں سے ملوا رہا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE.COM
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

***

جب آپکا دل درد سے بھر جائے اور آنکھوں میں بے تحاشا آنسو آ جائیں تو اس رب سے

چپکے چپکے باتیں کر لیا کریں،وہ سب جانتا ہے پر وہ آپ سے سننا چاہتا ہے۔عینی نے اسے

ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد دعا مانگے بغیر اٹھتے ہوئے دیکھ کر کہا تھا۔

وہ چلتے ہوئے اس کے پاس بیڈ پر آ بیٹھی تھی۔اس کی بات کو مکمل نظر انداز کرتے ہوئے

بولی :

مجھے میری بچی بہت یاد آ رہی ہے عینی وہ میرے بغیر اسے کیسے سنبھالے گا۔وہ مجھ سے محبت کرتا تھا ناں تو اس نے ایسا کیوں کیا میرے ساتھ ؟؟وہ سر پکڑ کر اپنے آنسوؤں پر ضبط کرنے لگی۔

میری جان کیوں روتی ہو؟ کیوں خود کو ہلکان کرتی ہو؟؟ عینی کو اس کے رونے سے تکلیف ہوئی تھی۔

میرا سب کچھ کھو گیا ہے عینی میرا شوہر ،میری بیٹی، میرا آشیانہ بکھر گیا ہے نجانے کس کی نظر لگ گئی۔میرے شوہر نے میرا اعتبار کرنے سے ہی انکار کر دیا۔کیسا اعتبار تھا اسے میری ذات پر؟؟؟وہ آنسو صاف کرتے ہوئے اٹھی تھی۔

کہاں جا رہی ہو؟عینی نے اسے چادر سنبھالتے دیکھ کر کہا تھا۔

دربار پر جا رہی ہوں۔دربار پر جانے کے لیے وہ چادر کا استعمال کرتی تھی۔

لیکن کیوں؟عینی نے وجہ پوچھی تھی وہ اسے کہیں بھی اکیلا نہیں رہنے دیتی تھی۔

کیونکہ وہاں صرف میں ہی دکھی نہیں ہوتی میرے جیسے اور لوگ بھی وہاں موجود

ہوتے ہیں اور کیا معلوم کہ خدا اپنے اتنے دکھی لوگوں کو ایک ساتھ دیکھ کر ہی رحم کر دے اور ہمیں نکال لے ہمارے دکھوں سے۔اتنا کہ کر وہ نکل گئ تھی کمرے سے۔

عینی نے اپنا سر بیڈ کراؤن سے لگایا تھا اور ایک پل کے لیے آنکھیں موند لیں۔

***

فارحہ بیٹا اپنا بہت خیال رکھنا ٹھیک ہے ناں اور اچھے سے سب چیزیں چیک کر لو کچھ رہ تو نہیں گیا۔وہ سب ناشتے کی میز پر سے اٹھنے لگے تو شیریں بیگم نے کہا۔

بڑی امی جان مجھے اپنا خیال رکھنے کی کیا ضرورت ہے عالی جاہ ہو گا ناں میرے ساتھ۔

فارحہ نے مسکرا کر عالی جاہ کی طرف دیکھا تھا۔

تم دونوں ساتھ ساتھ ہی رہنا اور بہت انجوائے کرنا او کے۔یمنہ بیگم نے کہا تھا۔

دونوں تقریباً تیار تھے۔اپنا اپنا بیگ سنبھالتے ہوئے دونوں پہلے داؤد لاشاری کے پاس گئے تھے۔انھیں ملنے کے بعد گاڑی کا رخ کیا جسے ڈرائیور اسٹارٹ کر چکا تھا۔

اللہ کی حفظ و امان میں رہنا۔یمنہ بیگم نے ہاتھ ہلایا تھا۔

جبکہ ثمن دوڑتے ہوئے کار تک آئی تھی۔

عالی اسٹونز لانا مت بھولنا ورنہ میں گھر میں گھسنے نہیں دوں گی۔اس نے گاڑی کے کھلے شیشے سے اندر جھانکتے ہوئے اسے یاددہانی کروائی۔

اوکے آپی۔عالی جاہ نے اس کی دھمکی پر مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

اور آپی میں کیا لاؤں آپ کے لیے؟فارحہ نے سوال کیا۔

تم خود ہی آجاؤ تو بڑی بات ہے۔عادل نے گاڑی کے قریب آتے ہوئے کہا تھا۔

ڈونٹ وری عالی جاہ آگیا تو میں بھی آجاؤں گی۔کیونکہ ہم ساتھ ہی نظر آئیں گے آپکو ہمیشہ۔فارحہ کا انداز کچھ جتانے والا تھا جسے دیکھ کر ثمن ایک پل کو ٹھٹھکی تھی۔

اچھا اب انھیں جانے بھی دو۔شیریں بیگم صدقے کے پیسے دینے ڈرائیور کو آئیں تو انھیں گپ شپ لگاتے دیکھ کر کہا۔

ڈرائیور یاد سے صدقے کے پیسے فقیر کو دے دینا میرے بچے سلامتی کے ساتھ جائیں اور لوٹیں۔

گاڑی چل پڑی تھی وہ سب اندر جانے لگے تھے۔

"مسز شہرین بہت خوب صورت ہیں آپ۔"

"مسز ہارون اتنا حسن اپنے ساتھ لیے پھرتی ہیں۔"

"ہارون بہت لکی ہو تم اتنی پیاری بیوی کہاں سے ڈھونڈ نکالی۔"

اس طرح کے مختلف جملے اسے سننے کو ملے تھے۔وہ سب کو دیکھتے ہوئے ایک ٹیبل پر جا بیٹھی تھی۔ابھی بیٹھے ہوئے اسے کچھ سیکنڈز ہی گزرے ہوں گے کہ ایک سوٹڈ بوٹڈ ڈیشنگ پرسنالٹی کا بندہ اس کے قریب آیا تھا۔

مسز شہرین ہمارے ہوتے ہوئے آپ اکیلی بیٹھی ہیں چلیں ڈانس کے بارے میں کیا خیال ہے؟؟وہ ہاتھ بڑھائے اسے دیکھ رہا تھا۔

ڈانس۔وہ ہارون کو دیکھنے لگی جو اسے نظر نہیں آرہا تھا معلوم نہیں اسے اچھا لگے گا بھی یا نہیں۔

جی اسی بہانے کچھ باتیں بھی ہو جائیں گی ہماری۔وہ اسے ہچکچاتے دیکھ کر بولا تھا۔

کیوں نہیں ضرور۔وہ اس کا ہاتھ تھامے اٹھی تھی۔

ویسے میں ہارون سے جیلس فیل کر رہا ہوں آپ پہلے کیوں نہیں مل گئی مجھے کہاں چھپی

ہوئی تھیں ہم سے۔وہ دونوں بھی دوسروں کی طرح ڈانس کرتے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔

کیا مطلب؟؟اس نے ناسمجھی سے پوچھا تھا۔

ہارون کو ملنے سے پہلے ہمیں مل جاتیں آپ تو آج یہ پارٹی ہارون نہیں ہم نے منعقد کروائی ہوتی۔وہ اس کی بات سن کر مسکرائے تھی۔

اوہ۔اس نے خوب صورتی سے لب سکوڑے تھے۔

ویسے پارٹی کا انتظام تو اچھا ہے مگر آپ کے اعزاز میں تو پوری دولت قربان کر دینی چاہیے تھی۔ہارون نے خاور کے اشارے پر ان دونوں کو دیکھا تھا اور مسکراتے ہوئے اسے دیکھا جیسے کہ رہا ہو میں نے کہا تھا ناں بس دیکھتے جاؤ اب تم۔

آپ نے اپنے بارے میں تو بتایا نہیں۔وہ تو ہارون سے بھی زیادہ امیر نکلا تھا اسے جاننے کا اشتیاق ہوا تھا۔

مجھے ملک کہتے ہیں۔ایک چھوٹا سا بزنس مین ہوں۔لندن ہی ہوتا ہوں اب تو یقیناً ملاقات ہوتی رہے گی ہماری۔دونوں پوری محفل سے بے نیاز آپس میں گفت وشنید

کرنے میں مگن تھے ساتھ ساتھ ڈانس بھی ہو رہا تھا۔

بلکل کیوں نہیں۔اس نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

***

عادل بات سنو۔وہ تیار ہو کر باہر آئی تھی۔عادل لان میں ہی وجود تھا اسے دیکھ کر پلٹا۔

دونوں ہی کے ایگزامز ہو چکے تھے۔کچھ دنوں کے لیے فارغ تھے۔اس لیے ثمن نے کچھ ٹائم چاند کے ساتھ گزارنے کا ارادہ کیا اور تیار ہو کر اس کے پاس آئی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

کہیں جا رہی ہو؟عادل نے اسے دیکھتے ہی پوچھا تھا۔

ہاں مجھے چاند کو ملنے جانا ہے آج کا ٹائم وہاں گزاروں گی۔کیا تم مجھے چھوڑ آؤ گے یا ڈرائیور سے بولوں؟وہ خوشی سے چہکی تھی۔

میں نے تو سوچا تھا ہم دونوں ساتھ ٹائم سپینڈ کریں گے مگر تم تو وہاں جانا چاہ رہی ہو۔

عادل نے سنجیدہ انداز میں کہا تھا۔

ہاں تو اچھا ہے ناں تم بھی چلو ہم تینوں ساتھ انجوائے کریں گے اور وہ بھی خوش ہو جائے گی۔اس نے تجویز پیش کی تھی۔

نہیں میں کچھ مصروف ہوں مجھے یاد آیا دوست کی طرف جانا تھا میں نے۔۔۔۔۔

ہممم تو مجھے چھوڑ دو گے تم کیا واپسی ہی ڈرائیور کو بلا لونگی۔وہ کسی طرح اسے چاند سے ملوانا چاہتی تھی تا کہ ان کے بیچ رشتے کو وہ محسوس کر سکے آخر کو بہن بھائی کا رشتہ معمولی تو نہیں ہوتا ناں خواہ سوتیلا رشتہ ہی سہی۔

تم ڈرائیور کے ساتھ چلی جاؤ واپسی پہ میں لیتا آؤں گا۔بلآخر وہ مان گیا تھا اور ثمن کے لیے اتنا ہی کافی تھا کہ وہ مانا تو تھا۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

خواہشوں کی تکمیل میں،اندھا دھند بھاگنے والوں کی روحیں، کہیں بہت پیچھے رہ جاتی ہیں۔وہ بھی خواہشات کی تکمیل میں انسان کے معیار سے ہی گر گئ تھی۔پھر شروع ہوا تھا اس کا احتساب۔

انسان بڑا خود غرض ہے پہلے تو اپنے نفس کے پیچھے گناہوں کے دلدل میں دھنسنے سے بھی گریز نہیں کرتا اور جب اپنے گندے اعمال کا ادراک ہوتا ہے تو ضمیر اسے کسی کروٹ چین نہیں لینے دیتا اور پھر خدا کے در پر ہی پڑے پڑے گزار دینا چاہتا ہے تا کہ وہ

اپنے بندہ بشر کو معاف کر دے بخش دے۔

اس کا ضمیر بھی اب جاگا تھا اور اب اسے کسی کروٹ چین نہیں ملتا تھا۔

ثمن چاند کی فرمائش پر لان میں اس کے ساتھ کھیل رہی تھی جب بیل بجی تھی۔ ثمن ایک لمحے کو رکی تھی اور سوچتے ہوئے بولی :

کون ہو سکتا ہے؟؟

عادل بھائی ہوں گے اور کون ہو سکتا ہے؟؟ چاند نے اچھلتے ہوئے کہا۔

ہاں وہ مجھے لینے آنے والا تھا مگر اتنی جلدی آگیا۔ دونوں چلتے ہوئے گیٹ تک آئی تھیں ۔چوکیدار شاید کہیں گیا ہوا تھا۔

اچھی بات ہے ناں ہم بھائی کو بھی کھیل میں شامل کر لیں گے۔ چاند چہکی تھی۔

اتنی جلدی آگئے خیریت ہے ناں۔ ثمن نے دروازہ کھول کر اسے اندر آنے کا اشارہ کیا۔

ہاں بس وہاں دل نہیں لگا آؤ چلیں۔ وہ اپنی بائیک پر سوار تھا۔

اسلام علیکم! عادی بھائی کیسے ہیں آپ؟؟ اس نے ثمن کے پیچھے سے جھانکتے ہوئے کہا

۔

وعلیکم السلام! وہ اس کے عادی بھائی کہنے پر اچھنبے کا شکار ہوا تھا۔

کیسے ہیں آپ؟ اس نے مسکراتے ہوئے ایک اور سوال داغا تھا۔

جیسا دکھ رہا ہوں بلکل ایسا ہی ہوں۔ وہ اس کی فرینکنیس کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے ذرا سخت لہجے میں بولا تھا۔

عادل پلیز۔۔۔۔ ثمن نے چاند کی آنکھوں میں جھلملاتے آنسو دیکھ لیے تھے اس لیے اسے ٹوکنا چاہا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

تم آرہی ہو یا میں جاؤں۔ وہ جلد از جلد سوتیلی بہن کی نظروں سے اوجھل ہونا چاہتا تھا۔ اسلیے بائیک اسٹارٹ کرتے ہوئے بولا۔

آرہی ہوں۔ اسے کہ کر پیچھے مڑی اور چاند کو پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے بولی :

ڈونٹ وری آہستہ آہستہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اب اندر جاؤ اور اپنا خیال رکھنا۔

خدا حافظ آپی۔

خدا حافظ۔ وہ چاند کے اندر جاتے ہی بائیک بھگا چکا تھا۔

***

شہرین ویسے یہ ملک کچھ زیادہ ہی فریفتہ نہیں ہو رہا تھا تم پہ۔ہارون اور وہ دونوں ہی پارٹی ختم ہونے کے بعد اپنے فلیٹ پہنچ چکے تھے۔ہارون نے اپنا لگثری فلیٹ بیچ دیا تھا اور اب دونوں شہرین کے فلیٹ میں ہی رہتے تھے۔

اب تمہاری بیوی کی پرسنالٹی ہی ایسی ہے کہ لوگ کھنچے چلے آتے ہیں میری طرف۔وہ اک ادا سے بولی تھی اور ہارون اسے دیکھ کر مسکرایا تھا۔

یہی بات تو ہمیں بھاتی ہے آپکی ڈئیر وائف۔وہ اس کے قریب آیا تھا اور بالوں کی خوشبو محسوس کرتے ہوئے بولا۔

ویسے ملک کا کتنا بزنس ہو گا؟وہ نائٹ گاؤن اٹھاتے ہوئے بولی تھی جس کا رخ اب واش روم کی طرف تھا۔ہارون اس کی ایک ایک حرکت نوٹ کر رہا تھا۔

ڈارلنگ اس کا شمار بڑے بڑے بزنس مینز میں ہوتا ہے اور وہ بھی دبئی کے ہم تو اس کے سامنے کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتے۔وہ جان بوجھ کر اسے بڑی بڑی باتیں بتا رہا تھا مگر ایسا بھی نہیں تھا کہ ملک کوئی چھوٹا بزنس کرتا ہو۔وہ مایہ ناز بزنس مینز میں سے ایک تھا۔

جبکہ ہارون اس کے ساتھ کوئی نہ کوئی ڈیل کر کے اپنا بزنس بڑھانا چاہتا تھا۔

اوہ اچھا تو ایسا ہے۔وہ واش روم میں گھس گئ۔

ہارون اپنے موبائل سے کھیل رہا تھا بیڈ پر دراز ہونے کے بعد۔

***

چاند بیٹا اتنی اداس کیوں بیٹھی ہو؟؟وہ کھانے کی میز پر بیٹھی تھی جب بانو بیگم کھانا میز پر لگاتے ہوئے اسے دیکھ کر چونکی تھیں۔

امی بیگم عادی بھائی ہیں ناں میرے تو وہ مجھ سے پیار کیوں نہیں کرتے مجھ سے سب نفرت کیوں کرتے ہیں؟؟بانو بیگم اس کے چہرے پر بلا کی افسردگی دیکھتے ہوئے بولیں :

نہیں میرے بچے ایسی تو کوئی بات نہیں ہے سب تم سے پیار کرتے ہیں۔۔۔۔۔

امی بیگم پھر ہم یہاں کیوں رہتے ہیں ہمیں بھی پیلس میں رہنا چاہیے ناہم اکیلے یہاں کیوں رہتے ہیں؟؟وہ ان کی بات کاٹتے ہوئے بولی تھی۔

میرا بچہ ہمارا یہی گھر ہے ناں تو ہم یہاں رہتے ہیں اب بس کھانا کھاتے ہیں ورنہ کھانا

ٹھنڈا ہو جائے گا۔ وہ کرسی پر بیٹھنے کے بعد کھانا اس کے سامنے رکھتے ہوئے بولیں۔

کاش میرے مام ڈیڈ مجھے اتنی جلدی چھوڑ کر نا جاتے۔ اس کے منہ سے ایسی بات سننے کے بعد ایک لمحے کو ان کا دل چاہا سارا سچ کھول کے رکھ دیں مگر انھیں اجازت نہیں تھی۔

دونوں ہی چپ چاپ کھانا کھانے لگی تھیں۔

***

ثمن پیزا کھانے کے بارے میں کیا خیال ہے؟؟ وہ نارمل اسپیڈ سے بائیک چلا رہا تھا جبکہ ثمن ناراضگی کا اظہار اپنی خاموشی سے کر رہی تھی جسے وہ محسوس کرتے ہوئے اس سے پوچھ رہا تھا۔

اگر یہی پیزا ہم چاند کے ساتھ کھا لیتے یا تم اسکے ساتھ کھیل لیتے تو کیا ہوتا؟؟ مگر نہیں تمھیں تو اس معصوم کے ساتھ کوئی پرابلم ہے؟ آخر اس نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟؟ ابراہیم پاپا کو کتنا برا لگتا ہو گا؟؟ وہ جب شروع ہوئی تو خاموش ہونا ہی بھول گئی تھی۔

اچھا اتر وفی الحال بہت بھوک لگی ہے۔ وہ مہنگے ریسٹورنٹ کے سامنے بائیک روک چکا

تھا۔

تم بہت برے ہو بہت ہی برے۔ وہ غصے سے کہتے ہوئے بائیک سے اتر چکی تھی۔

تم جانتی ہو ناں کہ غصے میں مجھے اور بھی اپنی اپنی لگتی ہو۔ وہ اس کی ناک دباتے ہوئے بولا تھا۔

دونوں ریسٹورنٹ کے اندر داخل ہوئے تھے اور ایک خالی میز پر جا بیٹھے۔

***

بھابھی بیگم یہ عادل نظر نہیں آرہا؟ اور ثمن کہاں ہے؟ یمنہ بیگم ان کے پاس بیٹھتے ہوئے بولیں۔

ثمن تو دوسرے گھر گئی ہے چاند سے ملنے مگر عادل کا مجھے معلوم نہیں ہے۔ وہ کوئی کتاب لیے بیٹھی تھیں۔ جب بھی فارغ ہوتی تھیں مطالعہ کرتی رہتی تھیں۔

اور کہاں ہوگا ثمن نے ہی کہا ہوگا کہ مجھے چھوڑ آئے اور وہ سدا کا تیار رہتا ہے اب بھی چلا گیا ہوگا۔ یمنہ بھابھی نے ٹی وی آن کرتے ہوئے کہا۔

نہیں یمنہ وہ تو میرے سامنے ہی ڈرائیور کے ساتھ گئی تھی۔ ہو سکتا ہے اپنے دوستوں

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

کے پاس گیا ہو۔ انھیں یمنہ کا انداز اچھا نہیں لگا تھا۔

جی ہو سکتا ہے۔ وہ خاموشی سے چینل سرچنگ کرنے لگیں۔

شیریں بیگم چائے منگوائیں اور بچے ٹرپ سے کس وقت لوٹیں گے۔ داؤد لاشاری جو آفس سے جلدی آگ ئے تھے ہاتھ لینے کے بعد لیونگ روم میں داخل ہوئے تھے۔

آٹھ بجے پہنچیں گے۔ شیریں بیگم کی بجائے یمنہ بیگم بولی تھیں۔

میں چائے لاتی ہوں۔ شیریں بیگم کتاب ایک طرف رکھتے ہوئے بولیں اور اٹھ گئیں۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

شہرین آج تیار رہنا ایک ڈنر پر جانا ہے۔ ہارون میٹنگ کے بعد ہوٹل سے نکل کر اپنی گاڑی کی طرف بڑھ رہا تھا جب

اس نے شہرین کو ملک کے ساتھ سامنے بنے ہوئے ریسٹورنٹ میں جاتے دیکھا تھا۔

وہ میٹنگ کی وجہ سے پہلے ہی لیٹ ہو چکا تھا اور آج اس نے ایک امپورٹنٹ میٹنگ میں شہرین کے ساتھ جانا تھا۔ مگر اس وقت شہرین کو گھر پر انوائٹڈ ڈنر کے لیے تیار ہونے کی بجائے ملک کے ساتھ دیکھ کر غصہ آیا تھا۔

اگر آج کا ڈنر امپورٹنٹ نہ ہوتا تو اسے ہر گز پرواہ نہیں تھی کہ شہرین اس کے ساتھ رات بھر رہے مگر اس وقت اسے شہرین کو یہاں دیکھ کر سخت غصہ آیا تھا .

گاڑی فلیٹ کی طرف بھگانے کے بعد وہ فلیٹ پہنچ کر شہرین کو کالز پر کالز کرنے لگا۔

آج اسے گھر آنے دو دیکھتا ہوں اسے اچھے طریقے سے۔اس نے شراب کی بوتل کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا۔

***

عالیان داؤد بائیس سال کی عمر میں پہلی کامیاب میٹنگ تمہاری محنت اور ذہانت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔وہ اسے گلے لگاتے ہوئے بولے تھے۔

ڈیڈ مجھے بہت خوشی ہوئی آپ کو خوش دیکھ کر۔وہ میٹنگ میں موجود نہیں تھے مگر میٹنگ کے اختتام پر وہ اسے سرپرائز دینے لاہور پہنچے تھے۔

اس لگن کے ساتھ چلتے رہو تو بہت جلد کامیاب بزنس مین بن سکوگے برخوردار۔وہ دونوں ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ڈیڈ نے جوش سے اس کا کندھا تھپتھپایا تھا۔

ڈیڈ اس خوشی میں لنچ تو بنتا ہے۔وہ بھی آپ کی طرف سے۔عالیان داؤد کو مڑ مڑ کر

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

لڑکیاں دیکھ رہی تھیں اس بات کو داؤد صاحب بھی محسوس کر چکے تھے۔اس بات نے انھیں بے چین کر دیا تھا۔

ڈیڈ آپ خاموش لگ رہے ہیں کیا بات ہے؟ وہ ان کی خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے بولا۔

تمہاری شادی اب کر دینی چاہیے۔وہ ان کی بات کو مذاق سمجھا تھا۔

ڈیڈ ابھی تو آپ کی دختر نیک اختر کی شادی ہونی ہے اور آپ میری شادی کا سوچ رہے ہیں۔کہیں لڑکی تو نہیں ڈھونڈلی آپ نے۔وہ آخری بات کرنے کے بعد ان کے سامنے آگیا تھا اس طرح ان کا راستہ وہ بند کر چکا تھا۔

بیٹا جی لڑکی تو ہم نے کب سے ڈھونڈ رکھی ہے بس تم دونوں کی پڑھائی کی وجہ سے بتایا نہیں اب چونکہ میچور ہو تو۔۔۔۔۔۔

ایک منٹ ڈیڈ میں آل ریڈی ایک لڑکی کو پسند کرتا ہوں اس کے علاوہ کسی سے شادی نہیں کرونگا۔وہ ان کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی بول پڑا تھا۔

اب تم غلط بات کر رہے ہو۔وہ ذرا برہم ہوئے تھے۔

دونوں ہی آف موڈ کے ساتھ گاڑی میں بیٹھے تھے اور عالیان داؤد نے گاڑی کا رخ ریسٹورنٹ کی طرف موڑا تھا۔ حالانکہ مزاج دونوں کا خراب ہو چکا تھا مگر بھوک تو دونوں کو ہی لگی ہوئی تھی۔

***

ایک لمحے میں زمانے میرے ہاتھوں سے گئے

اس قدر تیز ہوئی وقت کی رفتار کہ بس !!___

داؤد لاشاری صاحب اپنے کمرے میں بنی کھڑکی کے سامنے کھڑے تھے جو لان میں کھلتی تھی ان کی نظر لان میں بیٹھی اپنی فیملی پر پڑی تھی جو لوگ شام کی چائے پینے کے لیے اکٹھے ہوئے تھے۔ وقت بہت تیزی سے گزرا تھا ان کے سر میں چاندی جھلکنے لگی تھی۔ اس دوران انھوں نے بہت کچھ بڑے ظرف سے برداشت کیا تھا اگر شیریں بیگم کا ساتھ نہ ہوتا تو شاید وہ بھی ابراہیم اور اماں بیگم کے پاس جا چکے ہوتے۔

ڈیڈ! وہ آنکھوں میں آئی نمی صاف کرتے ہوئے پلٹے تھے سامنے ان کی بیٹی کھڑی تھی

۔

ثمن میری پیاری بیٹی یہاں آؤ میرے پاس۔وہ چلتے ہوئے بیڈ پر جا بیٹھے ثمن آہستگی سے قدم اٹھاتے ہوئے ان کے قریب آ بیٹھی تھی۔

ڈیڈ میں تیار ہوں اس شادی کے لیے۔اس نے ڈبڈبائی آنکھوں سے باپ کو دیکھا تھا جو اس کی بات سن کر ہلکا سا مسکرائے تھے۔

میرا بچہ تمھیں عدیل خوش رکھے گا ایک دن تمھیں اپنے فیصلے پر فخر ہو گا اگر یمنہ ضد نہ کرتی اور اپنی انا کے علم کو بلند نہ رکھتی تو میری بچی میری نظروں کے سامنے ہی رہتی مگر وہ چاہتی ہے کہ ثمن تب بہو بنے گی میری جب آپ فارحہ کا نکاح عالی جاہ کے ساتھ کر دیں۔وہ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں رکھے سہلاتے ہوئے آہستہ آہستہ بول رہے تھے۔

لیکن ڈیڈ ہم کیسے کسی کے ساتھ زبردستی کر سکتے ہیں؟؟وہ بے حد دکھی تھی اس کا دل ٹوٹا تھا بیٹی کا ٹوٹنا داؤد لاشاری سے برداشت نہیں ہو رہا تھا۔

مجھے معاف کر دینا میرا بچہ میں تمہاری یہ خواہش پوری نہیں کر سکا۔کاش یمنہ مان جاتی ۔ان کا مان ٹوٹا تھا وہ کیسے صبر کیے ہوئے تھے بیٹی کی نم آنکھیں دیکھ کر وہی جانتے تھے۔

ڈیڈ آپ دکھی مت ہوں جب عادل ہی چچی کے سامنے ہمارے لیے اسٹینڈ نہیں لے سکا

توبات ہی ختم ہو جاتی ہے شاید میں اس بزدل کے ساتھ خوش نہ رہ پاتی۔آپ کا فیصلہ میں دل سے قبول کر چکی ہوں اور میں خوش ہوں آپ بھی پریشان ہونا چھوڑ دیں اور اپنی بیٹی کی رخصتی کی تیاریاں کریں میں اب مزید یہاں نہیں رہ سکتی میرا دم گھٹتا ہے ڈیڈ۔وہ آخر میں مسکرائی تھی نم آنکھوں کے ساتھ۔کیونکہ کوئی بھی بیٹی اپنے جان سے پیارے باپ کو پریشان نہیں دیکھ سکتی۔

اگر میرا بچہ خوش ہے تو میں بھی خوش ہوں اور میں اپنے بچے کی شادی دھوم دھام سے کروں گا۔تم بس خوش رہو۔وہ اس کے سر پر بوسہ دیتے ہوئے بولے تھے۔

چلیں سب چائے پر ہمارا انتظار کر رہے ہیں۔ثمن نے بیڈ سے اٹھتے ہوئے کہا تھا۔

ضرور۔دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرائے تھے اور کمرے سے باہر نکلے تھے۔

عادل کہاں جا رہے ہو تم؟یمنہ بیگم کو جیسے ہی اس کی اچانک روانگی سے متعلق معلوم ہوا تو وہ دوڑی دوڑی اس کے کمرے میں آئی تھیں۔

ان کا بیٹا جا رہا تھا انھیں چھوڑ کر اور اس نے بتایا بھی نہیں تھا۔ایسے تو وہ اپنا بھرم نہیں

رکھ سکتی تھیں انھیں تو بہولا کر ثابت کرنا تھا کہ شمن کے علاوہ بھی بہت لڑکیاں ہیں میرے بیٹے کے شایان شان۔

مام جہاں بھی جاؤں میں آپ کو اب میری کسی بات سے فرق نہیں پڑنا چاہیے۔اس کا درد لہجے سے پتا چل رہا تھا۔

کیوں مجھے فرق نہ پڑے بیٹے میں ماں ہوں تمہاری۔یمنہ بیگم نے اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھاما۔

کیسی ماں ہیں آپ میری زندگی تباہی کرتے وقت ذرا نہ ہچکچائیں اور اب آپ کو میرے جانے کی وجہ سے فرق پڑ رہا ہے۔ماں میرا دل توڑ دیا آپ نے،میں ٹوٹ گیا ہوں۔مجھے تکلیف ہوتی ہے کہ میری ماں اور بہن دشمن بن گئیں میری خوشیوں کی۔بہنیں تو قربانیاں دیتی ہیں بھائیوں کے لیے،مائیں اپنے دل وسیع کرتی ہیں بیٹوں کے مان رکھتی ہیں۔مگر میرے ساتھ ایسا کچھ نہ ہوا۔اب میرا آپ دونوں سے کوئ تعلق نہیں سمجھیں آپ۔خود غرض ہیں آپ ڈیڈ نے ٹھیک ہی کیا دوسری شادی کر کے۔وہ آنکھوں سے بہتے آنسوؤں کو بے دردی سے صاف کرتے ہوئے کہ رہا تھا جبکہ یمنہ بیگم اپنے بیٹے کو دیکھ رہی تھیں جو شاید پہلی دفعہ اتنا بولا تھا ان کے سامنے اپنا دل کھول کے

رکھ چکا تھا۔

میں خود غرض ہوں واہ میرے بیٹے ٹھیک کہا تم نے کیونکہ میں چاہتی ہوں میرے دونوں بچے میری نظروں کے سامنے رہیں، میں اپنے دونوں بچوں کی خوشیاں دیکھ رہی ہوں تم ثمن کو چاہتے ہوں اور فارحہ عالی جاہ کو پسند کرتی ہے تو تمہارے تایاتائی کیوں درمیان میں اس ڈائن کو گھسیٹ رہے ہیں۔پہلے اس کی ماں نے ابراہیم کو مجھ سے چھینا اوراب اس کی بیٹی میری فارحہ کی خوشیوں کو نگلنا چاہ رہی ہے۔اصل قصور کس کا ہے وہ تمھیں دکھائی نہیں دے رہااور تم تم مجھے قصوروار کہہ رہے ہو تو ہاں میں ہوں خود غرض کیونکہ اپنے دونوں بچوں کی خوشیاں مجھے عزیز ہیں۔یمنہ بیگم کے لہجے میں شہرین اور چاند کے لیے نفرت کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔

مام عالی جاہ کہہ چکا ہے وہ کسی لڑکی کو پسند کرتا ہے اور آپ زبردستی فارحہ کو اس کی زندگی میں شامل نہیں کر سکتیں وہ ہر گز خوش نہیں رہ پائے گی جب عالی جاہ کی زندگی میں اس کے لیے گنجائش ہی نہیں آپ دونوں آخر کیوں ضد کر رہی ہیں۔مام ابھی بھی ٹائم ہے ثمن کی شادی نہیں ہوئی صرف رشتہ طے ہوا ہے آپ مان جائیں ورنہ مجھے کھونے کے لیے تیار ہو جائیں۔وہ ان کے دونوں ہاتھ تھامتے ہوئے منت بھرے لہجے میں بولا تھا۔

بھائی آپ مام کی بجائے ثمن کو مجبور کریں کہ عالی کو مجھ سے شادی کے لیے راضی کریں آخر وہ آپ سے محبت کرتی ہیں آپ کی خاطر اتنا تو کر ہی سکتی تھیں۔ مگر نہیں آپ کو صرف اپنا دکھ محسوس ہو رہا ہے میرا اور مام کا نہیں۔اب بھی آپ ہمیں چھوڑ کر جانا چاہتے ہیں تو فیصلے کا اختیار آپ کو ہے۔فارحہ کمرے سے باہر کھڑی ان کی گفتگو سن چکی تھی۔اب اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسے باور کروا رہی تھی کہ قصوروار وہ نہیں۔

آپ دونوں اگر ضد نہ کرتیں تو ثمن میری زندگی میں شامل ہو سکتی تھی یہ کسک، یہ خیال مجھے یہاں پل پل مارے گا میں نہیں رہ سکتا یہاں۔مجھے دیر ہو رہی ہے۔وہ اپنا سوٹ کیس گھسیٹتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

یمنہ بیگم باہر کو لپکی تھیں آخر ان کا جگر گوشہ تھا۔وہ کسی کو مل کر نہیں گیا تھا حتیٰ کہ ثمن سے بھی ملے بغیر چلا گیا تھا۔ ثمن نے ٹیرس پہ کھڑے ہو کر جاتے شخص کو دیکھا تھا جو اس کا محبوب تھا، اس کا عاشق تھا آج اسے بیچ منجدھار کے چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ ثمن نے بھیگی آنکھیں صاف کی تھیں۔

عالی جاہ! مجھے اپنے بیٹے کی خوشی عزیز ہے مگر ہماری خواہش کچھ اور تھی۔ شیریں بیگم عالی جاہ کے کمرے میں آئی تھیں جو آسمان پہ جگمگاتے چاند کو کھڑکی میں کھڑا دیکھ رہا تھا

۔

مام وہ بلکل چاند کے جیسی ہے اور آپ کے بیٹے کے دل میں بس کر رہ گئی ہے میں اسے چاہتا ہوں مام اس کے بغیر میری زندگی ادھوری ہے۔ مجھے اپنی ذات میں خالی پن محسوس ہوتا ہے۔ عالی جاہ کے محبت سے چور لہجے نے شیریں بیگم کی اس توڑ دی تھی وہ اسے چاند کے لیے راضی کرنے آئی تھیں۔

میرے پاس تو تمہارے لیے چاند تھی مگر تم تو چاند جیسی پر مر مٹے عالی جاہ۔ ہم چاند کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتے اس کے لیے تم نہ سہی کوئی تو ہو گا جسے چاند چاہیے ہو گا اپنے آنگن میں سجانے کے لیے۔ شیریں بیگم مسکراتے ہوئے بولی تھیں۔

مام چاند مجھے پسند نہیں آپ جانتی ہیں۔ عالی جاہ کے کہنے پر شیریں بیگم نے سر اٹھایا تھا وہ ایسے کیسے کہہ سکتا ہے جہاں تک انھیں یاد تھا عالی جاہ اور چاند ایک دوسرے کو بارہ سال سے نہیں ملے تھے بچپن میں دو تین بار وہ عالی جاہ کو ساتھ لے گئی تھیں مگر وہ فارحہ کے ساتھ کھیلنا پسند کرتا تھا اس لیے چاند کے پاس نہیں رکتا تھا۔

کیا وجہ؟ان کے لب ہلے تھے۔

کیونکہ چاند پر داغ ہے اور مجھے داغ اچھے نہیں لگتے۔جسے میں چاہتا ہوں وہ چاند جیسی ہے مجھے اس پہ کوئی داغ دکھائی نہیں دیا۔اس کا کردار اس کے دامن کے بے داغ ہونے کا ثبوت دیتا ہے اور یہ میرا دل کہتا ہے۔وہ اس لڑکی کے حق میں بول رہا تھا جسے صرف دور دور سے دیکھ سکا تھا اور اس کے کردار کی گواہی اپنی ماں کے سامنے کھڑا دے رہا تھا۔

ہر چاند داغ دار نہیں ہوتا بیٹے اور میرے چاند پر بھی کوئی داغ نہیں ہے بھلا تم نے کب دیکھا میرے چاند کو جب دیکھو گے تو دیکھتے ہی رہ جاؤ گے ہاں وہ ایسی ہی ہے ٹھٹھکنے پر مجبور کر دینے والی۔عالی جاہ انھیں دیکھ کر مسکرایا تھا اس قدر تعریف تو کبھی اس کی بھی نہیں کی تھی شیریں بیگم نے۔

ذوپاش یار تم سے پورے ڈیڑھ ماہ بعد مل رہی ہوں میں اب کیسی ہیں تمہاری امی۔علینہ اسے ڈیڑھ ماہ بعد یونی دیکھ کر خوش ہوئی تھی آخر دونوں اتنا عرصہ پہلے کبھی دور نہیں ہوئی تھیں مگر ذوپاش کی والدہ بیمار تھیں انھیں گردے کی پرابلم ہو گئی تھی جس کی وجہ

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

سے ٹرانسپلانٹ کرناپڑا تھا۔اتنا عرصہ وہ گھر پر ہی رہی تھی مگر اثر ورسوخ ہونے کی وجہ سے لیکچرز اور اسائمنٹ وغیرہ اسے باآسانی مل گ ئے تھے۔

ہاں اب بہتر ہے ان کی حالت تم بتاؤ کوئی خاص بات بتانی تھی نا تمھیں۔اس نے علینہ کو بھی گھر آنے سے منع کر دیا تھا مگر فون پر مختصر بات ہو جاتی تھی۔

ہاں یار میرے سننے میں آیا تھا کہ عالیان داؤد کی بار یونی آیا تھا۔اسے گیٹ کے سامنے بھی کئی بار دیکھا گیا ہے۔علینہ نے آہستہ آواز میں کہا تھا۔

وہ ہماری یونی میں کیا کرنے آیا تھا وہ بھی کئی بار۔اسے تشویش لاحق ہوئی تھی۔

اوہو وہ تمہارے متعلق پوچھتا پھر رہا تھا اور میں نے اس سے چھپنے میں ہی عافیت سمجھی وہ مجھ سے بھی پوچھ سکتا تھا تمہارے متعلق۔علینہ نے چڑ کر کھلے عام بات کی صاف الفاظ میں تاکہ اسے سمجھ آئے بات۔

تم نے یہ بات سنی ہے خود اپنی آنکھوں سے اسے دیکھا کتنی صداقت ہے اس بات میں ۔ذوپاش نے اپنی طرف سے عقلمندی کی بات کی تھی اور اس کی عقل پر ماتم کیا تھا۔

ہاں یار میں نے خود اسے اسٹوڈنٹس سے بات کرتے ہوئے سنا تھا۔علینہ نے اپنا چشمہ

ناک پر جماتے ہوئے کہا تھا۔

وہ مجھے کیوں تلاش کر رہا تھا آخر۔ ذوپاش حیران ہوتے ہوئے بولی تھی۔

وہ محبت کرتا ہے تم سے مجنوں بنا پھرتا تھا پھر اچانک ایک دن۔۔۔۔۔۔۔۔

کیا اچانک ؟؟؟ وہ اس کی ادھوری بات پہ چلائی تھی کہیں کوئی انہونی تو نہیں ہو گئی۔

وہ کہیں چلا گیا اب کسی کو دکھائی نہیں دیا۔ علینہ نے کندھے اچکائے جیسے اسے دکھ ہوا تھا عالیان داؤد کے نظر نہ آنے کا، غائب ہو جانے کا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

شکر ہے ایسے لوگوں کو مجھ سے دور ہی رہنا چاہیے جن پر مکھیوں کی طرح لڑکیاں بھنبھناتی رہتی ہیں۔ ذوپاش کو ایک منظر یاد آ گیا تھا ٹرپ پر جب ایک رات ہوٹل میں اسٹے کے وقت اس نے کئی لڑکیوں کو اس کے گرد دیکھا تھا جیسے کوئی بڑا سپر اسٹار آٹو گراف دینے کے لیے گروہ میں کھڑا ہوتا۔

اس میں عالیان داؤد کا کیا قصور ہے وہ تھوڑی نا لڑکیوں کو چپکتا ہے ہاں لڑکیاں اسے چپکتی ہیں۔ علینہ کو برا لگا تھا۔

اب وہ مجھے نہیں پسند تو نہیں پسند۔ ذوپاش چڑ کر بولی تھی۔

پھر تمھیں کون پسند ہے؟علینہ زچ ہو کر بولی۔

جو صرف میرے لیے جیے جس کی زندگی میں اس کی فیملی کے سوا کسی اور لڑکی کی گنجائش نہ ہو۔ذوپاش نے تصور میں کھوتے ہوئے کہا تھا۔

ایسا کہاں سے ملے گا یار تمہارے ساتھ ناعالیان داؤد ہی سجتا ہے تم دونوں ایک دوسرے کے لیے بنے ہو۔خدا تمھیں ایک دوسرے کے مقدر میں لکھ دے آمین۔ علینہ مسکراتے ہوئے فرفر بولی تھی۔

جبکہ ذوپاش چلائی تھی۔۔۔۔۔علینہ۔۔۔۔۔۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

چاند بیٹا دیکھو تو کون آیا ہے۔بانو بیگم نے اسے آواز دی تھی جو کچن میں کھڑی کوئی ڈش بنانے کی کوشش میں تھی۔آج کل اسے ایک ہی شوق چڑھا ہوا تھا کوکنگ کا اس لیے ادھر ہی لگی ہوئی تھی۔

کون آگیا یہاں تو صرف ثمن آپی اور داؤد ڈیڈ،مام آتی ہیں۔وہ اونچی آواز میں بولتے ہوئے باہر نکلی تھی۔

سامنے صوفے پر ثمن بیٹھی ہوئی تھی۔جو اسے دیکھتے ہی لپک کر آئی تھی اور اب گلے لگا چکی تھی۔

ثمن آپی آپ کی تو شادی ہونے والی ہے اور آپ کو مایوں بیٹھنا چاہیے تھا۔دیکھا میرے بغیر ابھی سے اداس ہو گئی ہیں پھر بھی شادی کر کے جا رہی ہیں۔وہ اپنے ہی گلے شکوے کر رہی تھی۔اس کے گلے سے لگ کر۔تب اسے اپنا کندھا بھیگا ہوا محسوس ہوا تھا۔

بیٹا ہر لڑکی کو ایک نا ایک دن جانا ہوتا ہے۔بانو بیگم مسکراتے ہوئے بولی تھیں۔

ثمن آپی رو رہی ہیں آپ۔اس کی آواز پر ثمن کے رونے میں شدت آئی تھی۔

وہ چھوڑ کر چلا گیا مجھے، تمہارا بھائی مجھ سے ملا بھی نہیں یہی تھی اس کی محبت۔وہ روتے ہوئے بولی تھی۔

آپی عادی بھائی کہاں گئے؟؟اس کا دل کانپا تھا۔

ملک چھوڑ کر چلا گیا وہ۔اس نے مجھے چھوڑ دیا چاند میں اس کے بغیر کیسے رہوں گی مر جاؤں گی میں۔چاند اس کی کمر سہلا رہی تھی :

نہیں آپی ایسے مت کہیں۔

شہرین صاحبہ میں نے تمھیں جب کہا تھا کہ آج رات ہم نے ایک ڈنر پر جانا ہے تو تم ملک کے ساتھ کیا کر رہی تھی۔وہ جوں ہی شراب کے نشے میں ڈولتے ہوئے فلیٹ میں داخل ہوئی۔ہارون اسے کڑے تیوروں سے دیکھتے ہوئے صوفے سے اٹھا تھا اور بے دردی سے اس کی کلائی پکڑی تھی۔

تم۔۔۔مجھ۔۔۔پر غصہ کر رہے ہو۔وہ اسے سخت تیوروں سے دیکھ رہا تھا۔شہرین اسے دیکھ کر استہزائیہ ہنسی تھی۔

تم نے ڈرنکنگ کی ہے۔ہارون نے اسے نشے میں دیکھ کر کہا تھا۔اس وقت وہ اسے زہر لگ رہی تھی۔

ہاں اتنی سی۔۔۔اس نے ہاتھ کے اشارے سے بتایا تھا اور پھر دانت نکالے۔

تمہارا علاج تو میں ابھی کرتا ہوں۔وہ اس کا بازو زور سے جھٹک کر کچن کی طرف بڑھا تھا اور پانی کا گلاس بھر کر لایا تھا۔وہ پانی شہرین پر پھینکا تھا۔شہرین نے ایک پیگ ڈرنک کی تھی اس کے پانی پھینکنے پر شہرین نے دیدیں پھاڑ کے اسے دیکھا تھا۔

آئندہ کے بعد خبردار جو تم مجھے ملک کے ساتھ نظر آئی تمہارا قتل کر دوں گا۔ وہ اسے کڑے تیوروں سے دیکھتے ہوئے بولا تھا اور اس رات اسے پہلی بار کمرے میں بند کیا تھا

۔

ہارون پلیز دروازہ کھولو، مجھے باہر آنا ہے۔ اس نے دروازے پر دستک دی تھی۔ وہ لگاتار دستک دیتی رہی تھی اور فرش پر گر گئی تھی۔ پہلی دفعہ ڈرنک کی تھی اس نے نشہ ابھی بھی غالب تھا۔

شہرین میں۔ تمھیں اپنا بنا بنایا کام ہر گز بگاڑنے نہیں دوں گا۔ ہارون نے پیگ بناتے ہوئے خود سے کہا تھا۔

ہارون پلیز دروازہ کھولو، ہارون میرا دم گھٹ رہا ہے۔ وہ بند کمرے میں چلا رہی تھی مگر ہارون کی کوئی آہٹ سنائی نہیں دی تھی اسے۔

مم۔۔۔ میرا فون کہاں ہے؟؟ اس نے اندھیرے کمرے میں ہاتھ مارنے شروع کر دیے تھے۔ اتنی توفیق نہ ہو سکی کہ لائٹ ہی آن کر دے۔ مگر اسے فون کہیں نہیں ملا

تھا وہ تو باہر کمرے میں ہی گر گیا تھا۔

ہارون تم ایسا نہیں کر سکتے میرے ساتھ۔ وہ چلائی مگر اسے کوئی رسپانس نہیں مل رہا تھا کیونکہ وہاں کوئی ہوتا تو جواب دیتا۔ ہارون تو فلیٹ سے باہر جا چکا تھا۔

ہارون میرا دم گھٹ رہا ہے مجھے میرا قصور بتاؤ تم۔ وہ زور زور سے سانس لے رہی تھی اور پھر اسے محسوس ہوا جیسے آنکھوں کے سامنے تاریکی چھا گئی ہو۔ اگلے ہی لمحے وہ فرش پر ڈھے چکی تھی۔

عدیل کی فیملی کو آج ڈنر پر انوائیٹ کر کے وہ شادی کی تاریخ طے کر چکے تھے۔ شادی کی شاپنگ وہ تین چار دنوں میں ہی فائنل کرنا چاہتے تھے حالانکہ لڑکے والوں کی کوئی ڈیمانڈ نہیں تھی مگر پھر بھی داؤد لاشاری صاحب بیٹی کو صرف تین جوڑوں میں رخصت نہیں کرنا چاہتے تھے۔ ثمن تین چار دن چاند کے ساتھ اسی گھر میں ہی گزارنا چاہتی تھی۔ لاشاری پیلس اسے عادل کی یاد دلاتا تھا۔ دونوں نے وہاں ہر پل ساتھ بتایا تھا مگر یہاں کوئی ایسا سین نہیں تھا۔

وہ بہت اذیت میں تھی ہر پل ہر لمحہ اسے عادل کا نہ ہو نا ستاتا تھا۔دونوں نے بچپن سے ایک دوسرے کا ساتھ مانگا تھا۔سب ہی ان کی محبت سے باخبر تھے مگر عین موقع پر تقدیر نے سب الٹ دیا تھا۔وہ کسی کو الزام بھی نہیں دے سکتی تھی۔ایک ہفتے کے اندر اندر اس کی زندگی بدل جانی تھی۔وہ سوچ رہی تھی کیسے جگہ دے پائے گی عادل کی عدیل کو۔تقدیر نے بھی اس کے ساتھ عجب کھیل کھیلا تھا عادل سے عدیل کا سرپرائز تقدیر نے ہی تو دیا تھا۔سب خاموشی سے شادی کی شاپنگ میں مصروف تھے۔چاند نے ہی شیریں بیگم کے ساتھ شاپنگ کی تھی۔دونوں کے کپڑے چاند نے ہی ڈیسائڈ کیے تھے۔عالی جاہ داؤد لاشاری کے ساتھ ہی مصروف تھا شادی کی تیاریوں میں۔لاشاری پیلس میں کوئی آپسی تعلقات میں بدمزگی نہیں چاہتا تھا۔اس لیے سب نظر انداز کر کے شادی کی تیاریوں میں مصروف تھے۔

ماما بھائی نے قطعاً اچھا نہیں کیا ملک چھوڑ کر چلے جانا کونسی دانش مندی ہے؟ فارحہ اپنے سامنے رکھے شاپنگ بیگز میں گھسی کچھ ڈھونڈ ھتے ہوئے بولی۔

ٹھیک ہی کیا اس نے چلا گیا ورنہ ثمن کی شادی پر ہوتا تو کیا بعید کہ رکاوٹ نہ ڈالتا مگر

دیکھنا تم کچھ دنوں تک جیسے ہی اس کا غصہ کم ہوتا ہے میں کیسے اس کی شادی کرتی ہوں خوب صورت سی دلہن ڈھونڈھ کر۔یمنہ بیگم اسی پلنگ پر بیٹھیں فارحہ کے کپڑے دیکھ رہی تھیں جو وہ اب شاپنگ بیگز میں سے نکال چکی تھی۔

تو مام ثمن کی شادی میں ہی لڑکیوں پر گہری نظر ڈال لیجیے گا آخر عادل بھائی کسی سے کم تھوڑا ہی ہیں۔مام میں تو آج بھی یہی چاہتی ہوں کہ میرا نکاح لگے ہاتھوں عالی جاہ سے ہو جائے۔پھر ہمارا راج ہو گا اس پیلس میں ورنہ آپ یوں ہی سائڈ پر رہیں گی ہمیشہ کی طرح۔بڑی امی ہی چھائی رہیں گی اس پیلس پہ ہمیشہ کی طرح۔وہ ماں کی دکھتی رگ سے اچھی طرح واقف تھی اس لیے تو سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر وہ ان کے پاس بیٹھ چکی تھی اور اب جواب کی منتظر تھی۔

فارحہ بات تو بلکل ٹھیک کہی ہے بیٹا لیکن عالی جاہ بھی تو تم سے شادی کرنا نہیں چاہتا تم سے تو ہم کیسے زبردستی کر سکتے ہیں۔یمنہ بیگم نے بیٹی کی عقل پر گویا ماتم کیا۔

اوہ مام کتنے آپ ٹی وی سیریل دیکھتی ہیں اور پھر بھی مجھ سے پوچھ رہی ہیں یار رررر۔ میرے پاس پلان ہے اگر آپ میری مدد کریں تو اور بیٹی کی ایکٹنگ سے تو آپ خوب واقف ہیں۔اس نے مسکراتے ہوئے آخری بات سرگوشی میں کی اور پھر ابرو اچکائے۔

واہ فارحہ کیا بات ہے۔یمنہ بیگم کے انداز سے لگتا تھا وہ بات سمجھ چکی ہیں۔

مست آئیڈیا ہے نا بس اب ہم نے اس پر عمل کرنا ہے پھر دیکھیے گا کیسے ثمن کے ساتھ ساتھ بونس میں عالی جاہ کا نکاح ہو گا۔وہ تالی بجا کر بیڈ سے اٹھی اور کپڑے سمیٹ کر الماری میں رکھنے لگی ورنہ یہ کام وہ ملازماؤں سے لیتی تھی اب چونکہ خوش تھی تو ملازماؤں کی لاٹری نکل آئی تھی۔

یمنہ بیگم پلنگ پر ابھی تک اسی انداز میں ہی بیٹھی تھیں جیسے تصور میں اپنی اجارہ داری قائم کر لی ہو اور اب بیٹھی جائزہ لے رہی تھیں۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ جذبے چھین لو مجھ سے

.

جو میرے انگ، میری روح، میرے دل میں بستے ہیں

جنہیں خود میں سمونے کے لیے سینے ترستے ہیں

وہ لمحے چھین لو مجھ سے۔۔۔

جو میرے ذہن کی تاریکیوں میں شمع روشن ہے

میری خلوت کی خوشبو ہے، میرے یادوں کے گلشن ہیں

وہ چہرے چھین لو مجھ سے۔۔۔

جو خال و خد نہیں آئینے ہیں میرے سیرت کے

جو ہر پہلو سے عکسِ ضوفشاں ہیں میری صورت کے

وہ رشتے چھین لو مجھ سے۔۔۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsa

جو میرے ذہن و دل میں روشنی کی بیج بوتے ہیں

جو رگ رگ میں لہو کی چاپ سے منسوب ہوتے ہیں

وہ آنکھیں چھین لو مجھ سے۔۔۔

جو میری روح کا نوحہ ہیں، میری ذات کا لہجہ

جہاں ڈھلتا ہے آئینوں میں احساسات کا لہجہ

وہ سپنے چھین لو مجھ سے۔۔۔

جوان ویران آنکھوں میں ابھی تک جگمگاتے ہیں

ابھی تک سانس لیتے ہیں، ابھی تک مسکراتے ہیں

وہ سپنے چھین لو مجھ سے۔۔۔

مگر اے ظالمو! مجھ سے میرا احساس مت چھینو

طلب کی آس مت چھینو

جو میرے ضبط کی پہچان ہے وہ پیاس مت چھینو

میرا احساس مت چھینو

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ ملک چھوڑ چکا تھا۔ مگر اسے یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ جائے گا کہاں اسے بس سب سے دور جانا تھا۔ جہاں اسے وہ سب یاد نہ آئیں اور نہ ہی کوئی اس سے رابطہ کر سکیں۔ وہ چھپ گیا تھا سب سے اس نے کسی کو نہیں بتایا تھا کہ کس سرزمین پر اس نے قدم رکھے تھے۔ اس سے دشمن کو چھین لیا تھا جو اسے سب سے پیاری تھی تو اس نے بھی خود کو چھین لیا تھا اپنی ماں اور بہن سے۔ انھیں بھی وہی درد دینا تھا جو وہ سہہ رہا تھا۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

ثمن بیٹا اب دو دن بعد تمھیں رخصت ہو جانا واپس لاشاری پیلس چلو ویسے بھی تم مایوں نہیں بیٹھی ہو اب یہ تین دن وہیں گزارو ہمارے ساتھ پرسوں تمہاری مہندی ہے تو تمھیں وہاں آنا ہی ہے تو کیوں نا آج چلو۔شیریں بیگم بیٹی کے حال سے اچھی طرح واقف تھیں اس لیے پہلے جانے پر اصرار نہیں کیا تھا مگر اب اصرار کرنا ضروری ہو گیا تھا۔

مام کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ میری رخصتی بھی یہیں سے ہو جاتی۔اس نے یاسیت سے کہا تھا۔اداسی جیسے اس کے رگ و پہ میں سرایت کر چکی تھی۔وہ کہیں سے بھی ہونے والی دلہن نہیں لگ رہی تھی۔

ثمن میری جان بس کرو بیٹا اتنی اداسی اچھی نہیں ہوتی تم مان کیوں نہیں لیتی ہو کہ عادل تمہاری قسمت میں نہیں تھا تمہاری تقدیر عدیل کے ساتھ لکھی جا چکی ہے۔بانو بیگم کچن میں کھڑی ان کی گفتگو بھی سن رہی تھیں اور ساتھ ساتھ شام کا کھانا بھی بنا رہی تھیں۔ان کی طبیعت پچھلے دنوں بہت خراب رہی تھی مگر بروقت علاج کی وجہ سے کافی بچت ہو گئی تھی۔اب وہ پہلے کی طرح ہی ٹھیک تھیں مگر چاندا نھیں زیادہ کام نہیں کرنے دیتی تھی۔اب بھی پیکنگ کر رہی تھی تا کہ وہ لاشاری پیلس جا سکیں۔وہ

پہلی بار لاشاری پیلس جا رہی تھی۔اس کا جوش و خروش دیکھنے لائق تھا۔

ثمن آپی دیکھیں میں ساری پیکنگ بھی کر چکی ہوں مگر مجھے آپ لوگوں سے شکایت ہے کہ آپ مجھے ابھی تک پیلس کیوں نہیں لے کر گئے میں ایک دفعہ بھی نہیں گئی اور مام آپ کے شہزادے کو تو ایک بار بھی نہیں دیکھا جس کے قصے آپ نے میرے کانوں میں اسی وقت سے انڈیلنے شروع کر دیے تھے جب سے میں نے دنیا میں قدم رکھے۔شیریں بیگم نے اس کے شکوہ پر پہلو بدلا تھا ان کے بیٹے نے تو چاند سے شادی کرنے سے منع کر دیا تھا حالانکہ وہ اپنے شہزادے کو چاند کے قصے اور چاند کو اپنے شہزادے کے قصے سناتی رہی تھیں تا کہ لاشعوری طور پر وہ سمجھ جائیں کہ ایک دوسرے کے لیے بنے ہیں مگر وہ بھول گئی تھیں کہ سب کے ارادوں اور فیصلوں پر صرف اس کا کن بھاری ہے۔

تم دونوں بچپن میں مل چکے ہو چاند۔بانو بیگم بھی مسکراتے ہوئے کچن سے جھانک کر اسے یاد دلا رہی تھیں۔

امی بیگم بچپن کی ہر بات اب کسے یاد رہتی ہے ہاں بس ہلکا ہلکا سا مغرور نین نقوش والا شہزادہ یاد ہے۔میری یاداشت میں تو اس کے نین نقوش بھی واضح نہیں ہیں۔وہ انھیں

www.neweramagazine.com

کندھوں سے تھامتے ہوئے لیونگ روم میں لے آئی اور صوفے پہ بٹھانے کے بعد خود بھی ان کے ساتھ ہی بیٹھ گئی تھی۔

مام اب کیا ہو گا؟ ثمن کو ایک نیا خدشہ لاحق تھا اگر چاند عالی جاہ کے لیے سیریس ہوئی تو ------وہ اس تو سے آگے کچھ سوچنا نہیں چاہتی تھی۔

آپی اب ہو گا یہ کہ ہم جائیں گے لاشاری پیلس اور وہاں جا کر ہلہ گلہ کریں گے بس آپ نے بہت اداس رہ لیا ہے جس نے آپ کو کھو دیا ہے وہ پچھتائے گا ایک دن دیکھ لیجیے گا آپ۔وہ اٹھ کر اس کے پاس آئی اور سر کے ساتھ سر جوڑ کر تصور میں کھوئی تھی جیسے ۔لاشعوری طور پر وہ اسے دیکھنے کے لیے بے تاب تھی جس کے قصے اسے سنائے گ ئے تھے۔

ٹھیک ہے مام کھانا کھا کر نکلتے ہیں ہم۔ ثمن کے کہنے پر بانو بیگم اور چاند نے اٹھ کر کھانا لگایا تھا۔

کھانے کے بعد انھیں پیلس کے لیے نکلنا تھا اور سامان چاند پیک کر چکی تھی۔

ہارون اسے کمرے میں بند کر کے گھر سے باہر نکل گیا تھا اس کا ارادہ خاور سے ملنے کا تھا

۔دونوں اس وقت ایک کلب میں بیٹھے تھے۔ایک کونے میں پڑی میز پر بیٹھے دونوں

نفوس کے چہروں پر اس وقت سنجیدگی طاری تھی مگر ڈانس فلور پر تھرکتے وجود بھی ان

کی نظروں سے اوجھل نہیں تھے۔

ہارون بتاؤ اتنی جلدی جلدی میں کیوں بلایا ہے یہاں؟خاور نے کندھے اچکائے تھے۔

تم جانتے ہو میں اس وقت شہرین کو ایک کمرے میں بند کرنے کے بعد آرہا ہوں یہاں

۔سمجھ رہے ہو نا تم۔ہارون نے سرخ انگارہ آنکھوں سے دیکھتے ہوئے اس سے پوچھا تھا

۔

کیوں بند کر کے۔۔۔پاگل ہو گئے ہو کیا؟خاور اس کی طرف جھکا تھا اور آنکھیں

پھاڑے پوچھ رہا تھا۔

ہم نے سوچا تھا کہ شہرین کو سیڑھی بنا کر ہم ملک تک پہنچیں گے مگر وہ ملک اتنا چالاک

نکلا کہ شہرین کو ساتھ لیے لیے پھر رہا ہے۔ان دونوں نے ہمیں دودھ میں سے

مکھی کی طرح نکال دیا ہے۔اب کی بار حیران ہونے کی باری خاور کی تھی۔

مگر تمھیں اسے شیشے میں اتارنا چاہیے تھا تم نے سختی کیوں کی۔خاور نے اس کی عقل پر ماتم کیا۔

تم جانتے ہو رات کو ہمیں اس آفیشل ڈنر کے لیے جانا تھا مگر وہ گھر پر ہونے کی بجائے ملک کے ساتھ گھومتی پھر رہی تھی۔میری کالز نظرانداز کرتی رہی اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ رات گئے گھر لوٹی تو نشے میں تھی۔کیا بھروسہ کہ دونوں کے درمیان کچھ ہوا یا نہیں۔ہارون نے مٹھیاں بھینچ کر کہا۔

ہماری پلاننگ تو تھی کہ ہم شہرین ملک کو پیش کرینگے اور بدلے میں ملک سے ڈیل کریں گے اس ڈیل میں ہم نے کہاں تک پہنچ جانا تھا۔کس قدر منافع بخش ڈیل تھی۔

خاور کا دل چاہا ما تھا پیٹ لے۔

اب کیا کرنا ہو گا ہمیں؟ہارون نے کندھے اچکائے تھے جیسے اس کی سمجھ میں کچھ نہ آرہا ہو۔

تمھیں اس سے پیار سے پیش آنا چاہیے اور اسے لالچ دو اپنے بزنس میں مصروف رکھو کچھ بھی کرو۔خاور کہتے ساتھ ہی اٹھ گیا تھا۔

وہ جس لڑکی کے انتظار میں تھا اسے وہ آتی دکھائی دے گئی تھی۔ہارون نے اسے دیکھا جو گھٹنوں تک آتی بلیک سکرٹ میں ملبوس لڑکی کو کمر سے تھامے ایک کمرے میں گھس گیا تھا۔آزاد معاشرے میں کوئی اسے گناہ تصور نہیں کرتا۔

ذوپاش آخر میں تمھیں کہاں ڈھونڈوں؟کہاں غائب ہو گی آخر تم؟وہ اپنے بیڈ پر اوندھے منہ لیٹا اسے ہی سوچ رہا تھا۔داؤد صاحب اس سے کھنچے کھنچے سے رہنے لگے تھے کیونکہ وہ انھیں صاف الفاظ میں منع کر چکا تھا وہ اس کے لیے جو لڑکی پسند کر چکے ہیں ان سے ہر گز شادی نہیں کرے گا۔

میرے خدا! میں نہیں رہ سکتا اس کے بغیر تو جانتا ہے تو اسے میری قسمت میں لکھ دے ۔کیوں میرے دل میں اس کے لیے تو نے ایک دم سے محبت ڈال دی۔وہ اٹھا تھا یکدم اور اب اس کا ارادہ نماز پڑھنے کا تھا۔

کیونکہ اب صرف یہی آخری امید بچی تھی کہ خدا اسے ذوپاش سے ملوادے وگرنہ داؤد صاحب نے کہا تھا وہ تیسرے دن ہی اس کا نکاح اپنی بھتیجی کے ساتھ کروانے میں دیر نہیں کرینگے۔

فجر کا وقت ہوا چاہتا تھا اور بادل رات سے ہی آسمان کی زینت بنے ہوئے تھے مگر اب بادلوں کو بھی شاید طیش آیا تھا۔ اس نے جوں ہی نماز ادا کرنے کے بعد جائے نماز سے قدم ہٹائے بادل کی زوردار چمک ہوئی تھی اور پھر گرج نے جیسے سب کے دل دہلا دیے تھے۔ اسی گرج کے ساتھ اسے ایک نسوانی چیخ بھی اپنے کمرے کے باہر سنائی دی تھی۔ وہ حیران ہوتا ہوا باہر کو لپکا تھا۔

وہ لوگ رات بارہ کے قریب لاشاری پیلس آئے تھے اور آتے ہی سب نے کمروں کی راہ لی تھی۔ ثمن اور چاند ایک ہی کمرے میں تھیں۔ صبح فجر کے وقت چاند کی آنکھ کھلی تو گلے میں کانٹے چبھ رہے تھے۔ سائڈ ٹیبل پر پانی کا گلاس دھرا تھا جس میں دو گھونٹ پانی کے تھے۔ اس نے دو گھونٹ پیے اور وضو کی غرض سے واش روم کا رخ کیا۔ نماز کے بعد اس نے پانی پینے کے لیے باہر کا رخ کیا۔ دوسری منزل پر ثمن کا کمرہ تھا۔ قطار میں مزید کمرے بھی تھے۔ اسے بادلوں کی گرج چمک سے شروع سے ہی ڈر لگتا تھا۔ رات سے بادل چھائے ہوئے تھے۔ کالے سیاہ بادل اس کے حواس گم کرنے کے لیے کافی ہوتے تھے۔ اب بھی وہ شکر ادا کر رہی تھی کہ وہ گرجے نہیں تھے۔ مگر جوں ہی

اس نے کمرے سے نکل کر راہداری میں چند قدم طے کیے بادل بہت زور سے گرجے تھے۔بے اختیار اس نے چہرے پر ہاتھ رکھے چیخ ماری تھی۔

آہ۔۔۔۔۔ایک لمحے کو پیلس کی لائٹ آف ہوئی تھی اور پوری راہداری اندھیرے میں ڈوب گئی تھی۔تب چاند کو گمان گزرا تھا کسی نے اسے تھاما ہے دوسری گرج پر وہ اس کی شرٹ دبوچ گئی تھی بے انتہا مضبوطی کے ساتھ۔اس اچانک افتاد پر وہ گرتے گرتے سنبھلا تھا اور حیران ہوتے ہوئے اس لڑکی کو بھی سنبھالا جو بہت زور سے اس کی شرٹ دبوچے سینے میں منہ چھپائے بچوں کی طرح سہمی ہوئی نظر آ رہی تھی۔

ایکسکیوزمی !اس پکار پر لڑکی نے اپنا سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا تاریکی میں ایک دم روشنی ہوئی تھی اور راہداری میں لگی لائٹس آن ہوئی تھیں۔ ثمن کے ساتھ ساتھ دوسری دوسرے نفوس بھی اپنے اپنے کمروں سے نکلے تھے۔یمنہ بیگم نے منہ کے زاویے بگاڑے تھے جبکہ فارحہ سخت تیور لیے آگے بڑھی تھی جسے یمنہ بیگم نے ہاتھ پکڑ کر روکا تھا۔

اس نے سنا تھا کہ رات کے آخری پہر میں رب ہمہ تن گوش ہو کر اپنے بندے کی فریاد

سنتا ہے اور وہ فریادیں پھر کن کا مرتبہ پا جائیں تو بندے کی تقدیر ہی بدل جاتی ہے۔اس پل وہ اسے بانہوں میں تھامے کھڑا تھا جس کے لیے وہ در در بھٹکتا رہا تھا۔اس پل اسے اپنے سینے سے لگا دیکھ کر اسے بدلتی تقدیر پر یقین آرہا تھا۔اسے دعا کی اہمیت کا اندازہ ہو رہا تھا۔

ذوپاش !اس کے لبوں سے اس کا نام آزاد ہوا تھا،جیسے صحرا میں بھٹکتے پیاسے مسافر کو پانی کا ذخیرہ دکھائی دیتا ہے،جیسے بستر مرگ پر ایڑیاں رگڑتے شخص کو زندگی کی نوید سنائی دیتی ہو۔

عالی جاہ تم نے چاند کو پہچان لیا حیرت کی بات ہے۔ثمن نے اس کی یاداشت اور ذہانت پہ داد دل میں دیتے ہوئے کہا۔اس کی آواز پر وہ ہوش میں آئی تھی اور شرٹ چھوڑ کر پیچھے ہٹی اور الٹے قدموں اپنے کمرے میں آئی تھی جس میں وہ ثمن کے ساتھ رات سوئی تھی۔عالیان داؤد خود شادی مرگ سی کیفیت میں گھرا تھا۔ثمن،ذوپاش کے پیچھے گئی تھی۔

جبکہ باقی تمام لوگ بھی اپنے کمروں میں چلے گئے تھے

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ کلب سے واپس آیا تو سیدھا اس بند کمرے کی جانب بڑھا تھا جس میں شہرین کو بند کر رکھا تھا۔ دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوا تھا کمرہ مکمل طور پر اندھیرے میں ڈوبا تھا وہ لائیٹس آن کر کے پلٹا تو فرش پر شہرین بے سدھ پڑی نظر آئی۔ ایک پل کو اسے جھٹکا لگا تھا۔ وہ تیز قدموں سے اس کے فرش پر پڑے بے سدھ وجود کے پاس آیا تھا۔

اگر یہ مر گئی تو ہمارا کیا ہو گا؟ وہ بڑبڑاتا ہوا گھٹنوں کے بل اس کے قریب بیٹھ گیا اور نبض چیک کرنے لگا، ناک کے قریب جا کر اس کی سانسوں کی رفتار چیک کی۔ اس کی دھڑکن بہت دھیمی چل رہی تھی۔

شکر ہے کہ میں وقت پر آ گیا۔ اسے بانہوں میں اٹھا کر بیڈ پر لٹایا اور ڈاکٹر کو فون لگایا۔

اس کا عالی جاہ عالیان داؤد نکلا تھا۔ اسے بہت زور کا دھچکا لگا تھا۔۔۔۔ ایک ہی انسان کے دو روپ۔۔۔۔ ایک روپ جو اسے کہانیوں میں مغرور شہزادے کے طور پر سنایا گیا تھا جسے صرف اس شہزادی کے لیے ہی تخلیق کیا گیا تھا، دوسرا روپ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکی تھی۔ لوگ کہتے ہیں :

"آنکھوں دیکھے پر یقین کرو"

تو اس کا مطلب صاف تھا وہ ایک سراب کے پیچھے اب تک بھاگ رہی تھی۔ بادل اب بھی باہر گرج رہے تھے، مگر اس کی ذات زلزلوں کی زد میں تھی وہ کس کس چیز سے خوف کھاتی۔ وہ کمرے کے ایک کونے میں گھٹنوں میں سر دیے بیٹھی تھی۔ آنکھوں سے بھل بھل آنسو بہ رہے تھے۔

عالیان داؤد عرف عالی جاہ جسے دردر ڈھونڈھ رہا تھا وہ تو اس کے ہی گھر میں پوشیدہ تھی چاند کے روپ میں۔ اس قدر ذہانت کا کیا فائدہ جب وہ اتنی سی بات ہی نہ سمجھ سکا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی وہ کیسے ری ایکٹ کرے۔

اسے ذوپاش کو اپنی دیوانگی سے آگاہ کرنا تھا مگر وہ دلہن کا بھائی ہونے کے ناطے سے شادی کی تیاریوں میں مگن تھا۔ ابھی بھی شام کو مہندی کے فنکشن کی تیاری کروا رہا تھا۔

لان میں ہی فنکشن منعقد کرنا تھا۔ اس لیے وہ لان میں موجود ہر چیز پر نظر رکھے کھڑا تھا ۔ذاتی طور پر وہ خود ہر چیز ارینج کروا رہا تھا۔ بادل برسنے کے بعد موسم خوشگواری ہو گیا

تھا۔ تبھی اس کی نظر آسمان کو اٹھی تو ٹیرس پر اسے ذوپاش نظر آئی تھی۔

نظروں کی تپش پر ذوپاش نے اسے دیکھا تھا اور ناگواری کا تاثر دے کر وہ وہاں سے ہٹ گئی تھی۔عالیان نے اسے پہلی ملاقات کی وجہ سے ایسا رسپانس سمجھا تھا۔اس کے چہرے پر گہری مسکراہٹ تھی۔

فارحہ دونوں کو دیکھ کر جل بھن گئی تھی جو اس کے پاس کسی کام سے آرہی تھی۔

عالی جاہ مجھے پارلر جانا ہے مہندی لگوانے لے چلو پلیز۔وہ اسے نظرانداز کرتے ہوئے مسکرا کر کہنے لگی۔

ہاں ٹھیک ہے جب ثمن کو لے جاؤں گا تم بھی آجانا۔وہ اسے آفر دیتے ہوئے بولا۔

نہیں نا عالی مجھے ابھی جانا ہے ٹریٹمنٹ کروانا ہے آخر کو شادی ہے مجھے بہت دیر ہو جائے گی تب تک اور ثمن کو تو شام میں جانا ہے۔وہ ضد کرتے ہوئے بولی تھی۔

تم ڈرائیور کے ساتھ چلی جاؤ اتنی جلدی ہے تو۔فارحہ نے اس کے بدلے انداز دیکھ کر مٹھیاں بھینچ لیں۔

مہندی کا فنکشن تھا ہر طرف گہما گہمی دیکھنے لائق تھی۔ شیریں بیگم کے میکے سے بھی مہمان آچکے تھے۔ ثمن کی دوستیں بھی سر شام ہی آگئیں تھیں۔ تمام لڑکیاں سوائے فارحہ اور ثمن کے لیونگ روم میں بیٹھیں مہندی لگوا رہی تھیں۔ ذوپاش نے بھی بڑے شوق سے مہندی اپنی ہتھیلیوں پر لگوائی تھی۔ دونوں ہتھیلیوں پر ایک جیسے گول پھول بنوائے تھے اور انگلیوں کے پوروں پر ہلکی پھلکی پتیاں بنوائی تھیں۔ ابھی صرف مہندی کا دور چل رہا تھا۔ اس کے بعد تمام لڑکیوں نے باقاعدہ تیار ہونا تھا۔ کچھ بزرگ عورتیں بانو بیگم کے ٹپے انجوائے کر رہی تھیں۔ ایک دوسرے سے چھیڑ چھاڑ بھی جاری تھی۔ وہ مہندی لگوا کر اٹھی تو شیریں بیگم نے اسے آواز دی تھی :

چاند بیٹا ادھر آؤ ذرا۔

جی مام۔ وہ اپنی بھاوجوں کے درمیان بیٹھیں ہوئی تھیں چاند نے انھیں سلام کرنے کے بعد پوچھا۔

بیٹا ثمن کو بھی بلا لاؤ وہ مہندی لگوا لے پھر پارلر بھی جانا ہے تم دونوں نے۔ شیریں بیگم کے کہنے پر وہ گیلی مہندی والے ہاتھ احتیاط سے ایک طرف کیے سیڑھیوں کی طرف مڑی۔

یہ وہی ہے نا ابراہیم کی دوسری بیوی میں سے جو ہوئی تھی۔ان کے پاس بیٹھی عورتوں میں سے ایک نے کہا تھا۔

جی جی بلکل وہی ہے۔انھوں نے آہستگی سے کہا۔

واقعی چاند ہے جس کے گھر میں اترے گا یہ چاند اس کی خوش قسمتی ہوگی۔شیریں بیگم نے ان کی آنکھوں میں پسندیدہ رنگ بھانپ لیے تھے۔وہ تو آجکل ویسے بھی اپنے چھوٹے بیٹے کے لیے رشتہ تلاش کر رہی تھیں۔

وہ جوں ہی آخری سیڑھی پر پہنچی تھی اس کی ٹکر سامنے سے آتے عالیان سے ہوئی تھی جس کے ہاتھوں میں پھولوں کی ٹوکری تھی۔اس قدر تیز رفتار کے باعث زور کی ٹکر یقینی تھی۔لمحوں کی بات تھی ٹوکری اچھلی تھی ذوپاش کمر کے بل سیڑھیوں سے گرتی اور فرش پر جا گرتی اس نے کمر سے تھاما تھا ذوپاش کے مہندی والے دونوں ہاتھ اس کے سینے پر دھرے تھے اور خوف کے مارے آنکھیں بند تھیں۔ٹوکری کے پھول ان پر برسے تھے۔

لیونگ روم میں بیٹھے تمام لوگوں نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔شیریں بیگم کے دل میں اک ہوک سی اٹھی تھی۔وہ دونوں کوایک ساتھ دیکھنے کاشوق لیے بیٹھی تھیں مگران کے بیٹے نے ان کے ارمانوں پراوس پھیر دی تھی۔فارحہ نے اپنے کمرے سے نکلتے ہوئے یہ منظر دیکھا تھاوہ مہندی لگوانے کی نیت سے نکلی تھی مگر سامنے کامنظر دیکھ کراس کی آنکھوں میں جلن ہوئی تھی جیسے کسی نے مرچیں ڈال دی ہوں۔

میں توتمھیں اپنے رنگ میں رنگنا چاہتا تھا مگر تم نے تومیری سفید شرٹ اپنی مہندی سے رنگ ڈالی۔اس کی جذبات سے لبریز آواز پر ذوپاش نے آنکھیں کھولیں تووہ کوئی ہڈی تڑوانے سے بچ گئی تھی۔

شرٹ بدل لیں کیونکہ داغ آپکو نہیں پسند۔وہ اسے گھورتے ہوئے سائڈ سے نکل گئی تھی۔

وہ اس کی بات سن کر جی جان سے مسکرایا تھاتو گویاوہ بھی اس سے واقف تھی۔وہ فرش پر گرے پھولوں کو معذرت بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے سیڑھیاں اتر گیا۔

مام بس اب بہت ہو چکا میں ہر گز ہر گز اس آوارہ ماں کی بیٹی کو عالیان کے گرد برداشت نہیں کر سکتی۔ فارحہ نے نفرت بھرے لہجے میں کہا تھا۔

بس ایک دن برداشت کر لو فارحہ اور ویسے بھی کل وہی تو ہو گا جو ہم چاہتے ہیں۔ اس لیے پریشان نہ ہو اور اپنے پلان پر عمل کرو۔ یمنہ بیگم نے اسے ٹھنڈا کرنا چاہا۔

بٹ مام۔۔۔۔۔

کہانا جاؤ اپنے ان ہاتھوں پر عالیان کے نام کی مہندی سجاؤ۔ یمنہ بیگم نے اسے کمرے سے باہر لاتے ہوئے کہا۔

اوکے۔ وہ گہری سانس بھر کر ان نے ساتھ چلی تھی۔

وہ ثمن اور ذوپاش کو بیوٹی پارلر چھوڑ کر گھر آیا تو لان میں ہی اسے فارحہ مل گئی جو اس کی راہ روکے کھڑی تھی۔

دیکھو عالی جاہ میری مہندی کیسی لگی ہے؟ وہ دونوں ہاتھ اسے دکھاتے ہوئے بولی تھی مگر اس کے ہاتھ دیکھتے ہی عالیان کو لاشعوری طور پر ذوپاش کے ہاتھ یاد آئے اس کے

ہاتھوں پر بنے پھول من و عن اس کی سفید شرٹ پر چھپ گ ۓ تھے۔

کیسی لگی ہے مطلب ٹھیک لگی ہے؟ عالی جاہ نے نا سمجھنے والے انداز میں کہا تھا۔

انسان تعریف ہی کر دیتا ہے۔ فارحہ نے اسے تیکھی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

ہاں تو مہندی جس نے لگائی ہے اس کی کر سکتا ہوں کہ اس نے بہت اچھی لگائی ہے یا

خدا کی تعریف کہ جس نے تمہارے ہاتھ اچھے بنائے ہیں۔ وہ اسے جان بوجھ کر تنگ

کرتے ہوئے بولا۔

عالی جااہ! وہ اسے گھورتے ہوئے چلائی جو داؤد لاشاری کی پکار پر ان کی طرف قدم بڑھا

چکا تھا۔

وہ کمرے کے اندر داخل ہوا تو شیریں بیگم داؤد لاشاری سے کہہ رہی تھیں :

مجھے سعدیہ بھابھی کے رشتے پر کوئی اعتراض نہیں ہو گا وہ ذوپاش کے لیے سنجیدہ لگ

رہی تھیں۔ ان کا بیٹا بھی ہمارا دیکھا بھالا ہے۔

عالیان کو اپنی سانسیں رکتی ہوئی محسوس ہوئی تھیں یہ کیا ہونے جا رہا تھا۔

ہاں بھئی برخوردار امید ہے تم سن چکے ہو اب جہاں کہیں مرضی آئے شادی کر سکتے ہو ہم کوئی زبردستی نہیں کریں گے اور میں کل ہی ثمن کے ساتھ چاند کا نکاح کر دینا چاہتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ رکے نہیں تھے شیریں بیگم بھی نکل گئی تھیں کمرے سے۔

مام، ڈیڈ۔ وہ انھیں پکارتا رہ گیا تھا وہ ذوپاش کو کھوتا ہوا محسوس کر رہا تھا کتنی ریاضت کے بعد تو وہ اسے ملی تھی۔

ڈاکٹر کیا ہوا ہے؟ ہارون نے اس سے پوچھا وہ جیسے ہی شہرین کا معائنہ کر کے اٹھا تھا۔

دم گھٹنے کی وجہ سے بے ہوش ہو گئی تھیں اور مجھے شک ہے کہ شی از ایکسپیکٹنگ۔ آپ کسی لیڈی ڈاکٹر سے چیک کروالیں۔ میں نے انھیں انجکشن لگا دیا ہے کمزوری ہو رہی تھی۔ یہ میڈیسنز منگوالیں۔ وہ اسے ضروری ہدایات دیتا ہوا باہر کی طرف نکلا تھا ہارون ڈاکٹر کے پیچھے پیچھے ہی تھا۔

کب تک ہوش آجائے گا؟ ہارون نے پوچھا۔

ویسے تو جتنا آرام کریں اچھا ہے دو گھنٹے بعد انجکشن اثر کھو دیگا۔ دونوں آگے پیچھے باہر

نکلے تھے۔

ڈاکٹر کو الوداع کر کے وہ کمرے میں آیا تھا۔

ایک سیاپا ختم ہوا نہیں دوسرا شروع ہو گیا وہ سوچ چکا تھا اسے کیا کرنا ہے.

وہ ثمن اور ذوپاش کو بیوٹی پارلر سے لا چکا تھا۔اب آئینے کے سامنے کھڑا خود تیار ہو رہا تھا مگر چہرے پر تفکر طاری تھا۔اسے کسی بھی طرح ذوپاش سے بات کرنی تھی مگر وہ اس کے ہاتھ لگتی تو ہی نا۔اب بھی خود پر پرفیوم چھڑک کر وہ کمرے سے باہر نکلا تو سامنے ہی راہداری میں اسے مہندی کے فنکشن کی مناسبت سے پیلے اور سبز کنٹراس میں لہنگا پہنے کھڑی ذوپاش نظر آئی تھی۔اسے دیکھ کر عالیان کو اپنا تھوڑی دیر پہلے کہا گیا جملہ یاد آیا تھا:

ثمن آپی آپ کا تو بیوٹی پارلر سے تیار ہونا سمجھ آتا ہے مگر ذوپاش کو کیا ضرورت پڑ گئی تھی۔

اس بات پر ثمن کے ساتھ بیک سیٹ پر بیٹھی چاند نے تیز نگاہوں سے بیک مرر میں نظر

آتے اس کے عکس کو دیکھا تھا جہاں سے وہ اس پر نظر رکھے ہوا تھا۔

عالی تم اس کی تعریف کر رہے ہو یا میری بے عزتی۔ ثمن نے صدمے سے کہا تھا جبکہ گاڑی میں عالی کا قہقہہ بلند ہوا تھا۔

عالی بیٹا وہاں فنکشن شروع ہو چکا ہے تم یہاں کھڑے کیا کر رہے ہو؟ شیریں بیگم نے اسے یوں اپنے کمرے کے باہر فرصت میں کھڑے دیکھ کر کہا تھا وہ اس طرف شاید کسی کام سے آئی تھیں۔

ہاں مام میں بس جانے ہی لگا تھا ذوپاش بھی تو کھڑی تھی نا۔ عالی نے مسکرا کر کہا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ذوپاش کو میں نے یہاں روکا تھا سرمد سے ملوانے کے لیے آخر اس بندھن میں بندھنے سے پہلے اک ملاقات تو ہونی چاہیے نا دونوں میں۔ وہ اپنی بات ختم کر کے اپنے پیچھے آنے والے سرمد کو لے کر اس طرف بڑھ گئیں جہاں ذوپاش کھڑی تھی۔

اک ملاقات ضروری ہے۔ عالیان داؤد لاشاری کی مسکراہٹ سمٹ چکی تھی، دماغ جیسے بند ہونے لگا تھا۔ اس کی نظریں ان دونوں کے تعاقب میں اٹھی تھیں۔ ذوپاش مسکرا کر سرمد کو ویلکم کر رہی تھی۔ وہ بھی مٹھیاں بھینچ کر ان کی طرف چلا تھا مگر راستے میں

شیریں بیگم نے اسے روکا جوان دونوں کو وہیں اکیلا چھوڑ کر آرہی تھیں۔

کہاں جارہے ہو عالی انھیں پرائیویسی کی ضرورت ہے تم میرے ساتھ چلو نیچے بہت کام ہیں۔وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ لے جارہی تھیں۔

چاہے میرا کام بگڑ جائے۔اس کی بڑبڑاہٹ عروج پر تھی۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

ہارون کو کسی بھی صورت بچہ نہیں چاہیے تھا اس نے فیملی بنانے کی غرض سے شہرین سے شادی نہیں کی تھی بلکہ اپنے کاروبار کو دگنا کرنے کے لیے اس نے شہرین کو اپنی زندگی میں جگہ دی تھی۔وہ اس کی خوب صورتی کیش کرانا چاہتا تھا۔مگر یہ بھی جانتا تھا کہ ہر بار شہرین کی ممتا کا گلہ نہیں گھونٹ سکتا۔اس لیے اسے بتائے بغیر ہی ہاسپٹل لے آیا تھا۔

وہ اپنے راہ میں آنے والی ہر رکاوٹ کو ختم کرنا جانتا تھا۔اب بھی وہ بہلا پھسلا کر اسے ابارشن کے لیے اندر بھیج چکا تھا۔

ڈاکٹر کیا میرا بے بی ابنارمل گرو تھ کر رہا تھا آخر اس ابارشن کی کیا وجہ تھی؟اس نے

ہوش میں آتے ہی سوال کیا تھا۔

نہیں آپ کے بے بی کے ساتھ کوئی پرابلم نہیں تھی مگر پھر بھی ہمیں آپ کے ہزبنڈ نے دوبارہ پوچھنے پر ابارشن کا ہی کہا کیونکہ آپ ابھی بے بی نہیں چاہتی تھیں دوسری صورت آپ نے انھیں دھمکی دی تھی انھیں چھوڑ جانے کی۔اس پیپر پر آپ کے ہزبنڈ کے سائن ہیں جو بھی ہوا آپ دونوں کی مرضی سے ہوا ہے۔ڈاکٹر اسے پیشہ ورانہ انداز میں کہتی باہر نکل گئی تھی۔

نجانے کیوں اسوقت شہرین کو اپنے پہلے بچے کی یاد ستائی تھی۔انجانے میں ایک آنسو اس کی آنکھ سے بہ نکلا تھا۔

وہ لان میں رکھی چیئرز میں سے ایک پر بیٹھا تھا۔مہندی کا فنکشن اپنے عروج پر تھا۔مگر اسے کوئی دلچسپی نہیں تھی بلکہ بے چینی اس کے رگ وپے میں سرایت کر گئی تھی۔ ذوپاش ابھی تک اسے لان میں دکھائی نہیں دی تھی۔اس کا مطلب وہ سرمد کے ساتھ تھی۔یہی خیال ہی اسے کچوکے لگانے کے لیے کافی تھا۔

تبھی اس کی نظر افق پر موجود چاند پر پڑی تھی۔اس کے دل سے دعا نکلی تھی:

خدایا! میرے افق کا ذوپاش بھی مجھے عطا کر دے۔

اس کی نظر پلٹتی اسے ٹیرس پر ذوپاش اور سرمد کھڑے نظر آئے تھے۔ذوپاش اس سے کافی فاصلے پر تھی عالیان کو محسوس ہوا جیسے وہ اس کے ساتھ وہاں کمفرٹیبل محسوس نہیں کر رہی تھی۔اسے سرمد کو بھگانے کا موقع مل گیا تھا عالی کو اور کیا چاہیے تھا۔وہ اپنی جگہ سے اٹھا تھا اسے ٹیرس پر پہنچنا تھا۔

میری محبت بھی سمندر کی لہروں جیسی ہے، جیسے یہ لہریں کبھی نہیں رکیں گی، اُسی طرح میری محبت بھی کبھی نہیں تھمے گی۔وہ آج افسردگی کی لپیٹ میں تھا اس ثمن جس پر وہ صرف اپنا حق سمجھتا آیا تھا کل کسی اور کی ہو جائے گی۔

اس کا دل کسی کام میں نہیں لگ رہا تھا۔

وہ آخر اسے کیوں اس قدر جلدی میں چھوڑ آیا تھا۔نہیں عادل ثمن صرف تمہاری ہے ابھی مہندی ہوئی ہے نکاح نہیں۔میں ابھی بھی اسے حاصل کر سکتا ہوں۔وہ یہ خیال

آتے ہی فون اٹھا چکا تھا اسے جلد از جلد ایمر جنسی ٹکٹ بک کروانی تھی وہ نکاح سے پہلے پہنچ سکتا تھا۔ وہ اسے نکاح سے روک سکتا تھا۔ دونوں کا نکاح ابھی بھی ہو سکتا تھا۔

عادل اپنی کچھ ضروری چیزیں ایک بیگ میں تیزی سے ڈال کر فلیٹ سے باہر نکلا تھا۔ وہ سڑک پر دوڑ رہا تھا حالانکہ اسے کیب بلانی چاہیے تھی مگر اچانک آگے سے ایک بس اچانک موڑ کاٹ کر آئی تھی اور وہ سڑک پر ایک طرف بہت زور سے گرا تھا۔ لمحوں کا کھیل تھا مگر اس کی جان پر بن آئی تھی۔ وہ سڑک پر پڑا کراہ رہا تھا۔

وہ پھولی سانسوں کے ساتھ ٹیرس پر پہنچا تھا۔ وہ دونوں اس سے بے خبر تھے۔ عالیان گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر جھکا اور اپنا تنفس بحال کرنے لگا۔

سرمد تم یہاں ہو اور وہاں آنٹی تمھیں ڈھونڈھ رہی ہیں۔ اس کا دل تو چاہا تھا سرمد کا منہ توڑ دینے کا مگر چہرے پر مسکراہٹ سجائے اسے جانے کا اشارہ کیا۔

اوہ ذوپاش کے ساتھ وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوا مجھے۔ اس کا جملہ عالیان کو تیر کی طرح لگا تھا۔

بیٹا تو اگر تھوڑی دیر مزید یہاں رکا تو تجھے اپنی خبر نہیں رہنی۔ وہ بڑبڑایا تھا۔ ذوپاش اس پر ایک نظر ڈالنے کے بعد ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔

ٹھیک ہے ذوپاش میں چلتا ہوں پھر ملاقات ہوتی ہے۔ سرمد اسے کہ کر جا چکا تھا۔

ابھی بھی ملاقات کی ضرورت ہے۔ عالیان نے دل میں سوچا تھا۔ ذوپاش بھی نیچے جانے کے لیے قدم بڑھا رہی تھی۔

مجھ سے کیوں چھپ رہی ہو ذوپاش؟ وہ اس کا ہاتھ تھام چکا تھا۔

مسٹر عالیان داؤد میرا ہاتھ چھوڑیں گے۔ وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولی تھی۔

چھوڑنے کے لیے تھوڑی پکڑا ہے۔ وہ بھی اس کے انداز پر مسکرایا تھا۔

کیا آپکا دماغ اپنی جگہ سے کھسک گیا ہے مسٹر عالیان داؤد؟؟ وہ اپنا ہاتھ اک جھٹکے سے چھڑا چکی تھی۔

تم دماغ کی بات کرتی ہو ہونے والی مسز میں نے توجب سے تمھیں دیکھا ہے پورا پورا کھسکا ہوا محسوس کرنے لگا ہوں۔ مسز کہنے پر ذوپاش نے آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھا تھا۔

ایسے کیا دیکھ رہی ہو، یقین نہیں مجھ پر۔ بہت پیاری لگ رہی ہو مگر یہ سونی سونی کلائیاں مجھے خیال کیوں نہیں آیا گجروں کا۔ وہ اس کے مہندی سے سجے ہاتھ دیکھ رہا تھا۔ ہتھیلی کے پھول اس کے سینے سے ٹکرانے پر تھوڑے سے خراب ہوئے تھے۔

کاش وہ عالیان داؤد کی حقیقت سے واقف نہ ہوتی وہ صرف اس کا عالی جاہ ہوتا۔ وہ اسے دیکھتے ہوئے سوچ رہی تھی جو ٹیرس پر لٹکے گیندے کی لڑیوں کو پکڑے دانت سے دھاگہ توڑ چکا تھا۔ دو برابر سائز کے دھاگے جن میں پیلے پھول پروئے گئے تھے لے کر اس کی جانب بڑھا۔ دونوں کے درمیان ایک قدم کا فاصلہ رہ گیا تھا۔ اب وہ اس کے ہاتھ پکڑے کلائی میں باری باری پیلے پھولوں سے مزین دھاگوں کو گجرے کی شکل میں پہنا چکا تھا۔

وہ اس کے ہاتھوں پر جھک کر ان پھولوں کی مہک محسوس کر رہا تھا۔ مہندی اور پھولوں کی مکس خوشبو اس کے نتھنوں میں ٹکرائی تھی۔ وہ اسے وہیں چھوڑ کر جا چکا تھا۔ جبکہ ذوپاش کچھ دیر ان فسوں خیز لمحوں کے زیر اثر اسی جگہ بے خبر کھڑی تھی۔

مہندی کی رسم اختتام کو پہنچنے والی تھی مگر ثمن کا دل بے ترتیب دھڑک رہا تھا۔ اسے

بہت عجیب محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے کوئی اپنا مصیبت میں ہو، جیسے کسی خاص کو اس کی ضرورت ہو۔ وہ دلہن بنی اسٹیج پہ بیٹھی یہی سوچ رہی تھی کہ اس کے اپنے سارے تو پاس بیٹھے ہیں اس کے ارد گرد تھے پھر کون اپنا تھا جس کے متعلق دل پریشان ہو رہا تھا۔

عادل۔ اس کے ذہن میں جھماکا ہوا تھا ایک دم اس کا دل ہر چیز سے اچاٹ ہوا تھا۔

چاند مام سے بولو میں تھک گئی ہوں اب بس کریں کمرے میں لے چلو مجھے۔ ذوپاش جو ابھی ابھی اسٹیج پر آئی تھی اسے اپنے قریب دیکھتے ہی ثمن نے منت کی۔

او کے آپی میں بات کرتی ہوں۔ وہ کہہ کر بڑی امی کی طرف بڑھی تھی جو مسکرا مسکرا کر کسی مہمان سے بات کر رہی تھیں۔ راستے میں اسے فارحہ عالیان کے قریب کھڑی نظر آئی تو ذوپاش کا دل چاہا عالیان کی اس قدر منافقت پر اپنے ہاتھوں میں اس کے ڈالے گئے گجرے نوچ ڈالے اور اس کے منہ پر دے مارے۔

اسے ہوش آیا تو خود کو انجان جگہ پہ پایا تھا۔ آنکھ ماحول سے مانوس ہوئی تو معلوم ہوا وہ اس وقت ہسپتال کے ایک بیڈ پر پٹیوں میں جکڑا ہوا پڑا تھا۔ اسے اچھی خاصی چوٹیں ائی

تھیں۔

آہ! اس نے درد کی شدت سے کراہتے ہوئے کہا۔

عادل ٹھیک ہو تم۔اس کا جان سے پیارا دوست حسیب اٹھ کر اس کے قریب آیا تھا جسے دیکھ کر اس دیار غیر میں عادل کو یک گونہ سکون حاصل ہوا تھا۔

میں یہاں کیسے آیا؟ اس نے بمشکل سوال کیا۔

چونکہ غلطی اس بس ڈرائیور کی نہیں تھی اس لیے ہسپتال بھی وہی تمھیں لے کر آیا اور مجھے ہسپتال سے ہی کال آئی کیونکہ لاسٹ کال تمہاری مجھے تھی۔ حسیب اس کا اسکول فیلو ہونے کے ساتھ ساتھ کالج فیلو بھی تھا اور پھر وہ جاب کی نیت سے باہر ملک روانہ ہو گیا تھا یوں ایک سال کے وقفے کے بعد دونوں دوست دوبارہ ایک ساتھ تھے۔

تم کہاں جا رہے تھے وہ بھی بیگ لے کر؟ حسیب نے دھیرے سے سوال کیا۔

پاکستان۔اس نے تکلیف سے آنکھیں موندلیں تو گویا ثمن اس کی قسمت میں ہی نہیں لکھی تھی۔

کیا تم پاگل ہو گئے ہو خود ہی پاکستان چھوڑ کر آتے ہو کسی کو بتائے بغیر کہ کہاں جا

رہے ہو اور اب خود ہی واپس جا رہے تھے میں جان سکتا ہوں وجہ؟ وہ اس کی ذاتیات سے واقف تھا اس لیے حیرت سے پوچھ رہا تھا۔

اپنی آخری کوشش کر رہا تھا دل سے مجبور ہو کر مگر دیکھا تم نے وہ آج بھی میری قسمت میں نہیں ہے۔ اس نے تکلیف سے آنکھیں موندلی تھیں اسے معلوم نہ ہو سکا درد دل کی شدت زیادہ ہے یا چوٹوں کی۔

حسیب اس کا درد سمجھ سکتا تھا صرف اتنا بولا:

تم کہو تو میں ثمن کو مطلع کر دوں۔

اس سے کیا ہوگا؟ عادل نے پوچھا۔

وہ نکاح کرنے سے رک جائے گی۔ حسیب نے کہا تھا اسے نجانے کیوں ابھی بھی موہوم سی امید تھی دونوں کے ملن کی۔

تمہاری خوش فہمی ہے وہ اس کے لیے کیوں رکے گی جو اسے تنہا چھوڑ کر آگیا جبکہ وہ اسٹینڈ بھی لے سکتا تھا۔ وہ خود کو قصوروار سمجھتا تھا۔

تمھیں آرام کرنا چاہیے اب۔ حسیب نے ڈاکٹر کو اندر آتے دیکھ کر کہا تھا۔

کل رات وہ بے چین رہی تھی ابھی بھی اس کا دل گھبراہٹ کا شکار تھا۔وہ چاہ کر بھی عادل سے رابطہ نہیں کر سکتی تھی۔اس کا نمبر بند تھا اور نیا نمبر کسی کے پاس نہیں تھا۔وہ میرون لہنگے میں دلہن بنی آئینے کے سامنے بیٹھی تھی جب ذوپاش تیار ہو کر اس کے پاس آئی۔

بہت پیاری لگ رہی ہیں آپ۔وہ اس کا عکس آئینے میں دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

کیا تم نکاح کے لیے تیار ہو؟ ثمن اس کی طرف مڑی تھی اور ذوپاش کے ہاتھ تھامتے ہوئے بولی۔

آپی مام اور ڈیڈ نے ٹھیک ہی سوچا ہو گا۔عالی جاہ اسے پسند تھا مگر محبت نہیں تھی اس سے کہ کسی سے بھی نکاح کرنے میں دقت محسوس ہوتی۔

سرمد اچھا لڑکا ہے ذوپاش وہ خوش رکھے گا تمھیں۔وہ اس کا ہاتھ سہلاتے ہوئے بولی۔

تم دونوں تیار ہو نکاح خواں کو لے کر تمہارے ڈیڈا بھی آتے ہی ہوں گے۔شیریں بیگم ان کے کمرے میں تیزی سے داخل ہوئی تھیں۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

فارحہ تم تیار ہو ناں اب بس جلدی سے اپنے پلان پر عمل کرو تاکہ ثمن کا نکاح عدیل سے، تمہارا عالیان سے اور اس کلموہی کا سرمد سے ہو ایک ساتھ ہی ہو جائے۔ پھر دیکھنا میں شیریں بھابھی کو سائڈ پہ کیسے لگاتی ہوں۔ یمنہ بیگم اور فارحہ اس وقت کمرے میں موجود تھیں۔

مام آپ فکر ہی نہ کریں پھر دیکھیے گا اس پیلس میں ہمارا راج just imagine جب میرا اور عالیان کا نکاح ہو گا کیا تاثرات ہوں گے ان کے جنھوں نے مجھے اس چاند کے لیے ٹھکرایا۔ فارحہ زہر خند لہجے میں بولی۔

ارے بیٹا یہ تو شروع سے ہی اس کلموہی کو سوچ بیٹھے تھے اپنے عالی کے لیے یہ تو اس نے بم پھوڑا ان کے سروں پر کہ وہ کسی اور کو پسند کرتا ہے۔ یمنہ بیگم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ٹھیک ہے مام میں اب چلتی ہوں عالیان کے کمرے میں اور ٹھیک تھوڑی دیر بعد جیسے ہی میں چلاؤں گی آپ نے دروازہ بجانا شروع کر دینا ہے پھر ہو گا دھماکہ اور آئے گا مزہ ۔وہ اپنی پلاننگ سے مطمئن تھی۔

ہاں اب چلو یہ نہ ہو کہ عالیان تیار ہو کر نکل جائے اپنے کمرے سے۔ وہ دونوں آگے پیچھے کمرے سے نکلی تھیں۔

فارحہ جوں ہی کمرے کے باہر پہنچی اندر جھانک کر تسلی کی کہ کمرہ خالی تو نہیں اس کے بعد اندر قدم رکھتے ہی یمنہ بیگم کو ڈن کا اشارہ کیا جو مین سوئچ آف کر چکی تھیں۔ اندھیرے کا فائدہ اٹھاتے ہی اس نے پھرتیلی سے اپنا میک اپ خراب کیا کپڑے پھاڑے اور اس کا حلیہ بگاڑنے کے بعد چلائی:

چھوڑو مجھے پلیز چھوڑو۔

وہ اچانک لائٹ آف ہونے پر پریشان سا ابھی سچویشن کو سمجھ ہی رہا تھا جب اس پر بچکانہ سا حملہ ہوا اور ساتھ نسوانی آواز:

بچاؤ مجھے کوئی ہے۔ اب وہ دروازہ پیٹ رہی تھی۔

فارحہ کیا کر رہی ہو پاگل ہو گئی ہو۔ تب تک دروازہ توڑا جا چکا تھا یمنہ بیگم داؤد لاشاری کو بھی روک چکی تھیں جو نکاح خواں کے ہمراہ وہاں سے گزر رہے تھے۔ سبھی لوگ جمع

ہو گئے تھے۔

دروازہ کھل چکا تھا اور سامنے سے فارحہ لٹے پٹے انداز میں باہر نکلی اور روتے ہوئے یمنہ بیگم کے گلے لگی۔

مام میں تو صرف کام سے گئی تھی دیکھیے اس نے کیا کر دیا میرے ساتھ۔

اس کے پیچھے ہی سب کی نظریں ہونق سے سرمد پر ٹکی تھیں جو خود کچھ کچھ صورتحال کو سمجھ رہا تھا۔اس سے پہلے وہ اپنی صفائی پیش کرتا داؤد لاشاری نے ایک تھپڑ اسے رسید کیا تھا۔

تمہارا نکاح اب ذو پاش کی بجائے فارحہ سے ہو گا سنا تم نے۔داؤد لاشاری نے طیش میں کہا تھا۔

یمنہ بیگم تو عالیان کی بجائے سرمد کو دیکھ کر سکتے میں تھیں جبکہ فارحہ ماں کے گلے لگی بے خبر کھڑی ٹسوے بہا رہی تھی۔

لیکن انکل میری بات۔۔۔۔سرمد کو ہاتھ اٹھا کر روک دیا تھا۔اس کی ماں بھی رخ

موڑے کھڑی تھیں۔

ذوپاش کا نکاح نہیں ہو گا اس لیے فارحہ کو ثمن کے پاس لے جاؤ وقت نہیں ہے مولوی صاحب کے پاس۔داؤد لاشاری نے اپنا حکم سنایا تھا۔سرمدان کی عزت کا فالودہ بنا چکا تھا ۔انھیں اس بدنامی کے داغ کو دھونا تھا۔

ڈیڈ ذوپاش کا نکاح ہو گا اور میرے ساتھ ہو گا۔عالیان کی آواز پر فارحہ اک جھٹکے سے ماں سے جدا ہوئی۔

فارحہ اور یمنہ بیگم نے ایک دوسرے کو دیکھا تھا:

یہ کیا ہوا تھا ان کے ساتھ۔

داؤد لاشاری کے طیش کے آگے کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ فارحہ اور سرمد کے نکاح کے متعلق کچھ کہہ سکیں۔عالیان کو نکاح سے پہلے داؤد لاشاری نے بلایا تھا.

جی ڈیڈ۔عالیان سر جھکائے کھڑا تھا۔

شیریں اپنے بیٹے سے کہو ابھی بھی سوچ کے وقت ہے میں چاند کے معاملے میں ان چاہا

www.neweramagazine.com

رشتہ نہیں چاہتا اور تمہارا بیٹا تو پہلے ہی کسی لڑکی کے چکر میں ہے۔ داؤد لاشاری نے تحمل سے کہا۔

ڈیڈ، مام سچ تو یہی ہے میں نے ذوپاش کو بہاولپور ٹرپ کے ساتھ دیکھا تھا تب ہی محبت کر بیٹھا تھا جو بعد میں مجھ پر آشکار ہوئی پھر مجھے بہت ڈھونڈھنے پر بھی وہ نہیں ملی۔ آپ سب مجھ سے چاند کا کہتے رہے اور میں ذوپاش کو تلاشتا رہا۔ پتا تو اس رات چلا جب وہ ڈر کے مارے میرے سینے سے لگی کھڑی تھی۔ اس کے بعد آپ دونوں کو بتانے کی کوشش بھی کی مگر کسی نے سنی ہی نہیں۔ وہ زیر لب مسکراتے ہوئے کہ رہا تھا۔

عالیان کھاؤ میری قسم کہ سچ کہ رہے ہو۔ شیریں بیگم ابھی تک بے یقین تھیں۔

ہاں مام سچ۔ وہ انھیں گلے لگا چکا تھا۔

داؤد لاشاری کو بھی بیٹے کی بات سن کر یک گونہ سکون محسوس ہوا تھا۔

ذوپاش اچانک دلہا بدل جانے پر حیران پریشان سی ثمن کے کمرے میں بیٹھی تھی۔ جبکہ یمنہ بیگم فارحہ کو اپنے ساتھ لے جا چکی تھیں وہ بے تحاشا رو رہی تھی۔ ایک بار روکنے

کی کوشش بھی کی مگر داؤد لاشاری اسے قتل کرنے کو بھی تیار تھے بس انھیں یہ بدنامی کا داغ مٹانا تھا۔وہ سب کی نظروں میں مظلوم بن گئی تھی۔ سرمد نکاح کے بعد ہی جا چکا تھا۔وہ غصے کے مارے اپنی گاڑی نکال کر زن سے بھگا گیا تھا۔اس کا دماغ ماؤف ہو رہا تھا اپنے ساتھ ہونے والے حادثاتی نکاح کا ہی سوچ سوچ کر۔

آخر میرا چاند اس آنگن میں اتر ہی آیا۔شیریں بیگم نے مسکراتے ہوئے اس کے سر پر بوسہ دیا۔

ہماری ہمیشہ سے یہی خواہش تھی دیکھو کیسے پوری ہوئی ہے۔ ثمن کو اپنا دکھ بھول گیا تھا ۔

اب جو بدمزگی ہونی تھی وہ تو ہو چکی بھابھی جان باہر چلیں دلہن کو لے کر سب انتظار کر رہے ہیں۔کسی مہمان عورت نے آکر کہا تھا۔

ذوپاش بیٹا چلو۔ثمن کچھ لڑکیوں کے ہمراہ باہر جانے کے لیے اٹھی تھی بانو بیگم نے اسے بھی ساتھ جانے کو کہا۔

امی بیگم میں یہیں پر ٹھیک ہوں۔وہ انھیں منع کر چکی تھی۔

بانو بیگم اسے یہیں رہنے دو عالیان ملنا چاہتا ہے۔وہ دروازے کے باہر ہی کھڑا تھا۔تمام لڑکیاں ہنستی ہوئیں باہر نکلیں۔اب وہ کمرے میں اکیلی تھی اور دل کی دھڑکن تیز رفتار سے چل رہی تھی۔

ہارون ہاسپٹل کے کمرے میں داخل ہوا جہاں شہرین موجود تھی۔اسے دیکھتے ہی شہرین نے چہرہ موڑا تھا۔وہ اپنی ہی اولاد کا قاتل نکلا تھا۔جبکہ اس کی بدولت شہرین اپنی اولاد ایک بار پھر کھو چکی تھی یہی قلق جا کے نہیں دے رہا تھا۔

شہرین اٹھو چلیں۔وہ اس کے بیڈ کے نزدیک آکر محبت سے چور لہجے میں بولا تھا۔

شہرین نے اسے دیکھا تو وہ ڈاکٹرز کے سامنے اپنی ذات کا بھرم رکھ رہا تھا۔

ڈسچارج ہو گئی ہو اب چلیں گھر اور زیادہ سوچنے کی ضرورت نہیں ہے۔اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ ہاسپٹل میں اس سے جھگڑ سکے سو خاموشی سے بیڈ سے اٹھی تھی۔

ہارون حیران تو ہوا اس کے انداز دیکھ کر مگر دل ہی دل میں شکر ادا کر رہا تھا کہ وہ اس سے استفسار نہیں کر رہی تھی۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

ذوپاش! وہ کمرے میں داخل ہوا تو اسے کھڑکی میں کھڑے پایا تھا اس کے پکارنے پر چاند نے ایک زخمی سی نگاہ اس پر ڈالی تھی۔

تمھیں پتا ہے کتنی ریاضتوں کے بعد میں نے تمھیں پایا ہے؟؟

تمھیں پتا ہے تمھیں ڈھونڈھنے کے لیے کتنی راتیں میں سڑکوں کی گرد چھانتا رہا ہوں ؟؟

تمھیں پتا ہے۔۔۔۔۔۔وہ ایک لمحے کو رکا تھا۔۔۔۔۔اہاااااں جتا نہیں رہا بس بتا رہا ہوں کتنی محبت کرتا ہوں۔

بہت مایوس کن حالات کا سامنا کرنا پڑا مجھے ڈیڈ نے بھی صاف کہہ دیا تھا کہ شادی ان کی پسند سے کروں اور اور میں سوچتا ہوں چاندا گر تم میری ذوپاش نہ ہوتی تو۔۔۔۔۔۔۔وہ اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامے آج جذب سے کہہ رہا تھا۔

بہت محبت کرتا ہوں تم سے اور دیکھو تو اپنی محبت کا سب سے بڑا ثبوت بھی نکاح کی صورت دے دیا ہے۔ میں آج بہت خوش ہوں اور سمجھ نہیں آ رہی کہ کیسے بیان

کروں۔دونوں ایک دوسرے کی طرف رخ کیے کھڑکی میں کھڑے تھے تب عالیان داؤد نے اس کے دونوں ہاتھوں کو عقیدت سے چوما تھا اور پھر اک نگاہ اس کے شرم و حیا سے دمکتے چہرے پر ڈال کر پیشانی پر اپنے لب رکھ چکا تھا۔

بے شک محبت کی بہترین منزل نکاح ہے اور وہ دونوں اس منزل کو پا چکے تھے۔

ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟؟؟ مام نے بھی مجھ پر اعتبار کرنا پسند نہیں کیا۔سرمد سڑکوں پر گاڑی بھگانے کے بعد تھک گیا تو ایک جگہ گاڑی پارک کرنے کے بعد بیک سیٹ سے سر ٹکائے اپنی زندگی میں آئے بھونچال کے بارے میں سوچنے لگا۔

وہ جب کمرے میں آئی تو آتے ہی لائٹ گئی تھی اس نے میری بے خبری کا فائدہ اٹھایا تھا مگر اس نے ایسا کیوں کیا آخر؟؟ وہ شدومد سے گزرے واقعے کو سوچ رہا تھا۔

اس کا مطلب کچھ گڑبڑ ہے مگر جو بھی ہے فارحہ تم نے میری زندگی بگاڑ کے رکھ دی ہے مگر میں بھی اب تمھیں سزا دوں گا اس چیز کی۔اس نے اپنے بال مٹھی میں جکڑ لیے تھے۔

آہ! ذوپاش میں نے تمھیں کھو دیا صرف فارحہ کی وجہ سے۔اسے کھونے کا غم ستا رہا تھا۔

مام ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ فارحہ سر پکڑے کمرے میں ادھر سے ادھر ٹہل رہی تھی۔ جبکہ یمنہ بیگم سر تھامے صوفے پہ بیٹھی تھیں۔

فارحہ یہ کیا ہو گیا بیٹے۔تجھے کیوں خبر نہ ہوئی کہ کمرے میں عالیان نہیں سرمد ہے۔ یمنہ بیگم نے کہا۔

مام آخر سرمد اس کے بیڈروم میں کرنے کیا گیا تھا۔وہ تھک ہار کر بیڈ کے کونے پہ ٹک گئی تھی۔

اب تم سوچو ہو گا کیا عالی کی بیوی بننے گئی تھی اور نکاح سرمد سے کروا بیٹھی ہو۔کہیں وہ رخصتی کا مطالبہ نہ کردیں۔یمنہ بیگم کو نیا خدشہ لاحق ہوا تھا۔

مام عالی نے فرمائش کر کے ذوپاش سے نکاح کیا ہے اس کے پیچھے کیا وجہ ہو گی میں ہرگز انھیں خوش نہیں رہنے دوں گی۔ذوپاش اس وقت فارحہ کے سامنے ہوتی تو وہ کچا چبا

جاتی۔

ہاں مگر وہ تو کسی لڑکی کو پسند کرتا تھا نا تو پھر اچانک اس کلموہی سے نکاح کیوں کیا۔یمنہ بیگم کو اب نیا وہم ستانے لگا۔

مام بہت کچھ ہے جو الجھن میں ڈال رہا جسے سلجھانا ہے مجھے۔وہ ارادہ کر چکی تھی،اسے بہت کچھ کرنا تھا۔وہ اب کسی کو چین نہیں لینے دینے والی تھی۔

شادی میں جو بدمزگی ہوئی تھی اسے دیکھتے ہوئے جلدر خصتی کردی گئی تھی۔اس وقت ثمن اپنے نئے بیڈروم میں سرخ لہنگا پلنگ پر بچھائے عدیل کے لیے منتظر بیٹھی تھی۔وہ عادل کو پیچھے چھوڑ آئی تھی۔اس نئی زندگی میں وہ اپنے شوہر کے ساتھ مخلص رہنا چاہتی تھی۔یہی وجہ تھی کہ کہ وہ پلکیں بچھائے نہ سہی مگر آنے والے کے انتظار میں ضرور بیٹھی تھی۔

دروازے پر کھٹکا ہوا تھا۔عدیل سفید شیروانی پہنے اندر داخل ہوا۔سامنے بیٹھی خوب صورت سی دلہن کو دیکھ کر زیر لب مسکرایا۔

سلامتی ہو! اس کے جواب میں ثمن نے فقط سر ہلایا تھا۔

اب تک جاگ رہی ہو۔ وہ شیروانی کے بٹن کھولتے ہوئے بولا۔

جی آپکا انتظار کر رہی تھی۔ اس نے نظریں جھکائے کہا تھا۔

میرا انتظار۔ وہ حیرت سے مڑا تھا۔

مگر جہاں تک مجھے یاد ہے آپ نے کل رات مجھے ایسی کوئی بھی حرکت کی امید رکھنے سے منع کر دیا تھا پھر یہ تبدیلی۔ وہ اسے ثمن کا کل رات کا پاگل پن یاد دلا رہا تھا۔

سوری پلیز میں میں نے پاگل پن میں پتا نہیں کیا کیا کہہ دیا تھا آپ سیریس ہو گئے۔

وہ چہرے پر سخت شرمندگی لیے کہہ رہی تھی۔

مہندی کی رات ثمن نے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر عدیل سے فون پر کہہ دیا تھا کہ اس سے نئی نویلی دلہنوں والی امیدیں قطعاً نہ رکھی جائیں۔ جب تک وہ خود راضی نہ ہو جائے تب تک اس کے ساتھ وہ زبردستی نہ کرے۔ جلد بازی میں وہ اسے بہت کچھ فون پر کہہ گئی تھی مگر صبح سے وہ انتہائی شرمندہ تھی رات کی بات کو لے کر۔

اب میں تو بات کا پکا ہوں ایک دفعہ کہہ دیا تھا کہ تمہاری مرضی کے بغیر کچھ نہیں کروں

گا تو اسلیے کمرے میں بھی دیر سے آیا کہ تم صاف صاف کہ چکی تھی۔۔۔۔۔۔

ہاں تو اب میں راضی ہوں نا اب آپ معاف نہیں کر سکتے مجھے۔وہ آنسو بہانے لگی تھی

۔

ہیں ثمن۔۔۔۔اگر راضی ہو تو رو کیوں رہی ہو؟ وہ جو اسے تنگ کرنے کے موڈ میں تھا

فوراً بیڈ پر اس کے سامنے آ بیٹھا۔

اب تم راضی ہو تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے بھلا۔اس کی بات کا مفہوم سمجھ کر ثمن

رونا روک کر اسے آنکھیں پھاڑے دیکھنے لگی تھی۔

ہاں نا تم نے خود ہی تو کہا ہے اب ایسے ڈرا کیوں رہی ہو مجھے۔وہ معصومیت سے دونوں

ہاتھ اٹھائے اسے کہ رہا تھا۔

سائڈ پہ ہوں سونے دیں مجھے۔وہ لہنگا سنبھالتے ہوئے چالاکی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بیڈ

سے اتری۔

تو یہ مرضی ہے تمہاری۔عدیل نے دہائی دی۔

جی بلکل۔وہ بھی شرارت سے مسکرائی۔

سوچ لو کیونکہ منہ دکھائی پھر نہیں ملے گی۔وہ سرخ ڈبیا دراز سے نکالنے کے بعد بیڈ پر دراز ہو چکا تھا جبکہ ثمن رخ موڑے اس کی چالاکیاں دیکھ رہی تھی۔

بلاشبہ ایک خوب صورت زندگی کا آغاز ہو چکا تھا۔

دونوں نے شکر کا سجدہ ادا کیا تھا۔

صاحب جی اب تو ہمیں بھی یہاں سے چلے جانا چاہیے، کیا کہتے ہیں آپ؟ شادی کے جھمیلے ختم ہو گئے تھے ثمن بھی ولیمے کے بعد اگلے دن کچھ دیر کے لیے آئی تھی اور عدیل کے ساتھ ہی چلی بھی گئی تھی۔وہ لاشاری پیلس میں رکنا نہیں چاہتی تھی۔

کمرے میں اس وقت داؤد لاشاری، شیریں بیگم اور بانو بیگم بیٹھے تھے۔تب ہی عالیان کمرے میں داخل ہوا تھا۔

نہیں بانو بیگم میری بیٹی اب یہیں رہے گی ہمارے ساتھ اور تمہاری بھی طبیعت ٹھیک نہیں رہتی۔ڈاکٹرز نے احتیاط کا کہا۔ہم کوئی رسک نہیں لے سکتے۔داؤد لاشاری نے کہا تھا۔

مگر رخصتی کے بغیر وہ یہاں کیسے؟ بانو بیگم کو سمجھ نہیں آیا اپنی بات کیسے کہیں۔

رخصتی کا کیا ہے جب ذوپاش کا دل چاہے گا ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں شفٹ کر دیں گے اصل بات تو نکاح کی ہوتی ہے جو کہ ہو چکا ہے باقی سب تو دنیاوی رسمیں ہیں جنھوں نے یونہی چلتے رہنا ہے۔اس دفعہ شیریں بیگم عالیان کو دیکھتے ہوئے بولی تھیں جو ذوپاش کے دل چاہنے کی بات پر انھیں حیرت سے دیکھ رہا تھا بہو کے آتے ہی بیٹا گنتی سے خارج۔

جی بہتر جیسا آپ لوگ چاہیں گے ویسا ہی ہو گا اور مجھ سے زیادہ حق آپ لوگوں کا ہے ذوپاش پر کیونکہ وہ اسی آنگن کا چاند ہے۔عالیان ان سب کو باتوں میں مشغول دیکھ کر موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے کمرے سے نکلا تھا۔اس کا رخ ثمن کے کمرے کی طرف تھا جواب ذوپاش کی ملکیت میں تھا۔وہ اسے سامان پیک کرتے دیکھ چکا تھا اس لیے ڈیڈ اور مام کے پاس آیا تھا تاکہ انھیں روک سکے۔

وہ تین چار دن خاموش رہی تھی شاید بچے کھونے کا سوگ منا رہی تھی۔ہارون بھی خاموشی سے اس کی حرکات و سکنات ملاحظہ کرتا رہا تھا مگر اب وہ آفس سے آیا تو اسے

شہرین کے رنگ ڈھنگ ہی بدلے ہوئے تھے۔وہ چمکیلی سیاہ سکرٹ پہنے گہری سرخ لپ اسٹک لگائے زلفیں کمر پہ پھیلائے کہیں جانے کو تیار کھڑی دکھائی دے رہی تھی۔

خیریت کہاں جانے کی تیاری ہے؟وہ اس کے قریب آتے ہوئے بولا تھا،اس کی خوب صورتی ہی ایسی تھی کہ اچھے اچھوں کے قدم ڈگمگانے پر مجبور کردیتی تھی۔وہ بھی اس کی قربت میں بہکنے لگتا تھا۔

ملک نے بلایا ہے مجھے گاڑی ابھی آتی ہی ہو گی۔وہ اسے خود سے دور دھکیلتی ہوئی صوفے پر پڑا کلچ اٹھا کر باہر نکل گئی تھی۔

اوہ تو تم دونوں چاہتے ہو کہ میں سختی سے پیش آؤں۔وہ غصہ ضبط کرتے ہوئے خاور کا نمبر ملا رہا تھا۔

ملک نے شہرین کو لینے گاڑی بھیجی ہے۔ہارون نے خاور کے فون اٹھاتے ہی کہا تھا۔

کیا تمھیں پورا یقین ہے کہ وہ اس کے ساتھ ہی گئی ہے؟خاور نے سوال کیا تھا۔

وہ خود کہہ کر گئی ہے اور خاور اب وہ مجھے اشتعال دلا رہی ہے ہمارا بنا بنایا کام بگاڑ رہی ہے، ایسے تو نہیں کر سکتے اپنا بزنس۔وہ دبی آواز میں چیخا تھا۔

اچھا دیکھتے ہیں تم پیار سے ڈیل کرو اس کے ساتھ اور اسے اتنی فرصت ہی نہ دو کہ وہ کہیں اور کسی اور کے ساتھ وقت گزارے، تم تو بہت جلد طیش میں آجاتے ہو۔بنتا کام بگاڑ دو گے۔وہ اسے سمجھا بجھا کر فون رکھنا چاہتا تھا۔

ہاں ٹھیک ہے تم کہاں ہو میں آتا ہوں۔ہارون نے پوچھا۔

میں تو یار مصروف ہوں پتا تو ہے تمھیں میری روٹین کا۔اس نے بے شرمی سے ہنستے ہوئے ذو معنی انداز میں بات کہی تھی۔

مگر ہارون کچھ کہے بغیر ہی فون کھٹاک سے رکھ چکا تھا۔ایک لڑکی اس سے سنبھالی نہیں جارہی تھی یہی بات ہی اس کے غم وغصے کا باعث بن رہی تھی۔

سرمد بس کرو بیٹا کہتے بھی مجھے شرم آتی ہے تم نے بھری محفل میں میری ناک کٹوا دی ۔ملیحہ بیگم اپنے کمرے میں بیڈ پر بیٹھی تھیں جب سرمدان کے کمرے میں آیا تھا۔

مام میں سچ کہہ رہا ہوں میرا یقین کریں میں جھوٹ کیوں بولوں گا۔سرمد زچ ہوا تھا قصوروار نہ ہوتے ہوئے بھی اسے گناہ گار بنا دیا گیا تھا۔

تو کیا فارحہ جھوٹ بول رہی تھی کوئی بھی لڑکی اتنا بڑا جھوٹ کیسے بول سکتی ہے اور وہ کیوں بولے گی۔

ملیحہ بیگم نے خائف نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

مام وجہ تو میں بھی نہیں جانتا۔اس نے ہار مانتے ہوئے کہا تھا۔

سرمد تم نے اچھا نہیں کیا تمہاری وجہ سے چاند میری بہو بنتے بنتے رہ گئی کتنی لائق بچی ہے ۔وہ خفا خفا سے انداز میں کہتیں بیڈ سے اٹھی تھیں۔

مام کیا لگتا ہے آپ کو مجھے اس بات کا دکھ نہیں ہو گا میں نے تو اتنی اچھی لڑکی کو پسند بھی کر لیا تھا مگر فارحہ نے ہرگز اچھا نہیں کیا تم سے تو میں نمٹ لونگا۔آخری بات اس نے دل میں کہی تھی وہ ماں کو پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔اس نے ماں کو کمرے سے نکلتے ہوئے سوچا۔

کب وہ اپنی صفائی دینے میں کامیاب ہو گا؟

فارحہ تم کب تک ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھی رہو گی یوں ہی۔یمنہ بیگم اس کے کمرے

میں آکر تپے ہوئے انداز میں بولی تھیں۔

مام آخر میں کیا کروں بتائیں آپ؟ وہ بددلی سے کہتے ہی کروٹ بدل چکی تھی۔

تم یوں ہی بستر میں پڑی صبح و شام کرتی رہنا اور وہ کلموہی ہر چیز پر قابض ہو جائے گی۔ وہ بھنے ہوئے انداز میں کہتیں صوفے پر جا بیٹھیں۔

کون چاند؟ کیا ہوا ہے اب اس نے کیا کر دیا ایک عالیان پر قبضہ کافی نہیں تھا اس چڑیل کا ۔وہ فوراً ہی اٹھ بیٹھی تھی۔

تمہارے داؤ ڈیڈ نے اسے یہیں پر روک لیا ہے اب وہ یہاں رہ کر ہمارے سینے پر مونگ دلے گی۔ تم یوں ہی بیٹھی رہنا اور عالی جاہ تو ابھی ابھی اس کے کمرے میں گیا ہے۔ یقیناً اب سیلیبریشن ہو گی۔ وہ ان کی بات سنتے ہی بستر سے نکلی تھی اور واش روم کا رخ کیا۔

چین سے تو میں انھیں بیٹھنے نہیں دوں گی اور مام یہ اپنی ماں کی طرح ہر چیز چھوڑ چھاڑ کر یہاں سے نکلے گی دیکھیے گا وعدہ ہے میرا آپ سے۔ یمنہ بیگم نے واش روم کے کھلے دروازے سے اسے دیکھا تھا جو واش بیسن پر کھڑی منہ دھو رہی تھی۔

کیا کر رہی ہو؟ عالیان نے کمرے کا دروازہ بند کیا تھا۔ذو پاش اس کی آواز سنتے ہی مڑی تھی ایک اچانک آمد اور پھر دروازہ بند کرنا اسے گھبراہٹ کا شکار کر گیا تھا۔

اپنی پیکنگ کر رہی ہوں دکھائی نہیں دے رہا آپ کو۔ وہ جل کر اسے جواب دیتی واپس مڑی تھی۔

پیکنگ کیوں ؟؟ میرے کمرے میں شفٹ ہونے کا ارادہ تو نہیں کر لیا کہیں۔ وہ اسے چھیڑ تا مزے سے بیڈ پر پھیلے کپڑے ایک طرف کرتا لیٹ چکا تھا۔

اپنے گھر جا رہی ہوں۔ وہ اس کی حرکتوں پر بمشکل اپنا غصہ کنڑول کیے ہوئے تھی۔

گھر مگر ایسے کیسے ؟اس نے حیرت سے پوچھا تھا۔

کیا مطلب ؟ وہ چونکی تھی۔

تم مجھ سے پوچھے بغیر سامان پیک کر رہی ہو وجہ جان سکتا ہوں ؟ وہ اپنی بات کر کے اس کے تاثرات دیکھ رہا تھا۔

اور میں آپ سے کیوں پوچھنے لگی ؟ وہ اپنا کام روک کر اسے گھورتے ہوئے بولی۔

کیونکہ تم بیوی ہو میری۔وہ اسے یاد دلاتے ہوئے بولا۔

بیوی نہیں صرف منکوحہ۔وہ اس کی بات سن کر جھٹ سے اٹھ بیٹھا تھا۔

بیوی بنانے میں دیر ہی کتنی لگتی ہے۔وہ اس پر نظریں ٹکائے بیڈ سے اتر کر قریب آیا تھا۔اس کے بڑھتے قدم ذوپاش کو کنفیوز کر رہے تھے۔وہ گھبرا کر پیچھے ہوئی تھی اور دیوار کے ساتھ اس کی کمر لگی تھی۔دونوں کے بیچ چند انچ کا فاصلہ تھا۔وہ اس پر جھکا تھا اس سے پہلے کہ کوئی گستاخی کرتا دروازہ کھول کر کوئی اندر آیا تھا۔عالیان نے غصے سے مٹھیاں بھینچ لیں۔جبکہ ذوپاش اپنی جگہ چور سی بن گئی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اوہ یہاں تو رومانس چل رہا تھا اور میں سمجھ رہی تھی کہ عالیان مجنوں بنا پھر رہا ہوگا آخر تم کسی لڑکی سے محبت کرتے تھے شاید مرد ہوتا ہی بے وفا ہے۔اس نے آخری بات نم آواز میں کہی تاکہ عالی جاہ غصہ کرنے کی بجائے اسے سرمد کی وجہ سے مظلوم سمجھے۔

اب میں نکاح کر چکا ہوں اور تم جیسا سمجھ رہی ہو ویسا کچھ نہیں تھا۔ذوپاش اسے عجیب نظروں سے دیکھتی باہر نکل گئی تھی۔دونوں نے اس کا جانا محسوس کیا تھا مگر فارحہ دل

ہی دل میں خوش ہوئی تھی کہ تیر نشانے پر لگا ہے جبکہ عالی جاہ کا دل چاہا اسے ہاتھ پکڑ کر روک لے۔

ہونہہ مجھے تو اب غلط ہی سمجھتے ہیں ابھی بھی دیکھو میرا قصور کیا تھا صرف تمہارے کمرے میں گئی تھی اور اور۔۔۔۔۔وہ آنکھوں سے آنسو صاف کرتے ہوئے بولی ۔۔۔دیکھو کیا ہو گیا میرے ساتھ مجھ پر یقین نہیں کیا، مجھ پر سرمد نے الزام بھی لگا دیا کہ میں نے اس کے ساتھ۔۔۔۔۔وہ بری طرح روتے ہوئے بولی۔

اچھا ناں بس تم مت روؤ اور اس کی ہمت کیسے ہوئی یہ سب کہنے کی میں چھوڑوں گا نہیں اسے۔عالی جاہ نے اس کے بہتے آنسو صاف کیے۔

نہیں عالی جاہ تم اسے کچھ مت کہنا۔وہ فوراً بولی تھی۔

کیوں؟عالی جاہ نے سوال کیا تھا۔

کوئی فائدہ نہیں ہے ڈیڈ پہلے ہی مجھ سے بات نہیں کر رہے انھیں تو میں قصوروار لگتی ہوں but I swaer میں تمہارے پاس آئی تھی مجھے نہیں پتا تھا سرمد ہو گا اور پھر وہ میرے ساتھ۔۔۔۔اس نے پھر رونے پر زور دیا تھا عالی کو اس کے آنسو برے

لگ رہے تھے اس نے آگے بڑھ کر فارحہ کا سر اپنے کندھے سے لگایا:

رونا نہیں ہے اب مجھے اچھا نہیں لگتا جانتی ہو نا۔اسے آج بھی وہی چھوٹی بچی یاد آجاتی تھی جو ابراہیم پاپا کی موت پر سیڑھیوں پر بیٹھی رو رہی تھی۔

واہ کمال کی ایکٹر ہو تم فارحہ۔اس نے مسکراتے ہوئے خود کو داد دی۔

اچھا چلو ڈنر پر چلتے ہیں۔عالیان نے اسے آفر کی تھی تبھی ذو پاش اندر آئی جو شیریں بیگم کا پیغام لائی تھی دونوں کو اتنے قریب دیکھ کر وہ ٹھٹھکی تھی۔

عالیان مام بلا رہی ہیں۔اسے پیغام دے کر وہ جا چکی تھی مگر عالیان اس کی نظروں میں غصہ دیکھ چکا تھا۔اور فارحہ یہی تو چاہتی تھی۔

وہ آدھی رات کو گھر لوٹی تھی ہارون اس کے انتظار میں جاگ رہا تھا۔وہ آتے ہی سنگھار میز کے سامنے بیٹھی تھی اور جیولری اتارنے لگی۔

تم بغیر مجھ سے پوچھے ملک کے ساتھ کیوں گئی؟وہ چلتا ہوا اس کے قریب آیا تھا اور اس پر جھکتے ہوئے پوچھا۔

مجھے تم سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے ہارون۔ وہ اسے صاف جواب دیتی ٹشو سے میک اپ اتارنے لگی۔

میں شوہر ہوں تمہارا؟؟ وہ غصہ ضبط کرتے ہوئے بولا۔

تو؟ وہ اس کا عکس آئینے میں دیکھتے ہوئے بولی۔

تو یہ کہ تمھیں مجھ سے پوچھنا چاہیے تھا۔ ہارون نے کہا۔

اپنے بارے میں کیا خیال ہے تم نے مجھ سے پوچھے بغیر اتنا بڑا قدم اٹھالیا تم ہوتے کون ہو میری زندگی کا فیصلہ کرنے والے۔ وہ طیش میں نشست چھوڑ چکی تھی۔ ہارون اس کے بدلتے تیور دیکھ رہا تھا۔

عدیل بیٹا کیا سوچا ہے بہو کو ہنی مون ٹرپ پر کہاں لے جا رہے ہو؟ وہ سب ڈنر کے لیے بیٹھے تھے جب ثمن میڈ کے ساتھ کھانے کی ٹرے اٹھائے وہاں آئی تھی۔

ابھی تو آپ کی بہو نے ٹرپ کا سوچا ہی نہیں۔ ثمن کو دیکھتے ہی اسے شرارت سوجھی تھی۔ اس کے ساتھ نشست سنبھالتے ثمن نے حیرانگی سے دیکھا۔

ایک ماہ ہونے کو ہے اور تم نے کوئی تیاری نہیں پکڑی پھر الزام میری بہو کو دے رہے ہو۔ مسز سلیمان نے کہا تھا۔

اوہ ڈیڈ دیکھیں نا آپ۔عدیل نے مسٹر سلیمان کو پکارا جو چہرے کے سامنے اخبار کیے خبریں پڑھنے میں مشغول تھے۔

میں، میں کیا دیکھوں؟ باپ کی لاپرواہی پر اس نے پہلو بدلا تھا۔

آپ مجھے لیو دیں گے تو کہیں جاؤں گا نا۔وہ منمنایا اور ثمن نے اس کے پاؤں پر اپنا پاؤں مار کے تنبیہہ کرنی چاہیے کیا ضرورت ہے ٹرپ پر جانے کی۔

دیکھیں نا اب تو آپ کی بہو بھی کہ رہی ہے کہ ڈیڈ سے کہو لیو دیں۔وہ اسے تنگ کرنے سے کہاں باز آتا تھا۔

دیکھا مام یہ مجھے ایسے ہی تنگ کرتے ہیں میں نے تو کہا کہ کیا ضرورت ہے جانے کی۔ ثمن فوراً بولی تھی۔

نہیں بیٹا کیوں ضروری نہیں ہے جانے کی؟اور عدیل خبردار میری بیٹی کو تنگ کیا تو۔ ان دونوں کو جھڑکنے کے بعد وہ اپنے شوہر کی طرف گھومیں:

سلیمان بس دو دنوں کے اندر مجھے ان کے ٹکٹس چاہئیں تمام تیاریاں مکمل کروائیں اور تم دونوں جگہ ڈیسائڈ کر کے بتا دو۔وہ تینوں اپنی اپنی واٹ لگوانے کے بعد ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے جبکہ مسز سلیمان سب سے بے نیاز ناشتے میں مشغول ہو چکی تھیں۔

عادل ایک ہفتے بعد ہی ڈسچارج ہو گیا تھا۔اسے ابھی دو ہفتے ریسٹ کا کہا گیا تھا کیونکہ سر پر اچھی خاصی چوٹ لگی تھی۔ چکر محسوس ہوتے تھے مگر وہ ایک ہفتہ ہی ریسٹ کرنے کے بعد جاب پر جانے کے لیے تیار ہو گیا تھا جس پر حسیب غصہ ہوا تھا اور اسے جاب پر جانے کی بجائے شہر گھومنے کا مشورہ دیا تھا مگر عادل نے منع کر دیا تھا یہ کہ کر دونوں بھائی جاب سے آنے کے بعد گھوم پھر لیا کریں گے اور حسیب خاموش ہو گیا تھا۔

وہ ٹیرس میں کھڑی تھی عالیان اسے ڈھونڈتا ہوا آیا تھا۔

چاند چھپنے کے لیے نہیں اور تم چھپتی رہتی ہو مجھ سے۔عالیان کی آواز پر اس نے

صرف رخ موڑ کر اسے دیکھا تھا اور پھر دور کہیں آسمان کو تکنے لگی وہی پرانا مشغلہ۔

ذوپاش۔وہ چلتا ہوا اس کے قریب آیا اور کندھوں سے پکڑ کر اسے اپنی طرف موڑا۔

ہمم۔اس نے جھکی نظروں سے ہمم پر اکتفا کیا۔

کیا ہوا ہے یار۔وہ جی بھر کر بد دل ہوا تھا۔

عالی پلیز۔وہ اس کے ہاتھ اپنے بازوؤں سے ہٹاتے ہوئے مڑنے لگی لیکن عالیان کی گرفت مضبوط ہو چکی تھی۔

کتنا اچھا لگتا ہے میرا نام تمہارے منہ سے اور عالی بھی صرف تم ہی بلاتی ہو مجھے۔وہ محبت سے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے بولا۔

اچھا چلو ڈنر پر چلتے ہیں ہم تینوں۔وہ اس کا ہاتھ تھام کر واپس مڑا تھا۔

عالیان داؤد آپ جسے چاہیں مرضی لے جائیں مجھے کہیں نہیں جانا۔۔۔۔۔وہ اسے حیرانگی سے دیکھ رہا تھا ابھی کچھ دیر پہلے تو وہ بلکل ٹھیک تھی۔۔۔۔۔۔اور چھوڑیں میرا ہاتھ صبح یونی جانا ہے مجھے جلدی سونے کی عادت ہے۔وہ ہاتھ چھڑا کر جا چکی تھی۔

اوہ تو غصے میں تم عالیان داؤد جبکہ محبت میں تم عالی اتنی کیمسٹری تو سمجھ میں آئی اکلوتی،

نخریلی بیگم کی ہاہاہا۔وہ ٹیرس پر اکیلا کھڑا اپنی ہی سوچ پر مسکرا دیا۔

شہرین اب تم مجھے غصہ دلا رہی ہو۔ہارون کی رگیں تن گئی تھیں۔

میں غصہ دلا رہی ہوں اور تم تم نے کیا کیا ہے قاتل ہو تم میرے بچے کے ایک بچہ میں تمہاری باتوں کی وجہ سے چھوڑ آئی دیکھنا تک گوارا نہیں کیا اسے اور دوسرا تم نے میری گود میں پلنے ہی نہیں دیا۔وہ ناچاہتے ہوئے بھی رو دی تھی۔

شہرین ہمیں فیملی نہیں بنانی ابھی میں چاہتا ہوں ہم دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ٹائم سپینڈ کریں،بچے ڈسٹرب کریں گے یو نو۔وہ اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھامے اسے بہلا رہا تھا۔

مجھے کوئی نہیں کرنا تمہارے ساتھ ٹائم سپینڈ۔وہ بے دردی سے اپنے گال رگڑ کر بولی تھی۔

تو کیا اس ملک کے ساتھ۔۔۔۔وہ فوراً غصے میں آیا تھا اور پھر بات ادھوری چھوڑ کر خاموش ہوا۔

ہاں کیونکہ وہ تم سے اچھا ہے کئی درجے۔ شہرین اسے راستے سے ہٹاتی بیڈ ڈریسنگ روم میں لباس تبدیل کرنے کی نیت سے گھسی تھی جبکہ ہارون وہیں کھڑا اسکی بات پر غور کر رہا تھا۔

بیوی یار تم نے بتایا نہیں کہاں جائیں ہم۔ وہ بیڈروم میں آئی تو عدیل است دیکھتے ہی گویا ہوا۔

یار کیا ہوتا ہے؟ وہ جانتا تھا اسے لفظ یار نہیں پسند اور وہ جان بوجھ کر اسے یار کہتا تھا۔

یار چھوڑو بیوی تو جانتی ہو یا بتاؤں۔ وہ اسے شرارت سے دیکھتے ہوئے بولا زیر لب مسکراہٹ دیکھ کر ثمن نے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے پلو اسے دے مارا تھا۔

کتنی ظالم ہو مر مرا گیا تو میں۔ ثمن نے تڑپ کر اس کے لبوں پر اپنا ہاتھ رکھا تھا۔

یار آپ سوچ سمجھ کے نہیں بول سکتے کچھ بھی کہ دیتے ہیں۔ عدیل کی ہنسی نکلی تھی جبکہ وہ اسے خائف نظروں سے دیکھ رہی تھی وہ اس کے رنگ میں ڈھلتی جا رہی تھی۔

ثمن آئی لو یو سوچ۔ عدیل نے اعتراف محبت کرتے ہوئے پیشانی اس کی پیشانی سے

جوڑی تھی۔

آئی لو یو ٹو مائے ہبی۔وہ مسکرائی تھی۔

بے شک نکاح کے بولوں میں بڑی طاقت ہے۔

ذوپاش اتنے دن غائب رہی تم اور جب آئی ہو تو مجھ پر دھماکے پہ دھماکہ کر رہی ہو۔

علینہ اور وہ فری لیکچر میں گراؤنڈ میں بیٹھی تھیں جب ذوپاش نے اسے گزرے دنوں کی روداد سنائی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE
.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

لیکن مجھے سمجھ نہیں آئی تم نے عالیان کے ساتھ ایسا کیوں کیا مطلب ڈنر کے لیے منع

وہ شوہر ہے اب تمہارا۔علینہ نے کہا۔

ہاں مگر تم جانتی ہو مجھے پسند نہیں اپنے پارٹنر کا کسی اور کے ساتھ فرینک ہونا اور پھر ان دونوں کو میں ایک دوسرے کے انتہائی قریب دیکھ چکی ہوں تم جانتی ہو کس قدر مشکل ہے عالی جاہ سے محبت کرنا اور عالیان داؤد کو ناپسند کرنا۔وہ کرب سے بولی تھی۔

تم میری بات سنو۔علینہ نے کہا تھا۔

تم میری بات سنو۔علینہ نے کہا تھا۔

ہاں کہو سن رہی ہوں۔وہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

پہلے کی بات اور تھی اب وہ تمہارا شوہر ہے اور لڑکیاں اس کے گرد منڈلاتی تھیں کیا تم نے کبھی اسے لڑکیوں کے گرد منڈلاتا دیکھا؟؟ نہیں نا۔اس کے سوال پر ذوپاش نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

اب تمھیں چاہیے کہ تم ان سب لڑکیوں کو بھول کر،ہر بات بھلا کر اپنے نئے بننے والے رشتے کو وقت دو میں جانتی ہوں تم بہت محبت کرتی ہو اس سے بس اب جتانے کا وقت ہے اور جہاں تک بات ہے فارحہ کی مجھے لگتا ہے تم اپنے شوہر کو اس سے دور ہی رکھو۔علینہ نے آخر میں ناک چڑھاتے ہوئے مخلصانہ مشورہ بھی دے دیا تھا۔

ہاں مجھے بھی ایسا ہی لگتا ہے۔ذوپاش نے گراؤنڈ میں نظریں دوڑائیں۔

ویسے اچھا ہی ہوا تمہارا نکاح ہو گیا لگے ہاتھوں رخصتی بھی کروا لیتی ویسے بھی گریجویشن مکمل ہونے والی ہے ہماری ابھی فائنلز ہونے ہیں اور پھر فری۔علینہ کو رخصتی نہ ہونے

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

پر جیسے افسوس ہوا تھا۔

میرا نکاح تو ہوا ہے تم اپنی فکر کرو منگنی بھی نہیں ہوئی۔اب چلیں آخری لیکچر لینے۔وہ کلائی میں باندھی گھڑی پر ٹائم دیکھتے اٹھی تھی۔

ہاں تو اب میں اپنے بارے میں سوچتی اچھی لگوں گی تم لوگوں کو سوچنا چاہیے نا۔وہ بھی ساتھ ساتھ چلتے ہوئے بے شرمی سے بولی تھی۔

ثمن کی فرمائش پر وہ اور عدیل ملائیشیا ٹرپ پر جا رہے تھے۔مگر ٹرپ پر جانے سے پہلے عدیل نے ثمن کو میکے جانے کا کہا تھا۔وہ یہ کہہ کر ٹال گی کہ پیکنگ کرنے کے بعد جاؤں گی۔

ثمن میری بات سنو۔آج رات ان کی فلائٹ تھی تمام تیاریاں مکمل تھیں۔وہ بیڈروم میں داخل ہوئی تو عدیل اس کے پیچھے پیچھے آیا تھا۔

جی سنائیں۔وہ بھی مسکراتے ہوئے مڑی۔

کیوں ٹال رہی ہو میکے جانے کو؟وہ گھر والے ہیں تمہارے آخران کو بھی یاد ستاتی ہو گی

تمہاری اب میں اتنا بھی اچھا نہیں ہوں کہ میرے پاس ہی بیٹھی رہو۔وہ یوں ہی بات بات میں مذاق کر دیا کرتا تھا تا کہ وہ محسوس نہ کرے۔

عدیل سچ کہوں تو وہاں جانے کو دل نہیں کرتا۔وہ سر جھکا کر بولی مبادا اس کے آنسو نہ دیکھ لے۔

اچھا تو بیوی یار تمہارا دل چاہتا کیا ہے؟وہ چہرے پر معصومیت سجائے ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھتے پوچھ رہا تھا۔

میرا دل اس شریر کو چاہتا ہے۔اس کے معصومیت بھرے انداز پر ثمن نے بے ساختہ شہادت والی انگلی سے اس کی ناک کو چھوا تھا۔

ٹھیک ہے جلدی سے تیار ہو جاؤ مجھے تو اپنی سالی کی یاد ستا رہی ہے۔اس کا اشارہ ذوپاش کی طرف تھا۔وہ ہنستے ہوئے بیڈ سے اٹھی اور الماری سے استری شدہ کپڑے دیکھنے لگی۔

میرے لیے بھی نکال دو۔عدیل نے بیڈ پر لیٹتے ہوئے کہا۔وہ اسے دیکھ کر مسکرا دی اور دل سے بے ساختہ شکر ادا ہوا تھا۔

ہارون کے منع کرنے کے باوجود بھی شہرین باز نہیں آئی تھی۔وہ اب ہر جگہ ہر پارٹی میں ملک کے ساتھ دکھائی دینے لگی تھی۔ہارون سے لوگ سوالات بھی کرنے لگے تھے۔وہ آج بھی گرینڈ پارٹی میں اکیلے کھڑا تھا جبکہ شہرین ملک کے ساتھ نظر آرہی تھی۔لوگوں کی چہ میگوئیاں وہ نظرانداز کرتے تھک گیا تو ایکسکیوز کرتے وہاں سے نکل آیا۔

اس نے سوچا تھا اپنے بڑے بڑے کام وہ شہرین کے زریعے نکلوائے گا اور اس سلسلے میں بڑا ہدف ملک ہی تھا مگر شہرین اپنی حد بھول رہی تھی اور ساتھ ہارون کی منصوبہ بندی پر بھی پانی پھیر چکی تھی۔

اس وقت وہ فلیٹ میں بیٹھا سگریٹ پہ سگریٹ پھونک رہا تھا۔سامنے پڑی میز پر الکحل کی بوتل دکھائی دے رہی تھی۔گھڑی کی ٹک ٹک آگے بڑھ رہی تھی وہ صرف شہرین کے انتظار میں جاگ رہا تھا۔جتنا وقت آگے بڑھ رہا تھا اتنا ہی اس کے غصے کا گراف اوپر جا رہا تھا۔

مجھے ہر حال میں فارحہ سے بات کرنی چاہیے۔وہ یہی سوچ کر اپنے آفس سے نکلا تھا۔

اس کی ساری الجھنیں فارحہ ہی دور کر سکتی ہے آخر وہ اس دن کمرے میں کرنے کیا آئی تھی کہیں وہ عالیان میں انٹرسٹڈ تو نہیں تھی اور پھر مجھے عالیان سمجھ کر اس نے وہ سب کیا۔وہ راستے بھر میں یہی سوچتے ہوئے ڈرائیونگ کرتا رہا تھا۔

کلاسز سے فری ہوتے ہی وہ یونی کے گیٹ سے باہر نکلی تو اسے سامنے ہی اپنی گاڑی کھڑی دکھائی دے گئ۔ تیز قدموں سے چلتی ہوئی گاڑی تک آئی مگر دروازہ کھول کر بیٹھتی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا عالیان مڑا تھا۔

اونہوں بیویاں اپنے شوہروں کے ساتھ بیٹھتی ہیں آگے آؤنا۔وہ اسے دیکھ کر ٹھٹھکی۔

آپ کیوں آئے ہیں مجھے لینے تو ڈرائیور آتا ہے؟ وہ ڈھیٹ بنی پیچھے ہی بیٹھ گئ۔

ہاں مگر تم ذمہ داری کس کی ہو؟ وہ گردن موڑے ہی پوچھ رہا تھا۔

کس کی ہوں؟ وہ نا سمجھی سے بولی۔

ارے بھئ جس کی بیوی ہو اور اب آگے آرہی ہو یا نہیں۔عالیان نے ابرو اچکا کر پوچھا۔

نہیں۔وہ بے نیازی سے کہتی گاڑی کے شیشے سے باہر دیکھنے لگی جہاں آتے جاتے طلباء

اور گاڑیاں گزرتی دکھائی دے رہی تھیں۔

عالیان خاموشی سے اپنی سائیڈ کا دروازہ کھول کر باہر نکلا اور اس کی سائیڈ پر آ کر دروازہ کھول کر کھڑا ہو گیا۔ ذوپاش نے آنکھیں پھاڑ کر اس کی حرکت پر حیرت کا اظہار کیا۔

جب تک آگے نہیں آؤ گی میں یونہی کھڑا رہوں گا۔ عالیان کا انداز ایسا تھا کہ وہ گاڑی سے نکل کر پیر پٹختے ہوئے فرنٹ سیٹ پر آ بیٹھی۔ عالیان بھی مسکراتا ہوا آگے آیا۔ اسٹیئرنگ سنبھالتے ہی اس نے گھر والے راستے کی بجائے مخالف سمت پر گاڑی دوڑائی۔

NEW ERA MAGAZINE .COM
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

میرا خیال ہے ہمیں گھر جانا چاہیے تھا۔ ذوپاش نے عالیان کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

ہاں مگر ہم ریسٹورنٹ جا رہے ہیں۔ عالیان نے بے نیازی سے کہا۔

مگر کیوں؟ اس نے تنک کر پوچھا۔

کیونکہ مجھے اپنی بیوی کے ساتھ لنچ کرنا ہے۔ اس نے مسکرا کر ذوپاش کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا جسے چھڑانا اس نے مناسب نہ سمجھا۔ دونوں باقی راستہ خاموش ہی بیٹھے رہے تھے۔

عالیان ذوپاش کو لنچ کے بعد پیلس کے باہر اتار کر جا چکا تھا۔وہ مسکراتی ہوئی گیٹ سے اندر داخل ہوئی تھی۔ ٹیرس پر کھڑی فارحہ دونوں کو ایک ساتھ گاڑی میں دیکھ چکی تھی۔ذوپاش کی مسکراہٹ دیکھ کر اس کے دل میں چبھن کا احساس ہوا تھا۔ذوپاش کو لان میں گہما گہمی کا احساس ہوا تو اس طرف کا رخ کیا۔فارحہ،عالیان اور اس کے علاوہ تمام لوگ ہی وہاں موجود تھے۔جاتی سردیوں کی دھوپ میں وہ سب کرسیوں پر بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔توقع کے برعکس عدیل اور ثمن کے ساتھ سرمد بھی وہاں موجود تھا۔

اسلام علیکم! آج تو بڑے بڑے لوگ موجود ہیں ہمارے غریب خانے پر۔

وعلیکم السلام! سب نے باری باری جواب دیا تھا۔سرمد نے غور سے اسے دیکھا تھا۔ دائیں شولڈر پر بیگ لٹکائے ایک فائل سینے سے لگائے دوپٹہ حجاب کی صورت چہرے کے گرد لپیٹے وہ تروتازہ چہرے کے ساتھ اسے دل میں اترتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

ٹیرس پر کھڑی فارحہ نے اس منظر کو بغور دیکھا تھا۔اب اس کا ذہن تانے بانے بننے میں مصروف تھا۔

کیسے ہیں آپ دونوں ؟اور بڑی جلدی یاد ستانے لگی آپ کو ہماری ایک سال بعد آجاتیں ثمن آپی۔فائل اور بیگ میز پر رکھنے کے بعد اس نے پیچھے سے ثمن کے گلے میں باہیں ڈال کر شکوہ کیا۔

تمہاری بہن ہنی مون پر جارہی ہے اس لیے ملنے آئی ہیں۔داؤد لاشاری نے اطلاع دیتے ہوئے کہا۔

سچ آپی کب فلائٹ ہے ؟ کہاں جارہے ہیں بھائی ؟اس نے دونوں کو مخاطب کیا۔

آج رات کی فلائٹ ہے اور ملائیشیا جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔عدیل نے مسکرا کر بتایا کیونکہ وہ جانتا تھا اب ذوپاش نے لیٹ انفارم کرنے پر غصہ ہونا تھا۔

آج رات کی فلائٹ اور ثمن آپی آپ اب آئی ہیں ملنے حد ہوگئی ہے ایک رات تو رہ لیتیں ہمارے ساتھ مگر نہیں۔وہ انھیں شکوہ بھری نگاہوں سے دیکھتی اپنا بیگ اور فائل اندر جانے کی نیت سے اٹھانے لگی۔

ذوپاش بیٹا فارحہ سے کہو سر مد آیا ہے۔بڑی امی کو ہر گز اچھا نہیں لگا تھا اس کا نظر انداز ہونا جو بھی تھا وہ اس گھر کا داماد تھا۔

اوہ سوری سرمد بھائی اور آپی کے چکر میں میں آپ کو تو بھول ہی گئ۔ کیسے ہیں آپ؟

اس نے صاف گوئی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

گھر کے افراد نے اس کی چہل پہل اور خوش مزاجی کو محسوس کر لیا تھا مگر وہ سب اسے عدیل اور ثمن کی آمد سے مشروط کر رہے تھے کہیں نا کہیں اس کے مزاج پر عالیان کے ساتھ لنچ کا اثر تھا۔ جہاں وہ خوش دکھائی دے رہی تھی وہیں فارحہ جل بھن رہی تھی۔

میں بلکل ٹھیک ہوں اور کوئی بات نہیں میں اندر ہی چلتا ہوں وہیں ملاقات ہو جائے گی ۔ وہ اپنی نشست چھوڑ کر اس کے ساتھ اندر بڑھا۔

تب ہی فلیٹ کے دروازے پر کچھ آوازیں سنائی دی تھیں۔ اس کا مطلب شہرین آچکی ہے وہ اپنے پرس سے چابیاں ٹٹول کر دروازے کے لاک میں لگا کر لاک کھول رہی تھی۔ ہارون تیزی سے اٹھا اس کا رخ باتھ روم کی جانب تھا۔ ادھر وہ دروازہ کھول کر فلیٹ میں داخل ہوئی ادھر ہارون واش روم سے تیزاب کی بوتل اٹھا کر باہر نکلا۔ شہرین کی خوش قسمتی کہ وہ ہارون کا ارادہ بھانپ گئی مگر بد قسمتی کہ وہ اس پر چند چھینٹے گرا چکا

تھا جو شہرین کا خوب صورت رخسار اور ہاتھ جلا گئے تھے۔ شہرین کی دلسوز چیخ پر وہ ہوش میں آیا۔ تیزاب کی بوتل وہیں پھینکی اور دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ سچ کہتے ہیں غصہ انسان کا دشمن ہے وہ بھی اپنے غصے میں بہت بڑی غلطی کر بیٹھا تھا۔

شکر خدایا تو نے لاشاری پیلس میں بھی کافی عرصے بعد ہیپی فیملی والا سین دکھایا۔ عالیان جو فارحہ کے فون پر ثمن اور عدیل کی آمد کا پیغام سن کر آفس سے آیا تھا۔ ان کی جانب آتے ہوئے بولا۔

ہیپی فیملی کہاں ادھوری فیملی کہو ہاں تم لوگوں کو میرے بیٹے کا کہاں احساس ہو گا نجانے وہ کہاں جا چھپا ہے ہم سے روٹھ کر، بھائی صاحب ثمن اپنے شوہر کے ساتھ خوش ہے اب میرے بیٹے کا بھی خوشیوں پر حق بنتا ہے آخر کب تک وہ اس کی جدائی کی آگ میں جلے گا۔ آپ اسے ڈھونڈ تے کیوں نہیں ہیں؟ ثمن نے یمنہ بیگم کی بات پر پہلو بدلا تھا لاکھ محبت کرنے والا شوہر سہی مگر اپنی بیوی کا نام کسی دوسرے مرد کے ساتھ پسند نہیں کر سکتا۔ تمام لوگ کچھ دیر کو خاموش ہوئے تھے۔

میں جب جب ثمن کو خوش دیکھتی ہوں ہنستے مسکراتے مجھے میرا بیٹا یاد آتا ہے میں

خاموش رہی کہ آپ اسے ڈھونڈھ لیں گے آخر آپ کے بھائی کا خون ہے مگر آپ سب تو اسے ایسے بھول بیٹھے ہیں جیسے وہ تھا ہی نہیں۔یمنہ بیگم آنسو صاف کرتے ہوئے وہاں سے اٹھ گئی تھیں۔

عدیل بھائی آپ نے بتایا نہیں کس وقت کی فلائٹ ہے اور یہ ثمن آپی کی چہیتی کدھر ہے حیرت ہے ان کو اکیلا تو نہیں چھوڑتی۔آخر عالیان نے ہی کوئی بات نکالی تھی۔

وہ تو اندر ہے اور تم کہاں تھے؟ اتنی دیر سے یہ لوگ آئے ہوئے ہیں۔فارحہ ان دونوں سے نظر بچا کر باہر آئی تھی وہ عالیان کو انھیں ایک ساتھ دکھانا چاہتی تھی۔

وہ اندر کیا کر رہی ہے؟ عالیان نے حیران ہو کر پوچھا تھا۔

ہاں وہ سرمد کے ساتھ ہے۔فارحہ نے اس انداز میں کہا تھا کہ باقی سب کو محسوس ہی نہ ہو اور اس کا کام بھی ہو جائے۔وہ اب اطمینان سے ان سب کے ساتھ باتوں میں مشغول ہو گئی۔

ہمم۔عالیان نے صرف ہنکارا بھرنے پر ہی اکتفا کیا۔وہ لاشعوری طور پر ان دونوں کے باہر آنے کا انتظار کر رہا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ان تینوں کو شام کے کھانے پر داؤد لاشاری نے زبردستی روک لیا تھا۔

شہرین چلا رہی تھی اس کا رخسار جل گیا تھا مگر آنکھ بچ گئ تھی۔ چہرہ بچانے کے لیے اس نے ہاتھ سامنے کیے تھے مگر پھر بھی وہ اپنے چہرے کو بچانے میں ناکام ٹھہری تھی۔ ہارون کو کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی اس نے تیزی سے کپڑا اٹھایا اور شہرین کے منہ پر باندھ کر چیخوں کا گلا گھونٹا۔ اس کے بعد شہرین کو فرش پر ہی چھوڑ کر فلیٹ کو لاک لگا کر نکل گیا۔ اس وقت وہ بہت ڈر چکا تھا۔ غلطی تو وہ کر چکا تھا اب اس پر پردہ کیسے ڈالنا تھا؟ یہی تدبیر کرنے کی خاطر وہ فلیٹ سے نکل آیا تھا صد شکر کے لگژری فلیٹس کی دیواریں ساؤنڈ پروف تھیں ورنہ لوگ اکٹھے ہو سکتے تھے۔ اپنی گاڑی میں بیٹھ کر اس نے کلب کا رخ کیا۔

ذوپاش اور سرمد لان کچھ دیر بعد اندر سے اکٹھے برآمد ہوئے تھے۔ سرمد اس سے کچھ کہہ رہا تھا جبکہ ذوپاش مسکراتی ہوئی نظر آرہی تھی اس کا حجاب ڈھیلے انداز میں سر پر تھا

جبکہ ایک آوارہ لٹ چہرے اس کے چہرے کے ساتھ اٹھکلیاں کرتی دکھائی دی رہی تھی۔

یہ دونوں ایک ساتھ اچھے لگ رہے ہیں نا جیسے ایک دوسرے کے لیے ہی بنے ہوں، لگتا ہے کافی اچھی انڈراسٹینڈ نگ ہے مجھے نہیں لگتا میں اور سرمد کبھی اتنے خوش رہ سکیں گے۔ انھیں دیکھتے ہی فارحہ نے عالیان کو کن اکھیوں سے دیکھتے سرگوشی کی تھی

۔

ذوپاش اتنا خوش تو کبھی اس کے ساتھ بھی نہیں ہوئی تھی پھر سرمد اور ذوپاش کو ملے عرصہ ہی کتنا ہوا تھا اس قدر فرینکنیس۔ عالیان کو اچھا محسوس نہیں ہوا تھا۔

فارحہ پلیز اپنے پارٹنر کو کمپنی دو میں تھک چکی ہوں اتنی دیر سے ہم تمہارا انتظار ویٹ کرتے رہے مگر تم باہر بیٹھی ہو۔ وہ دونوں ہی چلتے چلتے لان میں آئے ذوپاش نے فارحہ کو عالیان کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھے دیکھ کر کہا۔

لیکن میں تم لوگوں کے سامنے سے ہی گزر کر آئی ہوں اگر ایسی بات تھی تو مجھے روک سکتے تھے اسی وقت۔ بانو بیگم اور شیریں بیگم کھانے کی تیاری کے لیے جا چکی تھیں۔ داؤد لاشاری بھی اٹھ گئے تھے۔ اب وہاں صرف وہ ینگ پارٹی ہی موجود تھی۔

ہم بھی تو باتوں میں اتنے مشغول تھے کہ پتا ہی نہیں چلا۔ سرمد نے مسکراتے ہوئے ذوپاش کو دیکھا اسی پل عالیان کا دل چاہا اٹھ کر سرمد کا منہ توڑ دے۔ مگر وہ خود پر کنٹرول کر گیا۔

ثمن آپی اب چھوڑ بھی دیں عدیل بھائی کی جان مجھے ٹائم دیں۔ وہ ان کا ہاتھ تھام کر کرسی سے زبردستی اٹھاتے ہوئے بولی۔

تو مجھے ٹائم کون دے گا؟ عدیل کی دہائی پر ثمن کو ساتھ لے جاتی ذوپاش مڑی سرمد فارحہ کے ساتھ بات کر رہا تھا جبکہ عالیان فون پر کچھ دیکھنے میں مشغول نظر آیا مگر اس کا دھیان ذوپاش کی حرکتوں پر تھا۔

عالیان ہیں نا۔ وہ بے نیازی سے کہتی ثمن کو لیے مڑ گئی۔

ڈنر کے بعد وہ لوگ گھر لوٹ آئے تھے۔ اس وقت وہ ائیر پورٹ پر موجود تھے۔ مسٹر اور مسز سلیمان ان کو ائیر پورٹ چھوڑنے آئے تھے۔ اس وقت وہ لوگ بیگ سنبھالتے مسٹر اور مسز سلیمان سے الوداع کر رہے تھے۔ ان کی فلائٹ کی اناؤنسمنٹ ہو رہی تھی

۔

کچھ ہی دیر میں تمام کاروائیوں سے نبٹنے کے بعد دونوں جہاز میں اپنی نشستیں سنبھال چکے تھے۔

عدیل نے محسوس کیا وہ یمنہ بیگم کی باتوں کے بعد خاموش خاموش سی لگ رہی تھی۔

ثمن میری جان اتنی خاموش خاموش کیوں ہو؟ عدیل نے اسے محبت سے پکارا۔

یہی وجہ ہے میرے گریز کی میں میکے جانا پسند نہیں کرتی۔ وہ اس کا بازو پکڑتے ہوئے کندھے پر سر رکھ گئی تھی۔

اگر تم یہ سوچتی ہو کہ مجھے برا لگا تو خود پر ان چیزوں کو سوار مت کرو وہ تمہارا ماضی تھا اور میں حال میں جیتا ہوں۔ حال میں تم میرے ساتھ ہو مجھ سے وفادار ہو میں واقف ہوں تو پھر تمھیں بھی پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے سمجھی ورنہ میں پروگرام کینسل کر دوں گا اور ماما کے پوچھنے پر تمہارے سر الزام دھر دوں گا۔ آخر میں دھونس بھری

دھمکی بھی دے ڈالی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اس کی دھمکی پر ثمن نے سر اٹھا کر اسے گھوری سے نوازا۔عدیل نے مسکرا کر اپنی بیوی کی پیشانی چوم ڈالی۔

عادل اور حسیب معمول کی طرح سیر کو نکلے تھے۔وہ آہستہ آہستہ اپنا غم چھپانا سیکھ رہا تھا مگر خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا شاید ابھی اس کی آزمائش ابھی باقی تھی تبھی تو وہ ایک بار پھر نئے سرے سے خود کو ٹوٹتے محسوس کر رہا تھا۔

عادل یار یہاں کیوں جم گئے ہو اب اتنی بھی سردی نہیں ہے ملائیشیا میں۔حسیب نے اسے اپنے ساتھ نہ پا کر پیچھے دیکھا تو وہ چند قدموں کے فاصلے پر کھڑا سامنے کے منظر کو دیکھ رہا تھا۔حسیب نے نظروں کے تعاقب میں دیکھا تو ایک پل کو وہ بھی ٹھٹھک کر رکا۔

اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔

وہ لوگ ایک ہفتے سے ملائیشیا میں موجود تھے۔ملائیشیا کا موسم بہت خوبصورت تھا۔

یہاں کے موسم کی خوب صورتی کا راز سارا سال وقفے وقفے سے ہونے والی بارشوں میں چھپا ہے۔ ملائیشیا کو قدرتی ربڑ کی سرزمین کہا جاتا ہے۔ وقت کے لحاظ سے ملائیشیا پاکستان سے تین گھنٹے آگے ہے۔ مشرقی ایشیا میں موجود یہ ملک اپنی مثال آپ ہے۔ حیرت کی بات ہے اس ملک میں پہلے نمبر پر مسلمان اور دوسرے نمبر پر بدھ مت کے پیروکار مانے جاتے ہیں۔ سیاحت کے نام پر یہ ملک نویں نمبر پر آتا ہے۔ عدیل بزنس ٹور کے طور پر کئی ملک گھوم چکا تھا مگر ملائیشیا کی خوب صورتی سے وہ ان دنوں ثمن کے ہمراہ واقف ہوا تھا۔ وہ دونوں ایک ہفتے میں کئی جگہیں گھوم چکے تھے۔ وہ دونوں ثمن کی فرمائش پر ملائیشیا کی سب سے پہلی فلم جو لیلہ مجنوں کے نام سے 1933 میں دکھائی گئی تھی کو دیکھنے بھی سینما گھر میں گئے تھے۔ اگلے دن وہ دونوں کینا بالو نیشنل پارک دیکھنے گئے تھے کیونکہ ثمن کو وہاں 4500 سے زائد حیوانات و نباتات کی اقسام دیکھنی تھیں۔ اس کا خیال تھا اتنی بڑی تعداد وہ جنگل میں بھی نہیں دیکھ سکے گی جتنی وہ دونوں یہاں پر سکون ماحول میں دیکھ سکتے ہیں۔ وہ ملائیشیا کے Twin tower دیکھنے کی شوقین تھی۔ عدیل نے اسے ان ٹاورز کے نیچے گھٹنوں پر بیٹھ کر پرپوز کیا تھا۔ وہاں موجود مختلف نسلوں اور قوموں کے لوگوں نے ان کے لیے تالیاں بجائیں اور کامیاب زندگی کی دعائیں کی تھیں۔ وہ دن عدیل نے اس کے لیے بہت خاص بنایا تھا۔

اس دن دونوں ہی بے حد خوش تھے۔پترا جایا جھیل جو کہ سب سے بڑی مصنوعی جھیل ہونے کا اعزاز رکھتی ہے پر بھی ایک بھرپور دن گزارا تھا۔

آج ویک اینڈ تھا اور وہ سیون الیون جانے کا ارادہ رکھتے تھے یہ ملائیشیا میں موجود جاپان کے سپر اسٹورز ہیں جہاں ضروریاتِ زندگی پوری کرنے والی ہر چیز دستیاب ہے وہ بھی یہاں سے شاپنگ کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔

وہ دونوں بھی ویک اینڈ کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اپارٹمنٹ سے نکلے تھے۔کچھ شاپنگ بھی کرنی تھی اس وجہ سے دونوں سیون الیون آئے تھے۔مگر عادل کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ وہ عدیل اور ثمن کو وہاں پالے گا۔حسیب نے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا سامنے ثمن کھڑی ہنس ہنس کر عدیل سے کسی چیز کو نا خریدنے پر بحث کر رہی تھی۔

کِــــسی سے مل نہ سکو تو خُدا کا شُکر کرو

کِــــسی سے مل کے بچھــــڑنا بڑی اذیت ہے

تبھی ثمن نے عدیل کو اگلی شاپ پر جانے کا کہا تھا۔ وہ دونوں مڑے تو چند قدم کے فاصلے پر کھڑے عادل کو دیکھ کر وہ ٹھٹھکی، لمحوں کا کھیل تھا دونوں کی نظریں ٹکرائیں عادل اسے شکست خوردہ نظروں سے دیکھ رہا تھا، جبکہ وہ عدیل کے ان دونوں کی طرف متوجہ ہونے سے پہلے ہی نکل جانا چاہتی تھی۔ عادل نے بے خودی میں اس کی طرف قدم بڑھائے مگر وہ لب کچلتے ہوئے عدیل کا ہاتھ تھامتی نکل گئی۔ حسیب نے عادل کی آنکھوں میں آنسو جمع ہوتے دیکھے وہ ضبط کیے کھڑا تھا۔ حسیب نے عادل کو حوصلہ دینے کی خاطر اس نے شانے پر ہاتھ رکھا۔

وہ دے رہا ہے "دلاسے" تو عمر بھر کے مجھے

بچھڑ نہ جائے کہیں پھر اداس کر کے مجھے

جہاں نہ تو نہ تیری یاد کے قدم ہوں گے

ڈرا رہے ہیں وہی مرحلے سفر کے مجھے

ہوائے دشت مجھے اب تو اجنبی نہ سمجھ!

کہ اب تو بھول گئے راستے بھی گھر کے مجھے

\-----------------

یہاں آؤ، میرے پاس آؤ۔ وہ اس وقت ہاسپٹل کی ایک راہداری میں کھڑی تھی جب اسے یہی آواز دوبارہ سنائی دی۔

نن نہیں میں نہیں آؤں گی۔ وہ خوف کے مارے اپنے ارد گرد دیکھ رہی تھی۔ اس قدر خوف طاری تھا کہ وہ کانپنے پر مجبور ہو گئی۔

ایک بار مجھے دیکھو یہاں آؤ۔ وہ اس راہداری میں نظر آتے کمرے کے سامنے کھڑی تھی جبکہ اندر سے اسے کوئی بلا رہا تھا۔

زنانہ آواز نے کچھ اس تڑپ سے اسے پکارا کہ وہ دیکھنے پر مجبور ہو گئی وہ فوراً پلٹی خوف کہیں دور چلا گیا۔ مگر جلا ہاتھ اور جھلسے ہوئے چہرے کو دیکھ کر وہ ایکدم چیخ مار کر اٹھی تھی۔

رات کے اس پہر اس کی چیخ سن کر پاس سوتی بانو بیگم اٹھیں اور لپک کر اسے سنبھالا۔ وہ مسلسل کانپ رہی تھی۔ چہرہ پسینے میں تر تھا۔ خوف بھری نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

دور دور ہو جائیں مجھ سے ابھی اور اسی وقت مجھے ہاتھ مت لگائیں میرے پاس نہیں آنا، میں نفرت کرتی ہوں آپ سے۔ سنا آپ نے۔ وہ ہذیانی انداز میں چلا رہی تھی۔

بانو بیگم دوڑ کر کمرے سے باہر گئیں اور نچلی منزل پر کمرے میں سوتے داؤد لاشاری اور شیریں بیگم کو آوازیں لگائیں۔ عالیان کا کمرہ چونکہ اوپر تھا وہ سب سے پہلے اس کے کمرے میں آیا تھا۔اس کے بعد تمام لوگ اس کے کمرے میں آئے فارحہ اور یمنہ بیگم بھی دروازے میں کھڑی تھیں۔اس کی حالت سے عالیان، فارحہ اور یمنہ بیگم انجان تھیں باقی نفوس سمجھ گئے وہ ابھی تک خواب کے زیر اثر تھی۔

مم۔مجھے بچا لیں۔۔۔میں اس کے پاس نہیں جاؤں گی۔وہ عالیان کو دیکھتے ہی دوڑ کر اس کے سینے سے لگی۔شاید اس سے وہ لاشعوری طور پر محبت کرتی تھی۔

عالیان اس دن کے بعد سے ذوپاش سے ناراض تھا مگر وہ ذوپاش سے اس عمل کی ہرگز امید نہیں رکھتا تھا۔وہ اس کے سینے سے لگی کھڑی تھی جبکہ وہ اس کی حالت سمجھنے سے ابھی تک قاصر تھا۔

کچھ نہیں ہوا ذوپاش تم کہیں نہیں جا رہی۔ مگر وہ اس کی بانہوں میں ہی جھول گئی تھی۔

داؤد لاشاری ڈاکٹر کو فون کر کے بلا چکے تھے۔سب ہی خاموش کھڑے تھے۔تب عالیان نے بانو بیگم کو مخاطب کیا :

ذوپاش ایسے بی ہیو کیوں کر رہی تھی؟

بیٹا یہ کوئی نئی بات نہیں ہے یہ شروع سے ہی ایسے ڈراؤنے خواب دیکھتی ہے ہمیشہ ہی اس کی حالت خراب ہو جاتی ہے مگر آج تو وہ مجھے بھی نہیں پہچان رہی تھی۔ نجانے اس کے ان خوابوں کی گتھیاں کب سلجھیں گی؟ڈاکٹرز بھی بس سکون آور دوا دے دیتے ہیں۔کوئی آج تک کچھ نہیں سمجھ پایا۔کبھی مہینے میں دو بار تو کبھی چھ ماہ میں ایک بار یہ خواب ضرور آتے ہیں اور پھر سہم جاتی ہے۔بانو بیگم نے آنسو صاف کرتے ہوئے پیار بھری نظروں سے بیٹی کو سوتے دیکھ کر تفصیل سے بتایا تھا۔وہ بیٹی جو انھوں نے نہیں جنی تھی مگر اپنی اصل ماں کے لمس سے بھی ناواقف تھی۔

کسی نے نہیں سوچا تھا کہ جب اس پر حقیقت عیاں ہوئی تو صورتحال کیا بنے گی۔ڈاکٹر آ چکا تھا اور اس کے چیک اپ میں مشغول تھا۔

تین دن بعد وہ ہمت کر کے فلیٹ میں لوٹا تھا۔ وہ شہرین کو جس صورتحال میں چھوڑ کر گیا تھا ویسے ہی پڑی تھی۔ اس کے ساتھ خاور بھی موجود تھا۔ ہارون نے بازوؤں میں اٹھا کر بیڈ پر لٹایا۔ خاور اس کے زخم دیکھنے لگا۔ چہرے کا ایک رخسار جھلس چکا تھا اور ہاتھ پر بھی جلے ہوئے نشان تھے۔ درد کی شدت، بھوک اور پیاس کی وجہ سے وہ بے ہوش پڑی تھی۔ اسے شدید کمزوری ہو گئی تھی۔

اس کے علاج کے متعلق کیا سوچا ہے بے وقوف انسان؟ خاور کو اس کی کم عقلی پر غصہ تھا۔ جو کام آرام سے ہو سکتا تھا ہارون وہ غصے کی وجہ سے بگاڑ چکا تھا۔

ہاسپٹل ہرگز نہیں لے کر جا سکتے یہ سچائی بتا دے گی ہوش میں آتے ہی پھر پولیس کا چکر میں افورڈ نہیں کر سکتا۔ یہیں پر ہی کسی ڈاکٹر کا انتظام کرو۔ اس نے خاور کو آخر میں التجائی نظروں سے دیکھا۔

ہمم ٹھیک ہے دیکھتا ہوں میں۔ اتنا کہہ کر خاور فون پر کچھ نمبر ٹرائے کرنے لگا۔

ڈونٹ وری کچھ ہی دیر میں محترمہ ہوش میں آ جائیں گی۔ پریشان ہونے کی ضرورت

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

نہیں بس ان سے اس واقعے کے متعلق کوئی بات نہ کی جائے کیونکہ اکثر سچویشن میں پیشنٹ بے خبر ہوتا ہے اپنی حالت سے ورنہ ذہن پر زور دیں گی ٹینشن کی وجہ سے طبیعت بگڑ سکتی ہے۔ڈاکٹر چیک اپ کے بعد انھیں پیشہ ورانہ انداز میں تمام صورتحال سے آگاہ کرتے ہوئے بولا۔

جی بہتر ہم ایسا ہی کریں گے۔داؤد لاشاری ڈاکٹر کو رخصت کرنے نکل گئے۔

میں سمجھی نہیں ایسے بھی کیا خواب دیکھتی ہے ذوپاش کہ اتنی بری حالت ہو جاتی ہے۔

فارحہ نے بھی لب ہلائے۔وہ اس کی کمزوری پانا چاہتی تھی۔

کسی عورت کو دیکھتی ہے۔بانو بیگم کسی خیال کے زیر اثر کہہ گئی تھیں۔

عورت کہیں اپنی ماں کو تو نہیں دیکھتی خوابوں میں۔فارحہ نے فوراً پوچھا۔

ایسی بد چلن ماں کا خوابوں سے کیا تعلق ہو نہہ؟وہ تن فن کرتی نکل گئی تھیں۔

شیریں بیگم کو ان کی گفتگو ہر گز پسند نہیں آئی تھی سو سب کو اپنے کمروں میں جانے کا کہا۔

بانو ایسی باتوں کا خیال رکھا کرو بچی کے سامنے مت کیا کرو۔وہ ان کی بات سمجھ گئی تھیں

مگر ہوش میں آتی ذوپاش وہ سب سن چکی تھی۔

ثمن تم مجھے جلدی جلدی میں کیوں لے آئی وہاں سے؟ وہ دونوں ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے تھے۔بیڈروم میں آتے ہی عدیل نے ثمن سے پوچھا۔

کک کچھ نہیں عدیل میری طبیعت ٹھیک محسوس نہیں ہورہی تھی۔کیا ہم گھر واپس نہیں جاسکتے؟ وہ اسے کہہ رہی تھی۔

اتنی جلدی۔ثمن کی بات پر عدیل کو جھٹکا لگا۔

جی۔وہ سر جھکا گئی تھی۔

ثمن مجھے بتاؤ اچانک کیا ہوا ہے تمھیں؟ عدیل اس کے پاس بیڈ پر آبیٹھا اور اس کے دونوں ہاتھ تھامتے ہوئے بولا۔

کچھ نہیں۔وہ اسے ٹال گئی۔

بتاؤ مجھے۔اسے بضد دیکھ کر ثمن سوچنے لگی آیا کہ عادل کے متعلق بتادے یا نہیں۔مگر

NEW ERA MAGAZINE .com Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ اپنے رشتے کو جھوٹ سے پاک رکھنا چاہتی تھی اس لیے عادل کے متعلق بتانے پر تیار ہو گئی۔

عدیل عادل ملائیشیا میں ہے مگر میں سچ کہہ رہی ہوں مجھے نہیں پتا تھا میں نے تو خود ابھی سیون الیون میں دیکھا اسے اور حیران ہوئی وہ یہاں رہ رہا ہے بغیر کسی کو بتائے۔ ثمن پہلے تو گھبرائی کہیں وہ یہ نہ سمجھ لے کہ ملائیشیا آنے کے پیچھے عادل کا یہاں موجود ہونا تھا۔

تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں میں اسے بتاتا اس کی ماں، اس کے گھر والے کتنے پریشان ہیں اس کے لیے۔ اسے پاکستان جانا چاہیے داؤد انکل کو ضرورت ہے اس کی۔ وہ اب کمرے میں ٹہل رہا تھا۔

مگر آپ اسے یہ سب کیوں کہیں گے؟ ثمن کے سوال پر عدیل محبت سے دیکھتے ہوئے قریب آیا۔

میری زوجہ محترمہ عادل کی ماں تمھیں دوش دیتی ہیں عادل کے غائب ہونے پر مجھے اچھا نہیں لگتا کہ کسی بھی وجہ سے میری زوجہ کو تکلیف ہو۔ بس میں عادل کو قسمت کا لکھا سمجھانا چاہتا ہوں وہ سمجھ جائے گا تم کس کا نصیب ہو۔ اب میں پتا کرواتا ہوں اس کا تاکہ

میٹنگ رکھ سکوں ایک۔اتنا کہ کر وہ فون پر نمبر ملانے لگا۔ ثمن اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

ہارون نے فلیٹ پر ہی شہرین کا ہلکا پھلکا ٹریٹمنٹ کروایا تھا۔شہرین کو تب سے ایک کمرے میں باندھ کر رکھا تھا جبکہ منہ پر بھی پٹی باندھتا تھا تاکہ شور نہ کرے۔وہ سلاخوں کے پیچھے جانے سے ڈرتا تھا۔اسے جلد از جلد پاکستان شفٹ ہونا تھا کیونکہ پاکستان میں رشوت دیکر بھی وہ بچ جاتا اور پھر شہرین کسی کو کہاں جانتی تھی۔وہاں زندگی آسان ہوسکتی تھی۔یہی سوچ کر وہ شہرین کو بھی پاکستان روانگی کے لیے تیار کر چکا تھا۔شہرین بنا کسی چوں چراں کہ مان گئی وہ ہارون کی دسترس میں تھی۔اس کے تیار ہونے کے پیچھے ایک وجہ یہ بھی تھی کہ کیا معلوم اس کی بیٹی سے بھی ملاقات ہو جائے۔ان دنوں اس کا نام چاند تھا شاید۔ہارون لاہور میں موجود اپنے آبائی گھر میں رہائش کا ارادہ رکھے ہوئے تھا۔شہرین نے پاکستان کی سرزمین پر قدم رکھا۔وہ اپنا جھلسا ہوا چہرہ نقاب میں چھپائے ہوئے تھی ہارون نے اس کے ساتھ بہت برا سلوک کیا تھا۔مگر شہرین بے خبر تھی ہارون ملک کے ساتھ سودے میں ہیرا پھیری کر کے بچنے کے لیے اچانک پاکستان شفٹ ہوا تھا۔

ہارون دن دن بھر غائب رہتا اور شہرین گھر کے ایک کونے میں بیٹھی اپنا احتساب کرتی رہتی۔اسے ہر پل بیٹی کی یاد ستاتی تھی۔کس قدر بدنصیب عورت تھی وہ جو اپنے نفس کے پیچھے دوڑتی رہی تھی۔اس کے شب و روز احتساب میں گزرتے تھے۔وہ سہ نہیں پا رہی تھی۔ایک دن یوں ہی اس کی نظر الکحل کی بوتل پر پڑی تو خود کو ذہنی کشمکش سے بچانے کے لیے بوتل منہ کو لگا گئی۔وہ کچھ ٹائم کے لیے ہر تکلیف سے بے خبر ہو گئی تھی۔تب سے جب جب اسے احتسابی تکلیف سے گزرنا پڑتا وہ الکحل کا سہارا لیتی تھی۔مگر اس کی صحت گر رہی تھی پر واہ کسے تھی۔پھر ہارون بھی اپنی رنگین مزاج طبیعت کو بہلانے کی خاطر روز نت نئی لڑکیوں کو لانے لگا۔ایسے میں شہرین کو ہر چیز سے بے خبر ہونا ہی بہتر لگا۔

ذوپاش کیسی طبیعت ہے تمہاری؟عالیان نے اسے لان میں گھاس پر بیٹھے دیکھ کر قریب آتے پوچھا۔وہ اپنے گرد کتابیں اور نوٹس پھیلا کر بیٹھی تھی مگر پڑھ نہیں رہی تھی۔نجانے کن سوچوں میں گم تھی۔

جی ٹھیک ہوں میں آپ کیسے ہیں؟وہ اس سے کچھ فاصلے پر ہی بیٹھ چکا تھا۔

میں فٹ ہوں۔ وہ اس سے گفتگو کے دوران بھی سوچوں میں ڈوبی نظر آرہی تھی۔

ذوپاش کیا سوچ رہی ہو؟ کچھ دیر اس کی حالت نوٹ کرنے کے بعد وہ بولا تھا حقیقت تو یہ ہے وہ ان خوابوں کے بعد سے محتاط ہو گیا تھا۔ اس کا خیال رکھنے لگا تھا۔

سوچ نہیں بس میں ثمن آپی کے متعلق سوچ رہی تھی وہ ملی بھی نہیں ہیں وہاں جا کر۔ اس نے فوراً بہانہ تراشا تاکہ عالیان بھی مطمئن ہو سکے۔

ڈونٹ وری پریشان مت ہو وہ ٹھیک ہوں گی تم بس ایگزامز دوا چھے سے پھر ہم بھی چلیں گے۔ وہ اس کی بات سن کر جھینپ گئ تھی۔ جبکہ عالیان مسکراتے ہوئے اٹھ گیا۔

وہ دونوں ساتھ ہوں اور فارحہ وہاں موجود نہ ہو ایسا کیسے ہو سکتا تھا۔ ابھی بھی وہ برآمدے میں کھڑی ان کو دیکھ رہی تھی۔ وہ خاموشی سے چلتے ہوئے لان میں آئی جہاں ذوپاش ایک بار پھر انہی سوچوں میں ڈوبی ہوئی تھی مگر اب کی بار وہ ساتھ ساتھ بڑبڑا بھی رہی تھی۔ اس کی آواز میں جھنجلاہٹ تھی :

نجانے کتنی حقیقت ہے اس بات میں، کہیں میرا وہم تو نہیں مگر میں نے یہی سنا تھا تو کیا میری ماں امی بیگم نہیں ہیں تو پھر کون ہیں؟

فارحہ کی آنکھیں چمک اٹھیں اور ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی تو ذو پاش بے خبر ہے اپنی ماں سے اتنی بڑی حقیقت چھپائی گئی۔ بہت بڑا راز تمہارے ہاتھ لگا ہے فارحہ اچھے موقع کا انتظار کرو۔

کیا ہوا عدیل تھوڑے پریشان لگ رہے ہیں آپ؟ ثمن اسے سارا دن عادل کا پتا کرتے دیکھتی رہی تھی۔ ابھی بھی وہ ہاتھ میں کافی کا مگ تھامے سوچوں میں گھرا دکھائی دے رہا تھا۔

ثمن میں چاہتا ہوں جلد از جلد عادل کے متعلق معلوم کر سکوں مگر مجھے جتنی جلدی ہے خدا اتنی دیر کر رہا ہے کن کہنے میں۔ وہ نجانے کیوں بجھا بجھا لگ رہا تھا۔

عدیل پلیز آپ پریشان مت ہوں وہ مل جائے گا اور پھر خدا کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں ۔وہ اس کے شانے پر سر رکھتی حوصلہ دے رہی تھی۔

تم ہو نا میرے ساتھ مجھے پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے بس دعا کرو کہ جلد از جلد عادل مل جائے۔ وہ دھیمے سے مسکرا دیا۔ جبکہ ثمن خاموش رہی تھی۔

آپس میں کہیں اپنے ستارے نہیں ملتے

جیسے کبھی دریا کے کنارے نہیں ملتے

منزل کی تمنا ہے تو کر جہد مسلسل

خیرات میں تو چاند ستارے نہیں ملتے

اس نے کتنی کوشش کی تھی مگر پھر بھی ثمن اور وہ ایک نہ ہو سکے تھے۔وہ دونوں بچپن کے ساتھی تھے بچپن کی چاہت کے سائے میں پروان چڑھنے کے بعد کیسے جدا ہو گئے تھے۔وہ گھر آکر بھی اسی کو سوچ رہا تھا۔نئے سرے سے اذیت اور تکلیف محسوس کر رہا تھا۔

عشق کیا زندگی دے گا کسی کو

یہ تو شروع ہی کسی پر مرنے سے ہوتا ہے

وہ بہت بے بسی محسوس کر رہا تھا ثمن اسے دیکھتے ہی چلی گئی تھی وہ لوگ یقیناً ہنی مون ٹرپ کے لیے آئے تھے۔اب نجانے وہ یہاں رکے گی بھی یا نہیں۔کیا میں دوبارہ دیکھ

سکوں گا اسے؟ وہ یہی سوچتے سوچتے رات کے آخری پہر نیند کی وادیوں میں داخل ہوا تھا۔

ہارون میں کہ رہی ہوں تم سے آج کے بعد تم اس گھر میں کسی لڑکی کو لے کر نہیں آؤ گے، مجھے اذیت ہوتی ہے۔ چار چار دن گزر جاتے تمھیں گھر آئے ہوئے اور جب آتے ہو تو ساتھ کوئی نا کوئی لڑکی ہوتی ہے۔ وہ گھر لوٹا تو صحن میں دندناتی شہرین اس کے پاس آئی تھی۔

میرے پاس اتنا وقت نہیں کہ تمہاری بک بک سنوں خاموش ایک کونے میں پڑی رہو یہ نا ہو دوسرا رخسار بھی جلا دوں تمہارا۔ وہ جوا کھیلنے لگا تھا تب سے جب جب ہارتا سارا غصہ شہرین پر نکالتا تھا۔ اب تو شہرین اس کی حرکتوں سے تنگ آ گئی تھی وہ جوئے میں پیسے ہار کر آ جاتا تھا۔ نجانے کس کی سنگت میں وہ اس قدر بگڑ گیا تھا۔ شہرین پاکستان آ کر ہی پچھتا رہی تھی۔

مجھے دھمکیاں دینا بند کر دو سمجھے تم کچھ نہیں کر سکتے اگر پھر تم کسی لڑکی کو لائے تو میں محلے کے لوگوں کو بلا لوں گی رات کے اسی پہر۔ وہ چلاتی ہوئی اس کے پیچھے پیچھے کمرے

میں آئی تھی۔

تمہارا زیور کہاں ہے؟ لاؤ مجھے دو۔ وہ کمرے میں پڑا سامان ٹٹولتا پھر رہا تھا جب کچھ نہ ملا تو اس سے پوچھا۔

میں اپنا زیور تمھیں کیوں دوں گی؟ تم جوئے میں ہار جاؤ گے مگر مجھے اپنے کھانے پینے کے لیے پیسوں کی ضرورت رہتی ہے۔ وہ اسے سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی۔

میرا دماغ خراب مت کروا کے دو مجھے۔ اس نے الکحل کی خالی بوتل اٹھا کر شہرین کا نشانہ لگایا۔ وہ ایک دم سے پیچھے ہٹ کر خود کو بچا گئی۔

پاگل ہو گیا تم دفع ہو جاؤ یہاں سے۔ وہ اتنا کہہ کر اسے خوف سے دیکھنے لگی جو اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کے خطرناک تیور دیکھ کر شہرین اپنے کمرے کی طرف دوڑی۔ ہارون بھی پیچھے لپکا۔ وہ دروازے کو کنڈی لگا چکی تھی۔

دروازہ کھولو منحوس عورت مجھے سارا زیور لا کر دو۔ وہ دروازہ پیٹ رہا تھا جبکہ شہرین اندر گھبرائے بیٹھی تھی۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کیا کرے۔ اگر محلے کے لوگ آ گئے تو جو پہلے ہی انھیں گھر خالی کر کے کہیں اور جانے کا کہتے تھے اب کیا کریں گے

پھر ملک بھی یقیناً ہارون کو ڈھونڈ رہا تھا۔وہ مسلسل دروازہ پیٹ رہا تھا۔یہ شخص میرے لیے جان کا عذاب بن گیا ہے۔

میرے خدا! میری مدد کر۔وہ سچے دل سے خدا کو پکار بیٹھی تھی جو شاید پہلی بار پکار رہی تھی۔

اس کی آنکھوں سے آنسو نکل رہے تھے۔

رب تعالیٰ! میں گناہگار ہوں کیسے تجھے پکاروں شرم آتی ہے مجھے میری مدد فرما۔اسے عجیب سا سکون محسوس ہو رہا تھا۔وہ ہر طرف سے غافل ہو گئی تھی۔بس یاد کر رہی تھی تو خدا کی ذات کو۔ تبھی اسے احساس ہوا دروازے پر کوئی آہٹ نہیں نجانے کتنی دیر گزر گئی تھی اسے فرش پر بیٹھے بیٹھے اس کی آنکھیں بھی آنسو بہا بہا کر خشک ہو گئی تھیں

۔

وہ دروازے کی طرف بڑھی ہلکا سا کھول کے دیکھا تو دروازے کے سامنے وہ پڑا سو رہا تھا ۔شب کی تاریکی بڑھ رہی تھی۔یہی موقع تھا وہ یہاں سے بھاگ جائے۔ لمحوں میں اس نے فیصلہ کیا اور جلدی سے کچھ چیزیں سمیٹیں۔پھر گھر سے نکل گئی۔اسے نہیں معلوم تھا وہ کہاں جا رہی ہے؟

ثمن ثمن کہاں ہو تم جلدی کرو۔ وہ کمرے میں تیار ہو رہی تھی جب عدیل خوشی سے دوڑتے ہوئے آیا۔ وہ باہر کسی جاننے والے کو ملنے گیا تھا۔ ثمن نے اس کے تاثرات سے اندازہ لگایا شاید عادل کو ڈھونڈ چکا تھا۔

سب خیریت ہے نا۔ اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ پوچھا۔

عادل کا پتہ مل گیا ہے۔ اب ہمیں نکلنا چاہیے۔ اس کہ کر وہ بیڈ پر پڑا اپنا بلیک کوٹ پہننے لگا۔

ثمن کو اس کی تیزیوں کی سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ اکیلا بھی تو جا سکتا تھا پھر ثمن کو لے جانے کی ضد۔ وہ اس کے پیچھے چلتے ہوئے پارکنگ میں کھڑی گاڑی میں آ بیٹھی۔ گاڑی میں بیٹھتے ہی عادل کو فون کر کے اپنے آنے کی اطلاع دی۔ وہ لوگ ایک ریسٹورنٹ میں ملنے والے تھے۔

آخر عدیل کیوں مجھ سے ملنا چاہتا ہے اور اب تک وہ لوگ پہنچے کیوں نہیں؟ عادل

ریسٹورنٹ کے سامنے کھڑا ان کی راہ تک رہا تھا۔

اسے عدیل کی گاڑی دکھائی دے گئی تھی جو کچھ دیر بعد آکر اس کے قریب رکی ثمن کو اتارنے کے بعد وہ سڑک کے پار پارکنگ ایریا میں گاڑی پارک کرنے چلا گیا۔

ہیلو! ثمن کیسی ہو؟ وہ اس سے مخاطب ہوا مگر ثمن اسے نظر انداز کرتی اندر کی طرف بڑھی تھی۔ یہ سوچ کر دونوں ساتھ آجائیں گے۔ ابھی اس کا ہاتھ بیرونی دروازے پر ہی تھا کہ پیچھے سے عدیل کی پکار سنائی دی تھی :

ثمن۔ اس پکار پر وہ تیزی سے مڑی۔ سامنے کا منظر دیکھ کر اس کی پتلیاں ساکت ہوئی تھیں۔ عادل خون آلود کپڑوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ لمحوں کے اندر ایک بیرون ملک میں اس پر قیامت ٹوٹ گئی تھی۔ وہ اپنی جگہ سے ہل نہ سکی۔ کوئی اسے ہلا رہا تھا، کوئی اسے بلا رہا تھا مگر وہ جیسے پتھر کی ہو گئی تھی۔

عدیل خون میں لت پت سڑک پر پڑا تھا۔ ارد گرد کے لوگوں نے دائرہ بنا لیا تھا۔ ایک تیز رفتار بس اسے کچل کر جا چکی تھی۔ عادل اسے بانہوں میں اٹھا کر بھاگا مگر خدا کو کچھ

اور ہی منظور تھا۔عدیل کی سانسوں کی ڈوری کٹ چکی تھی۔عادل کی بے بس نگاہیں دور کھڑی ثمن پر ٹکی تھیں۔وہ کوئی حرکت نہیں کر رہی تھی اسے تو یقین کرنے میں ہی دشواری پیش آرہی تھی۔عادل نے جلد از جلد حسیب کو اطلاع دے کر آنے کا کہا اور پھر کانپتے ہاتھوں سے مسٹر سلیمان کا نمبر ملایا۔ڈیڈ باڈی پاکستان لے کر جانی تھی۔تمام انتظامات حسیب اور عادل دیکھ رہے تھے ثمن تو جیسے پتھر ہو گئی تھی۔خاموشی سے ایک ہی جگہ بیٹھی رہتی یا پھر وہ جو کہتے اس پر عمل کر دیتی۔اس دوران پولیس بھی اپنی کارروائی کر چکی تھی۔بس کی بریکیں خراب ہو چکی تھیں اور ڈرائیور بے قابو ہوتی بس سنبھال نہ پایا تھا۔

عدیل کی اچانک موت سب پر بجلی بن کر گری تھی۔مسٹر اور مسز سلیمان اپنی اکلوتی اور جوان اولاد کا غم برداشت نہیں کر پا رہے تھے۔تمام لوگ مسٹر سلیمان کے گھر میں جمع تھے جب ڈیڈ باڈی لائی گئی تھی۔سب نے اس دلہن کو دیکھا جو شادی کے ڈیڑھ ماہ بعد ہی بیوگی کی چادر اوڑھ چکی تھی۔ذوپاش اسے دیکھتے ہی دوڑ کر گئی اور گلے لگی۔وہ اپنی جوان بہن پر ہلکی سی خراش بھی برداشت نہ کر سکتی تھی مگر خدا نے یہ اس کو کیسے

امتحان میں ڈال دیا تھا۔پہلے عادل سے جدا کیا اور اب عدیل کی بیوہ بنا دیا نجانے قدرت کیوں بار بار اسی کو آزما رہی تھی۔سب نے ہی چاہا کہ شمن رو لے مگر اسے کہاں کسی بات کا ہوش تھا۔وہ یونہی گھٹنوں میں منہ دیے بیٹھی رہی تھی۔جنازہ لے جایا گیا،اس کے عدیل کو دفنا دیا گیا مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔مسز سلیمان، بانو بیگم، شیریں بیگم اور ذوپاش تمام لوگوں نے بہت کوشش کی کہ وہ حال میں آئے مگر اس نے تو جیسے قسم کھالی تھی نہ رونے کی۔

یہاں سے ریلوے اسٹیشن قریب تھا اور روز ریل گاڑی اس ٹائم ملتان جاتی تھی۔اسے ہارون سے دور جانا تھا اسے فوراً نکلنا تھا۔روڈ پر آئی تو رکشہ مل گیا۔ریلوے اسٹیشن کا کہہ کر اس میں بیٹھ گئی چہرہ چادر میں چھپائے ہوئے تھی بس ایک آنکھ دکھ رہی تھی۔ایک گٹھڑی میں کچھ چیزیں چھپائے اسے سینے سے لگائے سہمی نظروں سے پیچھے بھی دیکھ لیتی کہیں ہارون اس کا پیچھا نہ کر رہا ہو۔ریلوے اسٹیشن پر اتر کر رکشے والے کو پیسے پکڑا کر جلدی جلدی ٹکٹ گھر کی جانب آئی۔گاڑی بس چلنے کو بے تاب کھڑی تھی۔ٹکٹ خریدتے ہی اپنی نشست پر آبیٹھی۔اس قدر دھکم پیل میں اس کی گٹھڑی کہیں گر گئی

تھی۔اگر وہ گٹھڑی ڈھونڈتی رہتی تو گاڑی نکل جاتی۔وہ گاڑی کسی صورت نہیں چھوڑنا چاہتی تھی۔اس لیے خالی ہاتھ ریل گاڑی میں آ بیٹھی۔

شیریں بیگم یہ خدا نے اچھا نہیں کیا ہماری بیٹی کے ساتھ۔نجانے وہ کیوں میری بیٹی کو اتنا آزمارہا ہے وہ میری جان لیتا مگر میری بیٹی بیوہ تو نہ ہوتی۔شیریں بیگم کمرے میں آئیں تو داؤد لاشاری سر پکڑے بیٹھے تھے۔ان کا ضبط جواب دے گیا تو پھوٹ پھوٹ کر رو دیے۔

خدارا ایسا تو مت کہیں۔شیریں بیگم اپنے شوہر کو پہلی بار روتا دیکھ رہی تھیں ایسے تو وہ اپنے باپ،ماں اور بھائی کی موت پر بھی نہیں روئے تھے۔مگر بیٹی کے غم باپ کو رلا ہی دیتے ہیں۔وہ غم سہتے سہتے کمزور ہو گئے تھے۔مگر بیٹی کے غم نے ان سے ضبط بھی چھین لیا تھا۔

یہ خدا نے اچھا نہیں کیا۔وہ رونے کے دوران بولے۔

آپ مسٹر سلیمان اور مسز سلیمان کا بھی تو سوچیں نا خدا نے ان سے اکلوتی اولاد ہی چھین

لی، بڑھاپے کا سہارا واپس لے لیا۔ان پہ کیا بیت رہی ہو گی۔وہ ان کا کندھا سہلاتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

شیریں میری بیٹی کہاں ہے؟ مجھے اس کے پاس جانا ہے وہ شدید غم میں ہے۔وہ ثمن کا خیال کرتے ہی بیڈ سے اٹھے۔ان کا رخ ثمن کے کمرے کی طرف تھا مگر ثمن وہاں نہیں تھی۔ملازموں نے بتایا کہ اسے باہر جاتے دیکھا گیا ہے۔

وہ لوگ مسٹر اور مسز سلیمان کے گھر میں ہی تھے۔داؤد لا شاری اندرونی منزل سے باہر آئے تو ثمن انھیں وہاں بیٹھی دکھائی دی جہاں دن کو عدیل کا جنازہ رکھا تھا۔وہ اس جگہ پر ہاتھ پھیرتے کچھ کہہ رہی تھی۔داؤد صاحب آنکھوں میں نمکین پانی لیے قریب آئے

۔

میں سوچ رہی تھی آخر اس قدر تیزی میں کیوں ہیں آپ؟ مجھے آپ کی پھرتیاں سمجھ میں نہیں آ رہی تھیں۔میں الجھن میں تھی عادل کو وہاں دیکھنے کے بعد آپ کیوں ڈھونڈ رہے تھے؟ ارے میں سمجھ کیوں نہ سکی آپ تو اپنے جانے کا بندوبست کرتے پھر رہے تھے۔آپ بھی بے وفا نکلے مجھے تنہا چھوڑ کر چلے گئے۔آپ عادل کو قسمت کا لکھا

کیا سمجھاتے مجھے تو خود ابھی تک اپنی قسمت نہ سمجھ آئی۔ کاش! عادل نہ ملتا خدا کن کہنے میں دیر کر دیتا آپ میرے ساتھ تو ہوتے۔ وہ چہرے کو ہاتھوں میں چھپائے آنسوؤں کو بہنے کا راستہ دے گئی۔ داؤد لاشاری قریب آکر بیٹی کے قریب بیٹھ گئے۔

ثمن میری جان، میری بچی میں یہ نہیں کہتا تم نہ روؤ مگر میرے سینے سے لگ کر رو لو۔ وہ ان کی بات سنتے ہی سینے میں چھپ گئی اور جی بھر کر دونوں باپ بیٹی روئے تھے۔

وہ ریل گاڑی میں کھڑکی کے قریب والی نشست پر بیٹھی اپنے ہونے والے نقصان کے متعلق سوچ رہی تھی۔ مگر اسے اپنی زندگی کا ہر پہلو یاد آنے لگا۔ اس کی پوری زندگی تو خسارے کا شکار رہی تھی۔ سب سے بڑا نقصان اس نے خدا سے غافل ہو کر زندگی گزاری۔ وہ اپنے نفس کے پیچھے دوڑتی رہی، دوڑتی رہی حتیٰ کہ ہاتھ کچھ نہ آیا سوائے اس کمزوری کے جواب اس کی ذات کا حصہ بن گئی تھی۔ اس کا ضمیر کچو کے لگا رہا تھا۔

وہ اپنی کوکھ خود اجاڑنے پر ماتم کرتی یا غفلت بھری زندگی پر نوحہ کرتی۔ اسے قطعاً سمجھ نہ آئی۔ پچھتاوے کے ناگ اب اسے ڈس رہے تھے۔ وہ شرمندہ تھی، خدا کے سامنے جانے سے کترا رہی تھی۔ ریل گاڑی پٹڑی پر یوں دوڑ رہی تھی جیسے انسان کی زندگی

وقت کا پہیہ لگا کر دوڑی ہی چلی جاتی ہے احساس تو تب ہوتا ہے جب کسی شام پچھتاوے کے اسٹیشن پر ہم مسافر کی طرح بیٹھ کر بیتی زندگی کا تجزیہ کرتے ہیں۔لاہور سے ملتان ریل گاڑی کا سفر چار گھنٹوں پر مشتمل ہے اور ابھی تو صرف دو گھنٹے ہی بیتے تھے۔کس قدر مشکل ہوتا ہے نا اپنا احتساب کرنا۔اس نے اذیت سے آنکھیں موند کر سر نشست پی رکھتے ہوئے سوچا۔

ابھی تک جو نہیں دیکھے وہ منظر دیکھ لیتے ہیں

چلو آپس میں ہم ___ آنکھیں بدل کر دیکھ لیتے ہیں

کوئی بھی خواب ہو آنکھوں سے بچ کر رہ نہیں سکتا

جزیرے چُھپ بھی جائیں _____ سمندر دیکھ لیتے ہیں

چار ماہ اور دس دن کیسے بیت گئے معلوم ہی نہ ہوا تھا۔عادل عدیل کی آخری رسومات ادا کرتے ہی ملائیشیا چلا گیا تھا۔وہ دشمن کو تکلیف میں دیکھنے کا حوصلہ کہاں سے لاتا۔مگر اسے

اپنی زندگی میں آج بھی شامل کرنا چاہتا تھا۔ مگر ایک خوف تھا جو اسے اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے تھا:

کیا ثمن اس کی زندگی میں شامل ہونا پسند کرے گی؟

مگر اس بار وہ ہرگز ہمت نہیں ہارے گا اور ثمن کو ہر حالت میں اپنا کر ہی رہے گا۔ وہ دل میں تہیہ کرتے ہوئے آنکھیں موند گیا۔ اب راتوں کو وہ سونے لگا تھا۔ اس کی زندگی میں جمود اب ختم ہو چکا تھا شاید خوشیاں اس کے در کی طرف دستک دینے دوڑی چلی آ رہی تھیں۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ذوپاش دیکھو تم اچھی لڑکی ہو میں تمھیں کھو کر پچھتا رہا ہوں مگر یقین جانو اس میں میرا کوئی قصور نہیں تھا۔ تم نے ہی تو مجھے سمجھایا تھا نا کہ میں فارحہ کو اپنی زندگی میں شامل کر لوں خوشی سے، میں تمہاری بات نہیں ٹال سکتا صرف تمہاری خاطر اسے اپنانے پر تیار ہوں۔ وہ سرمد کے کہنے پر اس ریسٹورنٹ میں آئی تھی۔ دونوں ایک ٹیبل کے گرد بیٹھے بات کر رہے تھے۔ تبھی فارحہ اپنی دوستوں کے ساتھ آنکھوں پہ گلاسز چڑھائے اندر داخل ہوئی۔ ان دونوں کو ایک ساتھ دیکھ کر لمحہ بھر کو رکی اور پھر فون نکال کر

دونوں کی تصویر لی۔

کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟ وہ خوشی سے چہکی۔

ہاں بلکل میں مام سے بات کروں گا کہ وہ رخصتی کے لیے تاریخ لینے آئیں۔ مگر میں پتا لگانا چاہتا ہوں کہ اس دن اصل میں ہوا کیا تھا؟ سرمد آج بھی وہ معمہ حل نہ کر پایا تھا فارحہ اسے کچھ بتاتی ہی نہیں تھی

سرمد کچھ فیصلے اوپر والا کرتا ہے اور یہ معمہ بھی اس کے رازوں میں سے ایک راز ہے تم بھول نہیں سکتے۔ اب نئی زندگی کا آغاز خوشی سے کرو۔ مجھے چلنا چاہیے۔ وہ اسے کہتی کرسی سے اٹھی۔

میں ڈراپ کر دیتا ہوں تمھیں۔ سرمد نے اسے آفر کی۔

نہیں میرے ہزبنڈ کو اچھا نہیں لگے گا۔ وہ مسکراتے ہوئے اسے بائے کہ کر باہر نکلی۔

اس کے ایگزامز ہوتے ہی عالیان نے ضد کر کے اسے اپنے کمرے میں رخصت کروالیا تھا۔ حالانکہ سب نے کہا تھا کہ ثمن کی عدت ختم ہونے تک انتظار کر لے۔ مگر وہ ضد پر اڑا رہا تھا۔ اسے یاد کرتے ہی ذوپاش کے ہونٹوں پر مسکراہٹ رینگ گئی۔ فارحہ نے

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

دبے لفظوں میں رخصتی سے انکار کر دیا تھا مگر اب سرمد اپنی ماں کی ضرورت کے پیش نظر رخصتی چاہتا تھا۔ سرمد کی امی نے ہی ذوپاش کو اصرار کر کے سرمد کے پاس بھیجا تھا کہ وہ فارحہ کو اپنانے پر تیار ہو جائے۔

سرمد ذوپاش کی بات ٹال نہیں سکا تھا۔

داؤد بھائی بس اب میں مزید انتظار نہیں کر سکتی مجھے میری امانت دے دیں۔ سعدیہ بیگم اپنے بیٹے سرمد کے ساتھ فارحہ کی رخصتی کے لیے تاریخ مانگنے آئی تھیں۔ یمنہ بیگم وہ تمام معاملات فارحہ پر چھوڑ کر خاموش ہو گئیں۔ فارحہ ان سے کہہ چکی تھی ان کو اس کے معاملے میں بولنے کی قطعاً ضرورت نہیں کیونکہ ان کا قصور اتنا تھا وہ بیٹی کو نصیحت کر رہی تھیں کہ حالات کے مطابق سرمد کے ساتھ وفاداری نبھائے مگر جتناز ہر وہ بچپن سے اب تک اس کو دیتی آئی تھیں اب وہ اس پر اثر کر رہا تھا۔ اسے صرف عالیان اور ذوپاش کو برباد کرنا تھا۔

ارے سعدیہ بھابھی فارحہ آپ کی امانت ہے ہم تو صرف ثمن کی وجہ سے رکے ہوئے

تھے اب عدت ختم ہو گئی ہے اس کی جب دل چاہے فارحہ بیٹی کو لے جا سکتے ہیں۔ داؤد لاشاری نے مسکراتے ہوئے کہا۔

میرا خیال ہے اب جلد از جلد ہمیں رخصتی کی تاریخ طے کرنی چاہیے تاکہ ہمارا ماحول بھی تبدیل ہو اور ثمن کا ذہن بھی بٹ جائے گا۔ شیریں بیگم نے اپنے دل کی بات کہی۔

آپ لوگ فکر مت کریں صرف ڈیٹ فکس کیجیئے شادی کی تمام تیاریاں ہم لوگ کر لیں گے۔ ذوپاش مسکراتے ہوئے چائے اور دیگر لوازمات کی ٹرالی کھینچ کر آئی۔ مسکراتے ہوئے عالیان کو دیکھا جو ابھی ابھی آفس سے لوٹا تھا۔

ہاں جی بلکل میرے اور میری بیگم کے ہوتے ہوئے شادیوں کی تیاریوں سے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ وہ چلتے ہوئے اس کے قریب آیا اور کندھے پر ہاتھ رکھ کر ہلکا سا اپنے قریب کیا۔ صد شکر کے ملازمہ سب کو چائے سرو کر رہی تھی کسی کی نظروں میں آئے بغیر ذوپاش نے عالیان کو گھوری ڈالی اور سب کے وہاں ہونے کا احساس دلایا۔

اگر آپ دونوں کا یہی حال رہا تو میری شادی تو مجھے خطرے میں پڑتی دکھائی دے رہی ہے۔ دونوں نے چونک کر پیچھے دیکھا وہاں فارحہ آہستگی سے مسکراتے ہوئے انھیں دیکھ رہی تھی۔

آں۔۔ نہیں فارحہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔۔۔۔وہ اسے کوئی تاویل پیش کرتی فارحہ نظرانداز کرتے ہوئے عالیان کو دیکھنے لگی۔

عالیان مجھے تم سے کوئی بات کرنی ہے۔اس کا بازو پکڑتے ہی وہاں سے لے گئ ذوپاش کو تھوڑا عجیب محسوس ہوا تھا۔اسے عالیان نے ساتھ فارحہ کی بے باکیاں ذرا پسند نہیں تھیں۔تمام لوگ شادی کی تاریخ طے کر رہے تھے وہ بھی ان کی باتیں سننے لگی آخر کو بہو تھی اس گھر کی سو،لب کچلتے ہوئے کبھی باہر بھی دیکھ لیتی جہاں وہ دونوں گئے تھے۔ دو ہفتوں کے بعد شادی کا دن مقرر کیا گیا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

وہ اولیاء کی سرزمین پر کھڑی تھی۔اس نے ریل گاڑی سے اترتے ہی ادھر ادھر نظریں دوڑائیں فضا میں اپنے وجود کے ٹکڑے کی مہک محسوس کرنا چاہی مگر وہ آشنا ہی کہاں تھی اس کی مہک سے،اس کے نین نقوش سے۔پیدا ہوتے ہی اسے دھتکار کر چلی گئ تھی اور آج اسے تقدیر نجانے کیوں یہاں کھینچ لائی تھی۔اس کو جب جب چاند یاد آتی تب تب وہ شرمندگی کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبنے لگتی۔اسٹیشن سے آہستہ آہستہ رش چھٹنے لگا تھا وہ بھی ایک بینچ پر بیٹھ گئ اور چہرہ ایک چادر میں چھپائے اسٹیشن پر آتے جاتے

،خوش گپیاں کرتے قلیوں کو دیکھنے لگی۔اسے معلوم نہیں تھا کہاں جانا ہے؟اسے تو تقدیر یہاں کھینچ لائی تھی نجانے اس کی بیٹی یہاں تھی بھی یا نہیں۔شہرین ایک ٹھنڈی سانس لے کر رہ گئی۔

فارحہ آخر تم یہ شادی کیوں نہیں کرنا چاہ رہی ہو؟عالیان اور فارحہ ساتھ ساتھ لان میں واک کرتے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔

کیونکہ عالیان سرمد آج بھی ذوپاش کو پسند کرتا ہے مجھے نہیں،میں کیسے ایک شخص کی زندگی میں ان چاہے پارٹنر کی طرح شامل ہو سکتی ہوں۔وہ آنکھوں میں آنسو بھر لائی فوراً۔

تم اتنی بڑی بات کس بنیاد پر کہہ رہی ہو مت بھولو کہ ذوپاش میری بیوی ہے اور میں ایسی کوئی بھی بات ہرگز برداشت نہیں کر سکتا۔عالیان نے انگلی اٹھا کر اسے وارننگ دی۔

وہ ذوپاش کے معاملے میں ایسے ہی پوزیسو تھا۔

دیکھا تم بھی برداشت نہیں کر سکتے نا میں بھی ہرگز برداشت نہیں کر سکتی مگر میں

جھوٹ نہیں بول رہی میں نے کل بھی دونوں کو ایک ساتھ دیکھا تھا ریسٹورنٹ میں۔
اتنا کہ کر وہ اسے فون میں تصویر دکھانے لگی۔فارحہ نے عالیان کو غصے سے جاتا دیکھا اور مکاری سے مسکرا دی۔

ثمن آپی آپ تو ایک ہی کمرے میں محدود ہو کر رہ گئی ہیں اور یہ تو بہت ہی غلط بات ہے ۔وہ مسکراتے ہوئے اس کمرے میں آئی تھی۔ ثمن نے ہلکی سی مسکراہٹ ہونٹوں پہ سجا کر اس کو پاس بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

اب بس بہت ہو گیا، آپ اس کمرے سے باہر نکلیں فارحہ کی شادی کی تاریخ طے ہو چکی ہے اور میں نے سب بڑوں سے کہ دیا ہے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہم سب تیاریاں مکمل کر لیں گے، کیا کروں اس گھر کی فی الحال اکلوتی بہو ہوں اکیلے تو کچھ نہیں کر سکتی اب آپ کو میرا ساتھ دینا ہو گا ہر حال میں میری عزت کا سوال ہے۔ذو پاش نے آخر میں ایسی بے چارگی سے کہا کہ ثمن کی بے ساختہ ہنسی نکلی تھی۔

ہاہاہا۔وہ اتنا ہنسی تھی کہ آنکھوں سے پانی نکل آیا ذو پاش ابھی تک حیران تھی وہ اتنا کس بات پر ہنس رہی ہے۔

کیا دیکھ رہی ہو؟ وہ آنکھوں کے کونے صاف کرتے ہوئے پوچھنے لگی۔

ویسے آپ ہنسی کیوں؟ وہ ہمہ تن گوش ہوتے ہوئے بولی۔

اس گھر کی اکلوتی بہو کے بے بسی والے تاثرات دیکھ کر ہنسی آ گئی اور فکر کرنے کی ضرورت نہیں میں ہوں نا تمہارے ساتھ تمہاری اکلوتی نند۔ دونوں ساتھ ہنسی تھیں۔

شیریں بیگم کمرے کے باہر کھڑی دونوں کی ہنسی سن رہی تھیں۔ وہ تو اپنی بیٹی کو شادی کی اطلاع دینے آئی تھیں اور چاہتی بھی یہی تھیں کہ وہ اب خوشیوں کو اپنی زندگی میں آنے کا موقع دے مگر یہاں آ کر انھیں پتا چلا ان کی بہو کس قدر ہیرا ہے بھلا ذو پاش کے ہوتے ہوئے انھیں کسی بات کی فکر کرنے کی ضرورت تھی۔ وہ اپنے بچوں کی خوشیوں کے لیے دعائیں کرتیں لوٹ گئیں۔

رات کا آخری پہر تھا اور وہ اپنی بڑی سی چادر میں دبکی بینچ پر بیٹھی تھی۔ تمام قلی ادھر ادھر سو چکے تھے۔ اسے معلوم نہیں تھا کہاں جائے؟ تبھی اسے اپنے قریب کوئی آہٹ سنائی دی۔ شہرین نے چونک کر اپنے قریب کسی شخص کو بیٹھے دیکھا تو لمحہ کی تاخیر کیے

بغیر بینچ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔وہ جو ہوس کے پجاریوں کو اپنا آپ سجا کر پیش کیا کرتی تھی آج نشست ہی چھوڑ گئی۔

دیکھو مجھ سے خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔وہ اپنی سرخ آنکھیں اس پر جما کر بولا۔۔۔۔میں تو تمھیں کمپنی دینے آگیا۔۔ہاہاہاہاہا۔۔۔۔۔وہ کوئی نشئی تھا جو اسے اکیلا دیکھ کر اس طرف آن نکلا۔

خدایا! میں کہاں جاؤں؟؟اس نے تڑپ کر رب کو پکارا۔

آؤ میرے ساتھ۔۔۔تمہارا کوئی گھر نہیں ہے نا۔۔۔اب ہم ساتھ رہیں گے میرا بھی گھر نہیں ہے۔۔۔لل لیکن ہم کہاں رہیں گے؟وہ بینچ سے اٹھ کر شہرین کا ہاتھ پکڑنے کی نیت سے قدم اٹھانے لگا مگر نشے میں ہونے کے باعث ڈگمگایا۔شہرین چیخ مار کر وہاں سے دوڑی۔اسے نہیں معلوم تھا وہ کس سمت دوڑ رہی تھی۔کچھ دیر بعد اسٹیشن سے باہر نکل آئی اور سہمی نظروں سے ادھر ادھر دیکھنے کے بعد فٹ پاتھ پر چلنے لگی۔دنوں میں تیزی تھی۔

ذوپاش! وہ اسے پکارتے ہوئے کمرے میں آیا لہجے میں ذرا سی سختی تھی جسے ذوپاش نے نوٹ نہیں کیا تھا۔

عالی جاہ! وہ اسے دیکھتے ہی مسکرائی اور قریب آئی۔ عالیان اس کے تیور دیکھ کر ایک پل کو ٹھٹھکا۔ اس قدر محبت سے پکارنے کے بعد قاتلانہ مسکراہٹ لیے وہ اس کے گلے میں بانہیں ڈال چکی تھی۔

آج میں بہت خوش ہوں بہت زیادہ، کل میں ایک ریسٹورنٹ میں سرمد سے ملی تھی۔

عالیان غور سے سننے لگا کیونکہ وہ خود ہی اس ٹاپک پر بات کر رہی تھی۔

کیوں ملی؟ اس نے ناگواری چھپاتے ہوئے سوال پوچھا۔

سعدیہ آنٹی چاہتی تھیں کہ میں سرمد کی برین واشنگ کروں اسے سمجھاؤں کہ وہ فارحہ کو اپنا لے۔ انھیں لگ رہا تھا شاید میری وجہ سے سرمد اسے اپنانے سے گریز کر رہا ہے مگر کل کی ملاقات کا نتیجہ آپ نے دیکھ لیا مجھے نہیں تھا یقین کہ اتنی جلدی سرمد مان جائے گا۔ اس کے بعد ثمن سے ہونے والی بات بتائی تھی۔ عالیان کو شرمندگی نے آن گھیرا۔

وہ سب کے لیے کیا سے کیا کرتی رہتی تھی اپنی چھوٹی چھوٹی کامیابیوں پر خوش ہو رہی تھی جبکہ وہ سوچے سمجھے بغیر ہی اس پر شک کرنے والا تھا،اس پر غصہ کرتا۔اس نے اپنی ندامت چھپانے کی خاطر لب ذوپاش کی پیشانی پر رکھے۔جو اس کی خاموشی پر آنکھیں سکیڑے دیکھ رہی تھی۔دونوں ہی کچھ لمحے پہلے والی بدمزگیاں بھول گئے۔انھیں صرف یاد تھا تو اس وقت وہ ایک ساتھ تھے اور ایک دوسرے کے لیے کس قدر ضروری تھے۔

وہ چلتے چلتے تھک گئی تو اسے ایک مسجد نظر آئی۔وہ چلتی ہوئی اس مسجد کی سیڑھیوں کے قریب آئی اور پاؤں اٹھایا مگر رک گئی۔

وہ بھلا کہاں اس لائق تھی کہ خدا کے در پر بیٹھ سکے ؟یہی سوچ اپنے ساتھ ایک آنسو لے آئی۔اس نے دور آسمان پر ایک تارا ٹمٹماتا دیکھا اور جامع مسجد کے سامنے بنے گھر کی دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی جبکہ سر جھکا لیا۔

"کیا جو لوگ برائیاں کر رہے ہیں انھوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ ہمارے قابو سے باہر ہو جائیں گے،یہ لوگ کیسی بری تجویزیں کر رہے ہیں "

تہجد کا وقت تھا۔ مسجد کے کھلے دروازے سے کوئی بزرگ باہر نکلا، ہاتھ میں تسبیح تھامے کوئی ورد کر رہا تھا۔ سامنے دیوار کے ساتھ اس پہر بیٹھی عورت کو دیکھ کر ایک لمحے کو رکا۔

واہ واہ، میرا خدا تو بھی اپنے لوگوں کو کیسے کیسے آزماتا ہے؟ مسجد کے سامنے مہ خانے تو دیکھے تھے مگر مسجد کے سامنے شباب پہلی بار بیٹھا دیکھا ہے۔

بزرگ ایسے بڑبڑا رہا تھا جیسے خدا کے روبرو کھڑا شکایت کر رہا ہو۔ اپنی ہی بات پر دھیرے سے مسکرا کر سر اٹھایا اور اس سے مخاطب ہوا:

بیٹی یہاں بیٹھی کیا کر رہی ہو؟ اپنے گھر جاؤ نہیں تو کسی جاننے والے کے ہاں ہی چلی جاؤ مگر یہاں بیٹھ کر یوں آدم زاد کو کھلے عام نہ بہکاؤ آدم کا بیٹا ہمیشہ سے جلد باز رہا ہے بہک جاتا ہے۔

بزرگ کی بات سن کر وہ اپنے آپ میں سمٹ گئی اُسی آدم کے بیٹے سے تو بھاگ کر آئی تھی یہ سوچ کر کے کیا معلوم آدم کے خدا کے در پر آدم کے بیٹے حیا کر لیں۔

کہاں جا سکتی ہوں میں؟ اس نے آہستگی سے پوچھا۔

لگتا ہے کوئی ولی وارث نہیں ہے تمہارا؟ بزرگ نے شبہ ظاہر کیا۔

میرا وارث مر گیا ہے۔اسے آج ابراہیم لاشاری بہت یاد آیا تھا۔

بیٹی میں خود بھولا بھٹکا اس مسجد میں ملازم کی حیثیت سے رہ رہا ہوں میرا کوئی گھر ہوتا تو ساتھ لے جاتا ہاں فکر نہ کر وہ سب کا وارث ہے بس یہاں سے تھوڑا آگے جاؤ سڑک شروع ہوگی ایک رکشے والا کھڑا ہوگا اسے کہنا تمھیں یہاں سے سات کلومیٹر دور ایک جگہ اتار دے۔بس آج سے وہی تمہاری منزل ہے۔وہاں سے کہیں مت جانا۔وہ بے یقین نظروں سے مسجد کے دروازے میں کھڑے بزرگ کو دیکھنے لگی۔

ارے جا، دیر کیوں کرتی ہے پہلے بھی بہت دیر کر دی تو نے اپنی نادانی میں تیرے وارث کا حکم آیا ہے جا چلی جا۔اس بار بزرگ نے ذرا سختی سے کہا تھا۔وہ اپنے اندر ممانعت کی جرات نہیں رکھتی تھی۔اس لیے اٹھ گئی اور چلنے لگی مگر سوچ رہی تھی کہ کرایہ وہ کہاں سے ادا کرے گی۔

تجھے معاملات طے کرنے کی ضرورت نہیں کچھ لوگوں کے معاملات اس سے طے شدہ ہوتے ہیں۔اسے اپنے پیچھے بزرگ کی آواز سنائی دی۔وہ پیچھے مڑی تو اسے گلی میں کوئی نہ دکھائی دیا۔شہرین کے پورے جسم میں سنسنی سی دوڑ گئی۔وہ گلی کا باقی ماندہ فاصلہ دوڑ

کر ناپ گی ٴاور سڑک پر پہنچتے ہی اسے رکشہ کھڑا دکھائی دیا۔وہ جلد از جلد وہاں سے جانا چاہتی تھی۔کچھ ہی دیر میں وہ لوگ وہاں سے نکل گئے تھے۔شہرین سہمی سہمی مڑ کر پیچھے بھی دیکھ لیتی۔

وہ آفس سے واپس آکر ہاتھ لینے کے لیے واش روم میں گھس ہی رہا تھا کہ فون بج اٹھا۔ عادل کا دل چاہا نظرانداز کر کے واش روم میں گھس جائے مگر پھر مسلسل چنگھاڑتے فون نے اسے کال اٹھانے پر مجبور کر دیا۔وہ انہی قدموں پر لوٹا اور بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر پڑا فون اٹھایا۔اسکرین پر جگمگاتے نمبر کو دیکھ کر وہ ایک لمحہ کو ساکت ہوا۔

کیا پھر کوئی بری خبر اس کے لیے منتظر تھی؟

قریباً بیس منٹ کے بعد رکشہ رکا تھا۔شہرین نے رکشے کے اندر بیٹھے بیٹھے ہی باہر جھانکا ۔تب اسے رکشے والی کی آواز سنائی دی۔

بی بی اتر جایئے آپ کی منزل آ گئی ٴہے۔وہ سر ہلاتے ہوئے اترائی۔

بھائی صاحب یہ تو بتاتے جایئے جگہ کونسی ہے؟ وہ رکشے والا اس کے اترنے کے بعد جانے کے لیے رکشہ موڑ چکا تو شہرین نے فوراً سوال کیا۔

حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی کا دربار ہے۔ وہ جواب دے کر جا چکا تھا۔

فارحہ پہلے ہی کمرے سے نکل آئی تھی۔ اسے کل والے واقعے کے اثرات دونوں کے چہروں پر دیکھنے تھے مگر توقع کے برعکس دونوں ہنستے مسکراتے کمرے سے نکلے تھے۔ صرف اتنا ہی نہیں جب جب عالیان اسے دیکھتا ذوپاش کے چہرے پر حیا کے رنگ چھانے لگتے۔ دونوں طرف سے محبت بھری سرگوشیاں بھی ہو رہی تھیں۔ دونوں جب تک میز پر آ کر نہ بیٹھ گئے وہ انھیں غصے سے دیکھتی رہی تھی۔ ثمن بھی عدت ختم ہونے کے بعد ان کے ساتھ میز پر ناشتہ کرنے لگی تھی۔ عالیان کو ناشتے کے بعد آفس کے لیے رخصت کرنے کے بعد وہ اندر آئی تو ثمن پر نظر پڑی جو فارحہ کی شادی کے لیے جوش و خروش دکھانے کی کوشش کر رہی تھی۔ اسے دیکھتے ہوئے ذوپاش کے ذہن میں کوئی بات آئی جسے سوچتے ہوئے وہ مسکرا دی۔

اب وقت آگیا ہے ثمن آپی اور عادل بھائی دونوں کو خوشیوں کی طرف لوٹنا چاہیے وہ بھی ایک ساتھ مگر کیسے؟ عادل بھائی تو آج بھی انتظار میں ہیں بس ثمن آپی مسئلہ کریں گی مگر پہلے مجھے بھائی سے بات کر لینی چاہیے۔ وہ یہی سوچ کر ہی مسکراتے آگے بڑھی مگر ثمن کے قریب پہنچ کر اسے احساس ہوا کہ وہ عادل بھائی سے بات کیسے کرے گی:

ان کا نمبر تو ہے نہیں میرے پاس۔ شاید ڈیڈ کی ڈائری سے مل جائے یا فون سے۔ وہ بڑبڑائی۔

ذوپاش کیا بڑبڑا رہی ہو؟ ثمن نے اپنے نزدیک کھڑی ذوپاش سے چونک کر سوال کیا۔

کک۔۔ کچھ بھی نہیں میں بس یہ کہ رہی تھی ہمیں دیر نہیں کرنی چاہیے وقت کم ہے شادی میں صرف دو ہفتے ہی تو ہیں۔ ذوپاش نے اسے مطمئن کرنے کی کوشش کی۔

اس کا مطلب ہے میں پھر سے ناکام ہو گئی ہوں اپنے پلان میں۔ فارحہ اپنے کمرے میں ٹہل رہی تھی۔ یمنہ بیگم پلنگ پر بیٹھی اسے دیکھ رہی تھیں۔

فارحہ یہاں آؤ میرے پاس بیٹھو۔ ماں کی نرم آواز نے اسے قریب بیٹھنے پر مجبور کر دیا۔

یس مام۔لہجے میں اکتاہٹ یمنہ بیگم نے صاف محسوس کی تھی۔

میں چاہتی ہوں تم عالی اور چاند کی راہ میں مت آؤ،عادل کو تو میں خود سے دور کر چکی ہوں مگر اب تمھیں میں ایسی کوئی حرکت کرنے کی اجازت نہیں دوں گی۔تم سرمد سے شادی کر کے چلی جاؤ وہاں بھی عیش کرے گی میری بیٹی۔آخر میں اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

ایک منٹ مام آپ اچانک کیسے بدل گئی ہیں؟ارے آپ نے ہی تو میرے رگ و پے میں چاند سے نفرت بھری ہے۔آپ اس گھر پر حکمرانی کے خواب سجائے بیٹھی تھیں اور تو اور آپ نے بچپن سے ہی مجھے یہ تاثر دیا یہی سمجھایا کہ عالیان ہر صرف میرا حق ہے اور کوئی لڑکی اس کی زندگی میں آنے کی اہل نہیں پھر آج جب وہ زہر،وہ نفرت میرے وجود میں رچ بس گئی ہے اور میں اپنے مقاصد حاصل کرنا چاہ رہی ہوں تو کیوں روک رہی ہیں۔یہ اچھائی کے ہاٹ پڑھانا بند کیجیئے۔۔۔۔۔۔فار گاڈ سیک۔۔۔۔۔وہ طیش میں بیڈ سے اٹھی اور ان کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑ دیے۔

مجھے معاف کردو فارحہ میں جانتی ہوں میرا ہی گناہ ہے مگر اب تمھیں منع کر رہی ہوں نا تو باز آجاؤ۔وہ روتے ہوئے بولیں۔

مام جانتی ہوں میں آپ کی عمر کا تقاضا ہے کہ اب بھلائی کی طرف لوٹ آئیں مگر مما میری ایسی کوئی مجبوری نہیں ہے آپ کی ڈھلتی عمر آپ کو ڈرا رہی ہے موت کا خوف آپ کو گھیر رہا ہے مگر میرے ساتھ ایسا کوئی سین نہیں ہے اس لیے میں عالیان اور فارحہ کو برباد کر کے چھوڑوں گی عالیان نے مجھے ریجیکٹ کیا اور ذوپاش نے پھر سے وہی کیا جو اس کی ماں شہرین نے کیا تھا مگر وہ بھول گئی اُس کے مقابلے پر یمنہ لاشاری نہیں فارحہ لاشاری ہے۔یمنہ بیگم اسے دیکھ رہی تھیں جو بدلے کی آگ میں اس قدر آگے پہنچ چکی تھی کہ اب ان کی بھی نہیں سن رہی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

\-

حضرت بہاؤالدین زکریاملتانی کا دربار ہے یہ۔وہ رکشے والا کب سے جاچکا تھا مگر شہرین زیرلب ایک ہی جملہ دہراتی اس دربار کو دیکھ رہی تھی۔اس کا پورا وجود سن ہو گیا تھا۔ آخر کیوں نہ ہوتا وہ شیخ الاولیا کی درگاہ پر کھڑی تھی۔اس کے ارد گرد جیسے آندھیاں چل رہی تھیں۔اسے صرف اتنا یاد تھا کہ اس کے وارث نے یہاں مدعو کیا ہے۔وہ یہاں خود نہیں آئی بلکہ بلائی گئی تھی۔یہی احساس ہوتے ہی وہ کانپنے لگی اور گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ گئی اور منہ دونوں ہاتھوں میں چھپانے کے بعد تڑپ تڑپ کر روئی تھی۔

کیا پھر کوئی بری خبر اس کے لیے منتظر تھی؟اسکرین پر ان نان نمبر مسلسل چمکتا بجھتا دکھائی دے رہا تھا۔عدل نے کال اٹینڈ کرتے ہی فون کان سے لگایا۔

اسلام علیکم! عادل بھائی پلیز فون مت کاٹیے گا مجھے بہت ضروری بات کرنی ہے۔

ذوپاش کا خیال تھا کہ وہ اس کی آواز سنتے ہی کہیں فون کاٹ نہ دے۔

وعلیکم السلام! نہیں کاٹتا کہو سب خیریت ہے ناں۔وہ ہمہ تن گوش ہوئے سننے لگا کہ شاید وہ ثمن کا ذکر بھی کر دے۔

جی سب خیریت ہے میں نے کسی خاص مقصد کے لیے فون کیا ہے فارحہ کی شادی کی ڈیٹ دو ہفتے بعد رکھ دی گئی ہے۔وہ چپ ہوئی تو عادل بولا۔

بس یہی بتانے کے لیے فون کیا ہے۔اس کی سگی بہن کی شادی تھی اور اطلاع سوتیلی دے رہی تھی مام نے بھی بتانا ضروری نہیں سمجھا مان لیا کہ میرا نمبر صرف ڈیڈ کے پاس ہے مگر وہ کھوج لگاتیں تو مل جاتا آخر ذوپاش نے بھی تو کہیں سے کھوج پالی ناں۔وہ گلے میں ٹاول ڈالے یوں ہی بیڈ پر بیٹھ گیا ذوپاش کی آواز اسے سوچوں سے باہر لائی۔

بھائی! ایسا بھائی تو کبھی فارحہ نے بھی نہیں کہا تھا عادل کا دل چاہا وہ اسے بھائی پکارتی ہی رہے۔

جی بھائی کی جان۔۔۔اس کا بے ساختہ دل چاہا مگر ہمت نہ کر سکا کہنے کی۔۔۔جی جی بولیں۔

ثمن آپی کی عدت ختم ہو گئی ہے۔وہ اپنے ناخن کھرچتے ہوئے آہستہ آواز میں بولی۔

جانتا ہوں شہزادی۔اس نے ٹھنڈی سانس لی۔

پھر آپ کوشش نہیں کریں گے۔وہ صاف الفاظ میں کہہ نہ سکی۔

کوشش۔۔۔وہ اک دم چونکا ہوا۔

جی بھائی میں آپ کے ساتھ ہوں اس بار آپ کو ڈٹ کر آنا ہو گا بس تھوڑی سی ثابت قدمی اور حوصلہ لائیے گا ساتھ میں ثمن آپی آسانی سے نہیں مانیں گی۔عادل کا دل چاہا ذوپاش سامنے ہوتی اور وہ پیشانی چوم لیتا۔

تم فکر مت کرو اب کی بار میں خالی نہیں لوٹوں گا بس کہہ دیا۔اچھا سنو میری آمد کا کسی کو مت بتانا۔دونوں بے انتہا خوش تھے۔

ٹھیک ہے بھائی خدا حافظ۔کال بند ہوتے ہی عادل خوشی سے جھومتا ہوا باتھ روم میں گھسا۔

ذوپاش چل بھی پڑو یار۔ ثمن لاؤنج میں کھڑی اسے آوازیں دے رہی تھی ان کا شاپنگ کا پروگرام تھا۔

آرہی ہوں میں نے کہا بھی تھا مجھے ساتھ مت لے جائیں دو دنوں سے طبیعت خراب لگ رہی ہے اپنی۔وہ آہستگی سے سیڑھیاں اترتے ہوئے بولی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

سب خیریت تو ہے ناں بیٹا ڈاکٹر سے ہو آتی۔شیریں بیگم لاؤنج میں ایک صوفے پر براجمان تھیں اس کی بات سنتے ہی پریشان ہوئیں۔

آخر اکلوتی بہو ہیں اب تھوڑی سی ذمہ داری کندھوں پر آن پڑی ہے نبھانی تو پڑے گی۔

فارحہ چیونگم کا غبارہ بناتے ہوئے اس کے نزدیک آکر رکی اور پھر بات کرکے مسکرانے لگی۔

ہاں بلکل اور پھر اکلوتی بہن ہو میری سگی نہ سہی سوتیلی ہی مگر بہن تو اکلوتی ہو اور پھر

ایسی زمین داریاں تو بہنوں کو ہی نبھانی پڑتی ہیں۔اس سے پہلے ذوپاش کچھ کہتی فارحہ نے اسے بہن ہونے کا احساس دلایا۔ سوتیلی بہن کہنے پر ذوپاش کا رنگ فق ہوا تھا۔ ثمن نے محسوس کرتے ہی انھیں چلنے کا کہا۔

سگا سوتیلا ہی سہی مگر میرے ساتھ تو دونوں ناانصافی کر رہی ہو مت بھولو کہ ہم تین بہنیں ہیں اور اب چلو میڈم۔ ثمن چاند کا ہاتھ تھامتے ہی باہر نکل گئی ڈرائیور گاڑی اسٹارٹ کر چکا تھا۔ بانو بیگم طبیعت خرابی کے سبب سرگرمیوں میں کم حصہ لیتی تھیں سو ساتھ یمنہ بیگم جا رہی تھیں۔ شیریں بیگم نے جیولر کو گھر پر بلوا لیا تھا۔فارحہ بس ادھر ادھر گھومتی پھر رہی تھی اسے اپنی شادی کی تیاریوں سے کوئی لگاؤ نہیں تھا۔

وہ چار گھنٹے مسلسل شاپنگ کے بعد گھبراہٹ سی محسوس کر رہی تھی۔ابھی بھی ثمن کچھ آگے نکل گئی جبکہ وہ یمنہ بیگم کے ساتھ چلتے ہوئے اپنا سر پکڑ کر رک گئی۔یمنہ بیگم کو کیسے احساس دلائے کہ اسے چکر آرہے ہیں بہت۔کیونکہ وہ اس سے دور ہی رہتی تھیں اور سرد مزاج نے کبھی اسے قریب بھٹکنے بھی نہ دیا تھا۔

کیا ہوا تمھیں اتنے پسینے کیوں آرہے ہیں؟یمنہ بیگم نے اسے سر پکڑتے دیکھ کر پوچھا۔

پچھلے دو دنوں سے متلی اور الٹیاں کر رہی ہوں اب کمزوری ہو گئی ہے شاید۔اس کی پیلی پڑتی رنگت دیکھ کر یمنہ بیگم نے ہاتھ سے سہارا دیا اور بڑبڑاتے ہوئے ثمن کو آواز دی۔

تو شاپنگ پر آئی ہی کیوں تھیں جب اتنی نرم و نازک ہو۔ان کی بڑبڑاہٹ وہ صاف سن چکی تھی اور مسکرا بھی دی۔

چلو ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں۔ ثمن نے دیکھتے ہی کہا۔

نہیں آپ لوگ شاپنگ کریں شادی میں کم وقت ہے اور شاپنگ رہتی ہے میں ڈرائیور کے ساتھ ڈاکٹر کے پاس چلی جاتی ہوں۔وہ اسے گاڑی تک چھوڑنے چلی آئی تھی۔

گاڑی جونہی نظروں سے اوجھل ہوئی ثمن نے مسکراتے ہوئے عالیان کو فون کیا تاکہ وہ ہاسپٹل پہنچ جائے۔

ہاسپٹل سے چیک اپ کروانے کے بعد عالیان اور ذوپاش اکٹھے لاشاری پیلس آئے تھے ۔ثمن نے جب ذوپاش کی طبیعت خرابی کے باعث ہاسپٹل جانے کی اطلاع دی تو وہ پریشان ہوئیں مگر ڈاکٹر کے بتانے کے بعد عالیان نے انھیں خوشخبری سنانے میں دیر

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

نہیں کی تھی۔وہ دونوں جب پیلس آئے تو شیریں بیگم ، بانو بیگم برآمدے میں ہی استقبال کو کھڑی تھیں۔دونوں کی پیشانی چوم کر دعاؤں سے نوازا، ملازموں کو صدقے کے پیسے دیے اور ساتھ ہی اندر لے آئیں۔عالیان اس کے ساتھ وقت گزارنا چاہ رہا تھا مگر ذوپاش ان سب کو اکیلا چھوڑ کر نہیں اٹھنا چاہتی تھی بشرطیکہ ،ان میں سے کوئی آرام کا کہتا۔جبکہ عالیان کئی بار اشارے کر چکا تھا اٹھنے کے۔ابھی بھی وہ خفگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اٹھ گیا۔

بس ذوپاش اب تم ریسٹ کرو گی شادی کے ہنگوں میں مت پڑنا ہم سب سنبھال لیں گے۔ثمن بہت خوش دکھائی دے رہی تھی آخر کو پھپھو بننے والی تھی۔

مجھے تمہارے بے بی سے چڑ محسوس ہو رہی ہے۔فارحہ نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا وہاں بیٹھے تمام لوگ ایک لمحے کو ششدر ہوئے۔

فارحہ ایسا کیوں کہ رہی ہو؟ یمنہ بیگم نے لب ہلائے جو کافی دیر سے خاموش بیٹھی تھیں

۔

ہاں تو اور کیا ایک ہی بہن تھی اب وہ بھی میری شادی میں کام نہیں کرے گی، حصہ نہیں لے گی تو میں چڑوں گی ناں۔وہ سب مسکرا دیں۔

اوکے مام میں ریسٹ کروں اپنے کمرے میں جا کر۔ذو پاش کو عالیان کا خفا ہونا یاد آیا تو اٹھنے کے لیے پر تو لنے لگی۔

ہاں ہاں جاؤ اور اب نیچے شفٹ ہو جانا حمل کے دوران کہاں سیڑھیاں چڑھتی پھرو گی۔ وہ ان کی بات پر سر ہلاتی صوفے سے اٹھی اور کمرے میں جانے کے لیے سیڑھیوں تک پہنچی ہی تھی کہ عالیان اسے تیزی سے سیڑھیاں اترتا دکھائی دیا۔اس نے رک کر ذو پاش کو بھی نہیں دیکھا۔اس قدر خفا تھا۔اس سے پہلے کہ وہ پکارتی عالیان جا چکا تھا۔وہ لب کچلتے ہوئے اپنے بیڈ روم میں آ گئی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

\-

وہ دربار کے احاطے میں منہ چھپائے ایک درخت کے نیچے بیٹھی تھی۔اس وقت سخت بھوک محسوس ہوئی مگر اس کے پاس پیسے نہیں تھے۔وہ کھانے کا بندوبست کہاں سے کرتی۔اس کی نظریں درگاہ کے احاطے میں بھٹک رہی تھیں۔مگر نگاہیں ایک طرف کبوتروں والے حصے میں جا کر رک رک جاتی تھیں۔

کیا میں یہاں ایسے ہی بھوکی پیاسی بیٹھی رہوں گی؟ہاں میں کیوں نہیں بیٹھ سکتی آخر یہ کبوتر بھی تو یہیں رہتے ہیں حالانکہ دانہ چگنے کے لیے کہیں بھی اڑ کر جا سکتے ہیں مگر ان کا

انتظام "وارث" نے یہیں پر کر دیا ہے تو مجھے بھی یہاں وارث لے آیا ہے وہ کیسے مجھے

بھوکا پیاسا رہنے دے گا؟؟؟

ہر انسان کی ذات میں اچھائی اور برائی کے پہلو موجود ہوتے ہیں جو پہلو غالب آتا ہے

انسان اسی کے زیر اثر ہر عمل کرتا ہے۔ شہرین نے بھی نفسانی خواہشات اور برائی کے

زہر اثر زندگی گزاری تھی اب اس کے اندر کی اچھائی غالب آتی جا رہی تھی۔ وہ

کبوتروں کو آسمان کی طرف پھڑ پھڑانے دیکھ رہی تھی مگر ذہن مختلف سوچوں کی

آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ تبھی کوئی اس کی گود میں شاپر ڈال کر آگے بڑھا۔ شہرین کے نتھنوں

سے چاولوں کی خوشبو ٹکرائی۔ اس نے دیکھا کوئی خاتون وہاں بیٹھے تمام لوگوں کو لنگر

بانٹتے ہوئے آگے بڑھ گئی تھی۔

ثمن ناشتے کے لیے اپنے کمرے سے تیزی میں نکلی۔ پہلے ہی دیر سے آنکھ کھلنے کے

باعث وہ ناشتے کے لیے لیٹ تھی۔ دو بار ملازمہ بلا کر جا چکی تھی۔ تمام لوگ ناشتے کی

میز پر انتظار کر رہے تھے۔ وہ جونہی ڈائننگ ٹیبل پر پہنچی تو سامنے عادل کو پا کر ٹھٹھکی۔

ثمن کے علاوہ تمام لوگ نارمل انداز میں ناشتہ کر رہے تھے۔ اس کا مطلب صرف وہی

بے خبر تھی اس کی آمد سے۔ مگر وہ یہاں آیا ہی کیوں؟ عادل نے نظروں کے ارتکاز کو محسوس کرتے ہوئے اپنی نگاہوں کا زاویہ بدلا تو ثمن غصے سے مٹھیاں بھینچے اسے ہی تک رہی تھی۔

ثمن آپی! بیٹھ جائیں ناشتہ کریں۔ ذوپاش نے نظریں اٹھائیں تو اسے غصے میں تلملاتے دیکھ کر کہا۔

ہمم، بیٹھتی ہوں۔ وہ عادل کو نظرانداز کرتی بیٹھ گئی اور ناشتہ کرنے لگی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

عادل بیٹا یہ پراٹھا کھاؤ کمزور ہو گئے ہو۔ یمنہ بیگم تو بیٹے پر صدقے واری ہو رہی تھیں ثمن کو حیرانگی ہوئی دونوں کی ناراضگی کب ختم ہوئی مگر وہ بے خبر تھی کہ عادل نے یمنہ بیگم کے سامنے شرط رکھی تھی اگر وہ اس بار اس کی شادی میں رکاوٹ نہ ڈالیں تو وہ لوٹ کر آئے گا۔

اچھا کیا تم نے آ گئے ہو واپس۔ داؤد لاشاری ناشتہ کر کے اٹھے تو اس کا کندھا تھپکتے ہوئے بولے۔

سب ہی اس کی آمد پر خوش تھے سوائے ثمن کے جو اپنے ارد گرد کے ماحول سے لاتعلق نظر آ رہی تھی۔عادل نے اک مسکراتی ہوئی نظر سب پر ڈالی۔پھر اٹھ گیا کیونکہ اب اسے آرام کرنا تھا اور سفر کے باعث سونے کا وقت بھی نصیب ہوا تھا۔

مام آپ کو کیا لگتا ہے عادل بھائی کیوں آئے ہیں پاکستان؟ وہ صرف ثمن آپی کے لیے لوٹے ہیں۔ذوپاش اس وقت شیریں بیگم اور لاشاری صاحب کے سامنے بیٹھی بھائی کا مقدمہ لڑ رہی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

چاندبیٹا ہم بھی چاہتے ہیں کہ ثمن راضی ہو جائے عادل کے لیے مگر وہ تو اب اسے دیکھ کر بھی راضی نہیں، کیا تم نے دیکھا نہیں جب بھی وہ سامنے آتا ہے ثمن کھا جانے والی نظروں سے دیکھتی ہے۔شیریں بیگم نے کہا۔

ڈیڈ آپ کیا سوچ رہے ہیں؟ ذوپاش نے داؤد لاشاری کو دیکھا جو خاموش بیٹھے تھے۔

سچ کہوں تو میں اس بار کوئی زبردستی نہیں کروں گا جو چاہے گی وہ کرے گی ثمن تم لوگ اسے موقع دو کچھ وقت دو نرم دل ہے مان جائے گی آخر عادل اس کی بچپن کی

چاہت ہے۔داؤد لاشاری کہہ کر کمرے سے نکل گئے اپنے مطابق وہ بات مکمل کر چکے تھے۔

ذوپاش بھی خاموشی سے اٹھی اور کمرے سے نکلی۔عادل چاہ رہا تھا فارحہ کے ساتھ ساتھ وہ بھی شادی کر لے مگر اب ثمن کو منانا باقی تھا۔اسے منائے گا کون؟؟ ظاہر ہے عادل ابراہیم۔

وہ کمرے میں آئی تو عالیان پڑا سو رہا تھا وہ کل سے خفا ہو کر گھر سے نکلا تھا اور اب لوٹا تو بیڈ پر گرتے ہی سو گیا۔رات کسی کام کے باعث گھر نہیں لوٹ سکا تھا اور ناراضگی کا دورانیہ بھی بڑھ گیا۔حالانکہ ذوپاش کی کوئی غلطی نہیں تھی پھر بھی وہ ناراض ہو گیا تھا ۔ذوپاش بیڈ پر اس کے قریب ہی بیٹھ گئی اور چہرہ تکنے لگی۔

دیکھو تو بابا ابھی سے ماما سے ناراض ہونے لگے ہیں۔اس نے اپنے اندر پلتی نئی زندگی کو مخاطب کرتے ہوئے سوچا۔

ثمن آپی مان جائیں گی یا نہیں؟ وہ یہی سوچتے ہوئے سر عالیان کے قریب تکیے پر رکھتے

ہوئے سوچنے لگی مگر نیند حاوی ہونے لگی تو آنکھیں موند لیں۔

تمھیں خوشی نہیں ہوئی میرے آنے کی۔وہ لان میں چہل قدمی کر رہی تھی تب عادل اس کے قریب آیا۔

مجھے کیوں ہونے لگی؟ ثمن نے جل کر جواب دیا عادل پھر سے مسکرادیا۔ ثمن کو اس کی مسکراہٹ زہر لگتی تھی وہ جب سے آیا تھا مسکراتا ہی رہتا تھا۔

تمھیں فرق نہیں پڑتا۔عادل نے دھیمے سے پوچھا۔

بلکل نہیں۔وہ جواب دے کر آگے بڑھی ہی تھی کہ عادل نے اس کی کلائی کھینچی وہ ٹوٹی شاخ کی مانند اس کے سینے سے آلگی۔اس سے پہلے کہ عادل کی قربت میں وہ پگھلنے لگتی فوراً اس سے دور ہوئی۔

میرے سامنے مت آیا کرو تم سمجھے۔اسے انگلی سے وارننگ دیتے ہوئے وہ جانے لگی مگر عادل کے کیوں نے اسے وجہ بتانے پر مجبور کر دیا۔

کیوں؟عادل کے سوال پر وہ مڑی اور چلتے ہوئے اس نے قریب آئی۔

کیونکہ مجھے میرا شوہر یاد آجاتا ہے جو تم سے ملنے کے بہانے اپنی موت کو ملنے آیا تھا۔ تم، تم مرد کتنے بے وفا ہوتے ہوارے جب نبھا ہی نہیں سکتے تو اپنانے کے بعد یوں بیچ راہ میں چھوڑ کر کیوں چلے جاتے ہو؟؟ وہ اسے عجیب نظروں سے دیکھتی اندر کو دوڑ گئی۔ جبکہ عادل وہیں کھڑا اس کی باتیں سوچ رہا تھا۔

عالیان نے اپنے چہرے پر ذوپاش کی نرم و گرم سانسوں کی تپش محسوس کرتے ہوئے آنکھیں کھولیں۔ وہ اس کے بازو پر سر رکھے مزے سے سو رہی تھی جو شاید وہ پھیلا کر سویا تھا۔ اس کو دیکھتے ہی عالیان کو گزرا دن بڑی شدومد کے ساتھ یاد آیا۔ وہ اس کے بچے کی ماں بننے والی تھی۔ باپ بننے کا احساس اس کے اندر جاگا۔ وہ عجیب سی خوشی محسوس کرنے لگا۔

جاگ گئے آپ؟ ذوپاش نے مندی مندی آنکھیں کھولتے اس سے سوال کیا۔

جی ہاں محترمہ۔ اس نے چھت کو گھورتے ہوئے دوسرا بازو سر پر رکھا۔

عالی! اس کے پہلو میں لیٹی وہ اسے ہی تک رہی تھی۔

جی عالی کی جان ! وہ اسے دیکھنے لگا، دونوں کی آنکھیں چار ہوئیں۔

ابھی تک خفا ہیں مجھ سے۔اس کے چہرے پر دنیا جہاں کی معصومیت چھائی ہوئی دکھائی دی۔

نہیں خفا تھا مگر دیکھو کیسی سزا ملی مجھے ؟عالیان نے اس کا ہاتھ تھام کر سینے پر رکھا۔

سزا؟عالی کیا ہوا ہے آپ کو؟ وہ اک جھٹکے میں اٹھ بیٹھی۔

ذوپاش ! گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے ادھر لیٹو بتاتا ہوں۔عالیان نے مسکراتے ہوئے اپنے بازو کی طرف اشارہ کیا کے وہ یہاں لیٹ جائے۔

بتائیں ناں۔وہ اس کے کہنے پر پہلے کی طرح لیٹ گئی مگر وہ بڑے مزے سے اسے تک رہا تھا تب ذوپاش نے خائف کو کر کہا۔

میں تم سے ناراض ہو کر گھر سے نکلا تھا مجھے کیا پتا کہ سزا کے طور پر کوئی کام نکل آئے گا اور رات بھر مجھے باہر رہنا پڑے گا۔مجھے جتنی جلدی تھی تم سے ملنے کی اتنی دیر سے قدرت نے ملوایا ہے۔اب ہوئی ناں یہ سزا میرے لیے۔وہ مصنوعی دکھ کی لپیٹ میں بولا۔

اچھا ہوا آپ کے ساتھ بھی۔ عالیان نے آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھا ابھی سزا کے نام پر وہ کیسے تڑپ کر اٹھ بیٹھی تھی اور اب اچانک کایا ہی پلٹ گئی۔

مگر آپ نے مجھے ڈرا دیا۔ وہ اس کے گھورنے پر ہاتھ تھام کر دل کی بات کہ گئی۔

پریشان نہ ہوا کرو میری جان۔ وہ اس کی پیشانی پر جھک گیا۔ پھر دونوں نے ہی خدا کا شکر ادا کیا جو انھیں اتنے بڑے عہدے پر فائز کرنے والا تھا۔ دونوں کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔

رات کے کھانے کے بعد عالیان فارحہ، ثمن اور یمنہ بیگم کو لے کر شاپنگ مال کے لیے نکل گیا تو ذوپاش چلتے ہوئے باہر آئی۔ ایک کونے میں قدرے اندھیری جگہ پر عادل سر جھکائے کسی سوچ میں محود کھائی دیا۔ وہ چلتی ہوئی اس کے پاس آ بیٹھی۔

کیا ہوا بھائی؟ عادل کو اس پر پیار آتا تھا جب وہ اسے بھائی کہتی۔

ثمن کی باتیں سوچ رہا ہوں تمھیں پتا ہے وہ کیا کہتی ہے؟ اس کے سوال پر ذوپاش نے نفی میں سر ہلایا۔

وہ کہتی ہے :

"تم مرد کتنے بے وفا ہوتے ہو ارے جب نبھا ہی

نہیں سکتے تو اپنانے کے بعد یوں بیچ راہ میں

چھوڑ کر کیوں چلے جاتے ہو؟؟"

وہ اس کے منہ سے ثمن کا کہا گیا جملہ سن کر ایک لمحے کو چپ ہی رہ گئی اور عادل کو تکنے لگی۔

وہ مجھ پر اعتبار نہیں کر رہی ہماری محبت دوسری بار بھی رد کر دی جائے گی، میں ایک بار پھر ٹوٹنے کی سکت نہیں رکھتا۔ ذوپاش کو اس پر ترس آیا وہ سر جھکائے ہارے ہوئے جواری کی طرح دکھائی دے رہا تھا۔

نہیں بھائی وہ اعتبار کرنے سے ڈر رہی ہیں پہلے آپ دونوں کی قسمت میں ملن نہیں ہوا اور آپ بنا کچھ کہے چلے گئے۔۔۔۔۔۔اپنے چلے جانے پر وہ پھر سے نادم ہوا۔۔۔ پھر عدیل بھائی کی صورت میں انھیں اس قدر محبت کرنے والا ساتھی ملا تو وہ بھی بچھڑ گیا ایسے میں بے اعتباری تو بنتی ہے۔ وہ اپنے دو تجربوں سے ڈر گئی ہیں۔ ذوپاش اسے

حوصلہ دیتے ہوئے سمجھا رہی تھی۔

ہاں تم ٹھیک کہہ رہی ہو مجھے ہمت نہیں ہارنی چاہیے۔وہ مسکرا کر بہن کو دیکھ رہا تھا جو سوتیلی تھی مگر بہن تو بہن ہوتی ہے۔اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا :

طبیعت کیسی ہے؟بھانجے نے آئسکریم تو نہیں کھانی ماموں آفر کر رہے ہیں۔

اس کی بات سن کر ذوپاش جھینپ گئی۔وہ سب سے چھوٹی تھی اور سب سے پہلے سیٹل ہو گئی تھی۔قسمت بھی کیا کیا کھیل کھیلتی ہے.....

دونوں کافی دیر وہیں بیٹھے باتیں کرتے رہے اور پھر شیریں بیگم کے بلاوے پر وہ اندر گئے تھے۔

"یقیناً،خدائے برتر پر زمین و آسمان کی کوئی

چیز پوشیدہ نہیں"

انسان غافل رہ کر مستی میں زندگی گزار دیتا ہے ایک کے پیچھے ایک خواہش پوری کرنے کے لیے بھاگتا ہی رہتا ہے اچھے اور برے کی تمیز کیے بغیر جیسے میں بھاگتی رہی دولت کی

چکا چوند کے پیچھے، اپنا حسن جو خدا نے مجھے امانت کے طور پر دیا اسے سرعام نمائش کے لیے پیش کرتی رہی کبھی خدائے برتر کو یاد نہ کیا مگر شہرین یہاں بھی تم نے خود غرضی سے ہی کام لیا جب خدا کی محتاج ہوئی تو یاد کیا ورنہ جانتی بھی نہ تھی کہ خدا بھی ہے۔ ہم انسان خدائے برتر سے غافل رہ سکتے ہیں مگر وہ اپنے بندوں کے ہر عمل ہر نظر رکھے ہوئے ہوتا ہے، پہلے تو ڈھیل دیتا ہے رسی کو کہاں تک جائے گا میرا بندہ اور پھر اس کی رسی کو کھینچیتا ہے بھلا کیوں؟؟

ارے، اپنے پیارے بندوں کو احساس دلانا ہوتا ہے اس نے کہ بس کرو اب توبہ کر لو، بس اتنا ظرف ہے تمہارا کہیں توبہ کے وقت اس شرمندگی کی لپیٹ میں نہ آ جاؤ کہ خدایا! تیرا سامنا کس منہ سے کریں اب تو ہمیں توبہ کرتے بھی شرم آتی ہے۔

وہ اپنے ارد گرد سے بے نیاز درگاہ کے احاطے میں چادر سے منہ چھپائے بیٹھی سوچوں میں محو تھی۔ اب صرف اپنا احتساب کر کے شرمندہ ہوتی رہتی تھی۔ بس اسے یہاں اپنی بیٹی سے ملنا تھا نجانے کیوں اک آس سی لگی تھی کہ "وارث" نے اسے یہاں بیٹی سے ملنے کے لیے بلایا ہو۔ اخر ماں تھی وہ اور ماں بھی کوئی بد قسمت۔

یہ لو مائی کھا لو۔ آواز پر اس نے سر اٹھایا تو سامنے کوئی پیاری سی بچی اخبار میں لپٹی روٹی

اور شاپر میں سالن لیے کھڑی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

شہرین نے اسے دیکھتے ہی ہاتھ آگے بڑھا کر لنگر کا کھانا وصول کیا پہلے آسمان کی جانب نظریں اٹھائیں خدا کا شکر ادا کیا پھر بچی کو دیکھتے ہوئے سوچنے لگی:

میری بیٹی بھی اتنی ہی خوب صورت ہو گی۔

ساتھ ساتھ کھانا بھی کھا رہی تھی۔روٹی ختم ہوتے ہی اس نے اخبار کا ٹکڑا ایک جانب پھینک دیا مگر فوراً اٹھی اور پھینکی ہوئی اخبار کا ٹکڑا لپک کر اٹھایا۔اس پر کوئی خبر چھپی تھی ۔جسے پڑھ کر اس کے دونوں ہاتھ کانپ گئے اور پورے جسم میں کیسے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔بے ساختہ منہ سے نکلا :

نہیں یہ نہیں ہو سکتا۔

شہرین کے ہاتھ میں اخبار کا ٹکڑا تھا جس پر ہارون کی تصویر سمیت مرنے کی خبر چھپی تھی۔اس کا بہت برا ایکسیڈنٹ ہوا تھا اور وہ تاب نہ لاتے ہوئے مر گیا۔شہرین کی آنکھوں سے دو موتی خاموشی سے رخساروں تک چلے آئے۔وہ کس قدر خوش قسمت

تھی خدا نے اسے توبہ کا موقع دیا مگر ہارون تو نشے میں ہی موت کے منہ میں چلا گیا اسے توبہ کا موقع بھی نہ مل سکا تھا۔اس کا دل چاہا ایسے شخص کی مغفرت کے لیے ہی سہی دعا کر دے۔پھر اس نے ہاتھ بلند کیے اور آسمان کی طرف نظریں اٹھائیں۔وہ رحیم یقیناً رحم کرنے والا ہے۔

\-

فارحہ کی شادی میں صرف دو دن رہ گئے تھے ذوپاش ثمن کو ہر صورت عادل بھائی سے شادی کے لیے منانا چاہتی تھی مگر وہ شادی کی تیاریوں میں اس قدر الجھی ہوئی تھی کہ ذوپاش کو بات کرنے کا موقع نہ مل سکا۔رات کے کھانے کے بعد وہ ثمن کے کمرے میں آئی۔

ثمن آپی ! ایک بات پوچھوں؟ وہ بیڈ پر آکر مزے سے لیٹ گئی اور سر کے نیچے بازوؤں کا تکیہ بنا کر نظریں ثمن پر مرکوز کیں۔

ہاں پوچھو۔ثمن کو توقع نہیں تھی ذوپاش کس ٹاپک کر بات کرنے والی ہے۔

کیا محبت کرنا گناہ ہے؟ اس کے سوال پر ثمن الجھی پھر نفی میں سر ہلایا۔

تو پھر محبت کرنے والے کو سزا کیوں بھگتنی پڑتی ہے محبوب کی جدائی کی صورت۔ ثمن اس کی باتوں کے مفہوم اچھی طرح سمجھ رہی تھی۔

تم آخر صاف صاف بات کیوں نہیں کرتی؟ ذوپاش اس کا سخت لہجہ محسوس کرتے ہوئے اٹھ بیٹھی۔

آپ میری صاف صاف بات سننے کا حوصلہ رکھتی ہیں؟؟ تو سنیں عادل بھائی بہت محبت کرتے ہیں آپ سے اب جب قسمت موقع دے رہی ہے ملنے کا تو آپ کو چاہیے کہ شادی کر لیں بھائی سے۔ وہ اپنی بات ختم کر کے اس کا ری ایکشن دیکھنا چاہ رہی تھی۔

بس ہو گئی بات ختم اب جاؤ اپنے کمرے میں جب بھائی سے کچھ نہ ہو سکا تو بہن آگئی وکیل بن کر۔ اسے باہر کا راستہ دکھانے کے بعد ثمن بیڈ پر آکر لیٹ گئی۔

کیا ہوا ذوپاش؟ کیا کہتی ہے وہ؟ عادل باہر ہی ٹہل رہا تھا اسے کمرے سے باہر نکلتے دیکھ کر لپک کر آیا۔

مجھے بھگا دیا یہ کہ کر جب بھائی سے کچھ نہیں ہو سکا تو بہن آگئی وکیل بن کر۔ اتنا کہ کر وہ

اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔

عادل کے فون پر حسیب کی کال آنے لگی۔وہ دونوں ایک ساتھ آئے تھے عادل شادی کرنے اور حسیب یار کی شادی پہ ناچنے مگر ثمن مان کے ہی نہیں دے رہی تھی۔

حسیب اس وقت شاپنگ مال میں موجود تھا۔جب اسے ثمن ایک شاپ سے نکلتی نظر آئی۔اس کے ہاتھ میں کچھ بیگز تھے ساتھ اس کے کوئی نہیں تھا۔حسیب نے اندازہ لگانا چاہا وہ ڈرائیور کے ساتھ آئی تھی۔

ہیلو ثمن! وہ اپنا نام پکارے جانے پر مڑی سامنے حسیب کھڑا دکھائی دیا۔

ہائے! حسیب تم ہو رائٹ۔وہ اسے پہچاننے کے بعد تائید چاہ رہی تھی۔

ہاں بلکل کیسی ہو تم؟ حسیب نے تائید کرتے ہی احوال جاننا چاہا۔

میں ٹھیک ہوں۔وہ دونوں ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔

اگر مائنڈ نہ کرو تو کہیں بیٹھ کر بات کریں۔ثمن نے شیور کہا تو دونوں فوڈ شاپ میں ایک خالی میز پر جا بیٹھے۔

میری پلاننگ کس قدر ناکام جا رہی ہے؟؟ فارحہ اپنے کمرے میں بیٹھی تلملا رہی تھی۔

اب تو آنے والے بچے نے ان دونوں کی بانڈنگ اسٹرانگ کر دی ہے۔اگر سر مداب ذوپاش سے ملے بھی تو عالیان مجھ پر یقین نہیں کرے گا وہ اسے نارمل سمجھے گا شادی کی تیاریوں میں ملنا، ملانا اور انتظام کرنے کے لیے وہ ایک دوسرے سے نارملی مل سکتے ہیں تو میری پلاننگ فیل جائے گی۔حالات کا تقاضا ہے مجھے چپ چاپ شادی کر لینی چاہیے ۔آج رات اس کی مہندی تھی اور وہ یہی سب سوچ رہی تھی۔

مگر مجھے کمزور نہ سمجھا جائے میں گھات لگائے بیٹھی رہوں گی اور موقع پاتے ہی ان کی خوشیاں شکار کر لوں گی۔وہ اپنی سوچ سے مطمئن ہو گئی۔

آج تو مہندی کا فنکشن ہے تمھیں گھر پر ہونا چاہیے تھا۔حسیب نے تمہید باندھی۔وہ دراصل ثمن سے عادل کی بات کرنا چاہتا تھا۔اس سلسلے میں اس نے ثمن سے ملنے کا سوچ بھی لیا تھا گزشتہ رات اور دن چڑھتے ہی قدرت نے موقع فراہم کر دیا۔عادل

کل فون پر مایوس دکھائی دے رہا تھا۔اسی بے چینی میں حسیب نے رات گزاری اور اب وہ بے چینی دور کیے بغیر ٹلنے والا نہیں تھا۔

ہاں بس میری کچھ میچنگ کی چیزیں رہ گئی تھیں۔تم کب آئے ملائیشیا سے؟؟ ویٹر مینیو کارڈ لایا دونوں نے جوس منگوائے۔

میں اور عادل ساتھ آئے ہیں ابھی کچھ دنوں پہلے اور کس لیے آئے ہیں یہ تم بھی جانتی ہو۔وہ تم سے بہت محبت کرتا ہے۔۔۔۔وہ درمیان میں بولنا چاہتی تھی مگر حسیب نے ہاتھ اٹھا دیا اور خاموش رہنے کا کہا۔

تم جانتی ہو وہ لڑتا رہا یہاں تمہاری خاطر مگر کسی نے نامانی تو ملائیشیا چلا آیا۔وہاں اسے لگا کہ نہیں آنا چاہیے تھا وہ رہ نہیں پائے گا تمہارے بغیر تو مہندی والے دن وہ اپنا پاسپورٹ اور دیگر چیزیں بیگ میں رکھ کر سیٹ ریزرو کروا کے گھر سے دوڑا کیونکہ اسے جلد از جلد پہنچنا تھا تاکہ شادی روک سکے۔اس کے پاس آخری موقع تھا مگر قسمت کو منظور نہیں تھا۔وہ جلدی جلدی کے چکر میں بھیانک ایکسیڈنٹ کروا بیٹھا۔ابھی بھی اس کی پیشانی پر زخم کا نشان ہے۔مہینہ تو وہ آرام کرتا رہا مگر کتنا تڑپا ہو گا وہ تمھیں اندازہ ہے نہیں؟ مگر میں اس کی تیمارداری کرتا رہا ہوں میں نے دیکھا ہے جسمانی تکالیف تو ہو

گئیں ٹھیک مگر دل اس کا وہ توزخمی تھا۔ خیر، مجھے تمھیں نہیں بتانا چاہیے بس اتنا کہونگا کہ وہ موت کے منہ سے واپس آیا ہے اب دوبارہ اسے موت کے منہ میں جانے سے تم بچاسکتی ہو۔ وہ دودن بعد چلا جائے گا مگر دوبارہ واپس نہیں آئے گا اور اس بار وہ اپنے کسی آشنا کے پاس نہیں جائے گا۔ میرے دوست کو بھیک میں ہی سہی مگر اپنی محبت دے دو۔ حسیب خاموشی سے اٹھا اور تیز قدموں سے نکل گیا۔ پیچھے وہ کتنی ہی دیر بیٹھی رہی۔ ڈرائیور اسے ڈھونڈھتا ہوا آیا تو احساس ہوا وہ ایک گھنٹہ وہیں بیٹھی رہی تھی۔

فنکشن کے لیے لان کو سجایا گیا تھا۔ فارحہ دلہن بنی اسٹیج پر بیٹھی لان میں بازو میں بازو ڈالے عالیان اور چاند کو دیکھ دیکھ کر جل رہی تھی۔ ثمن تیار ہو کر لہنگا سنبھالتی لان میں آئی مگر اس کی آنکھیں کسی کو تلاش کر رہی تھیں۔

ثمن آپی! کسی کو ڈھونڈ رہی ہیں آپ؟؟ عالیان کو شیریں بیگم نے بلایا تو ذوپاش ثمن کی طرف متوجہ ہوئی۔

عادل کہاں ہے؟ وہ کڑے تیور لیے پوچھ رہی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels | Afsana | Articles | Books | Poetry | Interviews

شاید اپنے روم میں تیار ہونے گئے ہیں۔اس کی بات سنتے ہی وہ تیز قدموں سے اندرونی دروازے کی طرف مڑ گئی۔

آپی اتنی جلدی میں کیوں ہیں؟قریب آتے عالی جاہ نے پوچھا۔

شامت جلدی میں ہی آتی ہے۔اس نے کندھے اچکائے اور دونوں آپس میں خوش گپیاں کرنے لگے۔اسٹیج ہر رسمیں ہو رہی تھیں۔

عادل کھڑا اپنے کمرے میں تیاری کو آخری ٹچ دے رہا تھا۔اتنے میں دھڑام سے دروازہ کھلا اور عادل نے حیرت سے اندر آتی ہستی کو دیکھا۔ ثمن غصیلے تاثرات لیے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔عادل نے محسوس کیا ثمن کی نظریں اس کی پیشانی پر کچھ ڈھونڈ رہی ہیں۔وہ قریب آئی اور دیکھتے ہی دیکھتے ثمن نے عادل کے رخسار پر تھپڑ جڑ دیا۔وہ ہکا بکا اپنے رخسار پر ہاتھ رکھے ثمن کو دیکھنے لگا۔وہ پف جو ماتھے پر پڑا رہتا تھا بال ہٹنے پر زخم کا نشان نظر آنے لگا۔

اگر اتنی ہی محبت تھی مجھ سے،اذیت میں مبتلا رہے تو گئے ہی کیوں تھے مجھے چھوڑ کے۔

وہ اب روتے ہوئے اس کا گریبان پکڑے جھنجھوڑ رہی تھی۔جبکہ عادل نا سمجھی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

اور تم نے کیا آنا جانا لگا رکھا ہے جب تمہاری بات کوئی نہیں مانے گا تو تم کہیں بھی بن بتائے چلے جاؤ گے۔شرم نہیں آتی تمھیں ؟؟اس کے پوچھنے پر عادل نے بے ساختہ نفی میں سر ہلایا ثمن کے گھورنے پر اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا تو اوپر نیچے سر ہلانے لگا

۔

شرم آتی ہے مجھے۔اس کے بوکھلانے پر ثمن مسکرا دی۔

جانتے ہو تم عدیل تمہارے متعلق جانتے تھے پھر بھی مجھے اپنایا اور کبھی احساس نہیں ہونے دیا کہ میں کسی اور سے محبت کرتی ہوں حالانکہ کوئی بھی مرد یہ چیز پسند نہیں کرتا تو کیا تم فرخندہ پیشانی سے عدیل کی طرح پیش آؤ گے ؟ وہ چلتے ہوئے اس کے قریب آیا اور اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں لے کر مثبت انداز میں سر ہلانے لگا۔

دونوں کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔باہر مہندی کا فنکشن ختم ہو چکا سب مہمان تقریباً جا چکے تھے۔وہ اس کا ہاتھ تھام کر داؤد لاشاری کے سامنے آئی جو سب کے ساتھ لیونگ روم میں تھے۔

ڈیڈ ہم دونوں کل نکاح کے لیے تیار ہیں اور پرسوں نکاح ہوتے ہی یہاں سے چلے جائیں گے۔ ثمن کی بات پر کچھ لوگ حیران ہوئے تو کچھ بہت خوش۔ یمنہ بیگم تو صوفے سے اٹھ کر اس کے قریب آئیں اور گلے لگا کر معافی طلب کی :

مجھے معاف کر دو میں تم لوگوں کی خوشیوں کی دشمن بن گئی بیٹوں کی مائیں یوں ہی ڈر جاتی ہیں اور چاہتی ہیں اپنی مرضی سے بہولائیں۔ مائیں ڈر جاتی ہیں ناکہ بیٹے کی پسند کی بہولے آئیں تو کہیں بیٹے ماؤں کو بھول کر بیوی کے ہو کرناں رہ جائیں۔

میرے دل میں آپ کے خلاف کچھ نہیں ہے۔ ثمن نے کہا۔

ارے واہ، اب تو ہم بھی ولیمہ کریں گے۔ عالیان نے کہا۔

ٹھیک ہے بھئی کل فارحہ کی رخصتی، ثمن کا نکاح اور پرسوں تم تینوں کا ولیمہ ہو گا۔ سب کے چہروں پر خوشیاں دکھائی دے رہی تھیں۔

میں اپنی اکلوتی سہیلی کو ضرور بلاؤں گی۔ علینہ کو انوائیٹ کرنے کے خیال سے وہ اپنے بیڈروم میں آگئی۔

\-------------------

پچھلے دو دن ان کے لیے بہت سی خوشیاں لائے تھے۔فارحہ رخصت ہو کر سرمد کے سنگ جا چکی تھی۔عادل اور ثمن ایک ہو گئے تھے جبکہ عالیان اور ذوپاش بھی اپنا ولیمہ ہو جانے پر خوش تھے۔آج شام عادل اور ثمن ملائیشیا کے لیے نکل گئے تھے، سرمد بھی فارحہ کو لے کر ٹور پر جانا چاہتا تھا مگر فارحہ کینسل کرنے کے اسباب پیدا کر رہی تھی۔

جبکہ عالیان کھڑا پوچھ رہا تھا :

محترمہ ہم کب ٹور پر جائیں گے ؟

بچے پیدا کرنے کے بعد۔شیریں بیگم نے چھیڑتے ہوئے کہا۔

مجھے بھی یہی لگتا ہے۔ذوپاش جھینپ کر بولی۔

وہاں سب کا قہقہہ بلند ہوا تھا۔

تین سال بعد::

وقت بھی عجیب ہے کبھی ایسے لگتا ہے جیسے ہمارے سروں پر نا گزرنے کا عزم کیے ٹھہر سا گیا ہے ایک جگہ اور کبھی ایسے گزرتا ہے جیسے مٹھی سے ریت پھسل جاتی ہے۔

لاشاری پیلس میں بھی ان تین سالوں میں بڑی تبدیلیاں آئیں، عالیان اور ذوپاش کے ہاں خوب صورت سی بچی نے جنم لیا جو اب تین سال کی ہو چکی تھی۔ داؤد لاشاری نے پوتی کا نام حور رکھا تھا۔ عادل اور ثمن ملائیشیا سے نہیں لوٹے تھے۔ فارحہ کی ساس شادی کے چند ماہ بعد ہی وفات پا گئی تھیں وہ یمنہ بیگم کو اپنے گھر لے گئی خطرہ تھا کہ وہ اس کی سازشوں کو عالیان اور ذوپاش کے سامنے بے نقاب کر دیں گی۔ داؤد لاشاری اور شیریں بیگم پوتی کے ساتھ ہی کھیلتے پائے جاتے یوں ذوپاش حور کی طرف سے آزاد ہو گئی تھی۔ البتہ، سرمد ان تین سالوں میں کئی بار فارحہ کی شکایتیں ذوپاش سے کرنے آتا رہا تھا۔ کیونکہ اس کے کہنے پر ہی سرمد نے رخصتی کے لیے ہاں کی تھی۔ فارحہ یہی تو چاہتی تھی کہ سرمد اور ذوپاش کسی نہ کسی بہانے ایک دوسرے کے ساتھ وقت گزاریں اور وہ اسی بات کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس سے جھگڑتی تاکہ سرمد شکایتی ملاقات کرے ذوپاش کے ساتھ اور دونوں عالیان کی نظروں میں آئیں۔ مگر شومئی قسمت عالیان کی نظروں میں نہیں آ سکے تھے۔ بانو بیگم بھی اپنی بھانجی کے پاس کسی چک میں چلی گئی تھیں۔ ذوپاش نے ان کی مجبوری سمجھتے ہوئے ایک شرط پر جانے دیا کہ وہ اس سے غافل نہیں ہوں گی اور ملنے آتی رہیں گی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

مگر فارحہ کو اپنے شوہر سے چھٹکارا چاہیے تھا ہر حال میں۔اس کے پاس ترپ کا آخری پتا تھا چال چلنے کے لیے اگر آج رات وہ کامیاب ہو جاتی ہے تو عالیان اور ذوپاش کی بربادی یقینی تھی۔اسی وجہ سے وہ اب سرمد سے طلاق کا مطالبہ کرتی رہتی تھی۔اب بھی سرمد کمرے میں آیا تو وہ اسے دیکھتے ہی اٹھی:

آخر کب تم مجھے طلاق دو گے ؟نہیں رہنا مجھے تمہارے ساتھ۔

کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے آئے روز، تمھیں طلاق چاہیے ہوتی ہے۔ تمھیں گھر بسانا ہے یا نہیں۔ سرمد کو بھی اس کے روز روز کے مطالبے سے تپ چڑھ گئی۔وہ اس معاملے کو سلجھانا چاہتا تھا۔

ہاں میرا دماغ اسی دن ہی خراب ہو گیا تھا جس دن تم سے نکاح ہوا۔نہ تم عالیان کے کمرے میں ہوتے نہ ہی میرا نکاح تم سے ہوتا۔اس نے اپنی تیز چلتی زبان دانتوں تلے داب لی۔

کیا کہا؟ہاں ہاں بولو اس دن کا معمہ آج حل کر ہی دو کیونکہ مجھے لگتا ہے میں تمہاری وجہ سے پھنس گیا میری شادی ذوپاش کے ساتھ ہونے والی تھی۔بتاؤ تم نے جلاپے میں آ کر وہ کھیل کھیلا ناں میرے ساتھ۔سرمد اس کا بازو دبوچے قریب آ کر غرایا۔

آہ! چھوڑو میرا بازو درد ہو رہا ہے مجھے اور ہاں سنو اگر مجھے طلاق نہ دی تو میں خلع لوں گی پھر چاہے تمھیں جتنا ذلیل کرنا پڑے۔ فارحہ نے سرمد کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا۔

اس سے پہلے کہ تم میری عزت کی دھجیاں اڑاؤ میں طلاق کے کاغذات تمہارے منہ پر ماروں گا۔ اب دفع ہو جاؤ میرے گھر سے تم سمجھی۔ سرمد اسے بازو سے پکڑ کر باہر لایا۔

بیٹا! میری بات سنو، ایسا مت کرو دونوں گھر برباد کر دو گے اپنا۔ یمنہ بیگم ان کی اونچی آوازیں سن کر دوڑی دوڑی آئیں۔ مگر وہ اپنے کمرے میں بند ہو چکا تھا۔

دور رہیں آپ میرے معاملات سے اور جا رہی ہوں میں آپ بھی گھر پہنچیں۔ انھیں کہتے ہی وہ اپنا فون اٹھاتے باہر نکل گئی۔ تیار تو وہ پہلے ہو چکی تھی اب اسے حور کی برتھڈے پر جانا تھا۔

وہ عالیان کے کہنے پر ریڈ ساڑھی زیب تن کر چکی تھی۔ خود کو آئینے میں دیکھنے کے لیے نظریں اٹھائیں تو عالیان کا چہرہ نظر آیا جو اسے دیکھ کر دم بخود کھڑا تھا۔ وہ عالیان کی طرف مڑی اور مسکراتے ہوئے اس کی آنکھوں میں اپنا عکس دیکھنے لگی اب اسے آئینے

میں خود کو دیکھنے کی ضرورت نہیں رہی تھی۔

بہت خوب صورت لگ رہی ہو۔اس کے قریب آکر سرگوشی میں کہا گیا جملہ، پھر عالیان کی آنکھوں میں بھڑکتے جذبات بہت کچھ کرنے پر مجبور کرتے وہ کمرے سے باہر نکل آئی جبکہ عالیان ساڑھی کا پلو ہی پکڑتا رہ گیا۔وہ لان میں آکر سجاوٹ دیکھنے لگی کہیں کوئی کمی بیشی نہ رہ گئی ہو۔ تقریباً، تمام مہمان آچکے تھے۔داؤد لاشاری اور شیریں بیگم انھیں ویلکم کر رہے تھے۔اسی دوران ذوپاش کے ہاتھ میں فون وائبریٹ ہوا۔

بیٹا! دروازہ کھولو۔یمنہ بیگم دروازے پر لگاتار دستک دے رہی تھیں۔ مگر اندر والے پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔وہ منہ کان لپیٹے سگریٹ پر سگریٹ پھونک رہا تھا۔جب سے فارحہ بیاہ کر آئی تھی اس نے سگریٹ نوشی شروع کی اور اتنی دیر میں کتنے ہی سگریٹ وہ پی چکا تھا۔اس کی انا پر وہ کاری وار کرتی رہی اور وہ صرف ذوپاش کے کہنے پر برداشت کرتا آیا۔بند کمرے میں سگریٹوں کے دھوئیں سے اس کا دم گھٹنے لگا تو کھانستا ہوا کمرے سے باہر نکلا۔اس کی حالت دیکھ کر یمنہ بیگم شرم سے نظریں جھکا گئیں۔یہ سب کیا دھرا ان کی بیٹی کا ہی تھا۔

بیٹا! تم پہلے ذوپاش سے بات کر لو۔اس کے بعد کوئی قدم اٹھانا شاید وہ فارحہ کو سمجھا سکے۔یمنہ بیگم اس کے قریب صوفے پر بیٹھ گئیں۔وہ سر جھکائے خاموش بیٹھا تھا۔

وہ الزام لگاتی ہے کہ ہم دونوں کے بیچ کچھ چل رہا ہے اگر ایسا کچھ چلانا ہی ہوتا تو اسے بیاہ کر کیوں لاتا؟اب میں آپ کی بیٹی کا شوق پورا کروں گا میں نے تین سال نباہنے کی کوشش کی مگر وہ گھر بسانا نہیں چاہتی۔اتنا کہ کر وہ صوفے سے اٹھا اور ایک نمبر ملایا۔ اس کی گفتگو سے یمنہ بیگم نے اندازہ لگایا وہ وکیل کو طلاق کے کاغذات تیار کرنے کا کہ رہا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اب میں ذوپاش کو اطلاع نہیں دوں گا آپ چاہیں تو دے دیں مگر مجھے باز کوئی نہیں رکھ سکتا طلاق دینے سے۔وہ گھر سے نکل گیا تو یمنہ بیگم نے تیزی سے ذوپاش کا نمبر ڈائل کیا۔وہ بیٹی کو ہر ممکن طریقے سے روکنے کی کوشش کرنا چاہتی تھیں۔

یمنہ مام کا لنگ دیکھ کر اسے اچھنبا ہوا۔وہ تو اس سے دور دور ہی رہتی تھیں اور آج تک ان کی سرد مہری کو وہ سمجھ نہ سکی تھی۔یقیناً، وہی بات ہو گی جو امی بیگم نے کہی تھی۔ اسے آج بھی یاد تھا امی بیگم نے بتایا تھا تمہاری ماں تمہاری پیدائش کے وقت ہی چل

بسی تو داؤد لاشاری نے اسے میری گود میں ڈال دیا تھا۔ سوتن کی بیٹی سے یمنہ بیگم خائف رہتی تھیں۔ وہ تمام سوچوں کو جھٹک کر کال اٹینڈ کر چکی تھی۔

ذوپاش بیٹا ! سب کچھ چھوڑ کر تم سرمد سے ملو ورنہ آج بہت کچھ غلط ہو جائے گا۔ وہ ان کی بات سمجھ نہیں سکی۔ مہمان آرہے تھے اور اسے فارحہ بھی آتی دکھائی دی۔ وہ کسی کو بھی ویلکم نہیں کہہ سکی اور فون کان سے لگائے سائیڈ پر چلی آئی۔

مجھے سمجھ نہیں آئی صاف صاف بولیں۔ اس کا دل کسی انہونی کا پتہ دے رہا تھا۔

سرمد فارحہ کو طلاق دے رہا ہے تم دونوں کو سمجھاؤ بیٹا۔ اتنا کہہ کر وہ فون رکھ چکی تھیں ۔ذوپاش نے حیرت سے فارحہ کو دیکھا جو کافی نارمل لگ رہی تھی۔

اگر وہ طلاق دے رہا ہے تو فارحہ اتنی نارمل کیوں ہے؟ ذوپاش کو کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی۔

فارحہ کیسی ہو تم؟ ذوپاش کچھ سوچ کر اس کے قریب آئی اور گلے ملتے ہوئے بولی۔

ٹھیک ہوں میں۔ اس نے مسکرا کر جواب دیا۔

سرمد نہیں آیا خیریت؟ وہ اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ سے اندازہ لگانے کی کوشش

کر رہی تھی۔

وہ مجھے طلاق دے رہا ہے اور جانتی ہو یہ سب کس کی وجہ سے ہو رہا ہے صرف تمہاری وجہ سے۔ تم میری بربادی کی زمہ دار بن رہی ہو۔ وہ اچانک ہی آنکھوں میں آنسو بھی بھر لائی۔

کیا کہہ رہی تم میں کیوں زمہ دار ہوں؟ مگر اسے نظرانداز کرتی وہ آگے بڑھ گئی۔ اب سرمد سے رابطہ یقینی تھا صاف صاف بات وہی بتا سکتا تھا۔ فارحہ نے اسے سرمد کو کال کرتے دیکھ کر اطمینان بھری سانس لی۔ وہ یہی تو چاہتی تھی کہ سالگرہ کے دوران ذوپاش اور سرمد ایک دوسرے کو ملیں۔

ذوپاش! کہاں ہو یار کب سے ڈھونڈ رہا ہوں کیک کاٹنے کا وقت ہو چکا ہے۔ عالیان اسے تلاش کرتا ہوا آیا اور اسٹیج پر لے گیا۔ کیک کاٹتے وقت ذوپاش نے سرمد کو آتے دیکھا تھا۔ فارحہ بھی ان کی نظروں کے اشارے سمجھ چکی تھی۔ کیک کاٹتے ہی ذوپاش وہاں سے آنکھ بچا کر غائب ہوئی۔ دونوں آگے پیچھے اندرونی منزل کے کسی کمرے میں گئے تھے۔ فارحہ مسکرا رہی تھی۔ اس کی پلاننگ کے مطابق کام ہو رہا تھا۔ لان میں

پڑی میزوں پر کھانا لگ چکا تھا۔

وہ سرمد کو لے کر گیسٹ روم میں آئی تھی۔دروازہ اندر سے لاک کیا تاکہ کوئی ڈسٹرب نہ کرے اور پھر اسے صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کر کے بولنے کو کہا۔

بولو بھی سرمد میرا دل ہول رہا ہے۔کیا چکر چل رہا ہے؟تم فارحہ کو طلاق کیوں دے رہے ہو؟اسے خاموش بیٹھا دیکھ کر ذوپاش نے سوال پہ سوال داغا۔

ہاں میں طلاق دے رہا ہوں کیونکہ میرا صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے۔میرا جب تم سے رشتہ طے ہوا اسی دن سے میں تمھیں چاہنے لگا میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ اچانک نکاح فارحہ کے ساتھ ہو جائے گا مگر تم نے مجھے سمجھایا کہ مجھے نبھانا چاہیے اور دیکھو میں نبھاتا چلا آیا۔مگر آج وہ کہتی ہے ہم دونوں کا افیئر ہے۔ہم چھپ چھپ کر ملتے ہیں میں اسے آزاد کر دوں۔تین سال ہو چکے ہیں میں برداشت کر رہا ہوں اسے مگر وہ مجھ پر اور تم پر گھناؤنے الزام لگائے میں قطعاً برداشت نہیں کر سکتا۔وہ کہتی ہے اگر میں نے طلاق نہ دی تو خلع لے گی اور جانتی ہو اپنے مفاد کے لیے ہم دونوں کو ناجائز رشتے میں باندھے گی۔اس کی باتیں سن کر ذوپاش کو لگا جیسے کمرے کی چھت اس پر

آن گری ہو۔اس کی بہن ہو کر وہ اسی پر ناجائز تعلقات کا الزام لگا رہی تھی۔

مہمان آہستہ آہستہ رخصت ہو رہے تھے مگر ذوپاش کا کچھ پتہ نہیں تھا۔شیریں بیگم کئی بار ذوپاش کا پوچھ چکی تھیں۔مہمان تقریباً جا چکے تو وہ چل کر ان کے پاس آئی۔

فارحہ تم تو گھر نہیں جاؤ گی ناں بس آج کی رات رک جاؤ۔شیریں بیگم نے فارحہ کو دیکھتے ہی خوشی سے کہا۔

بڑی امی !اب تو میں کبھی واپس نہیں جاسکوں گی۔شاید ہمیشہ کے لیے یہیں رہنا پڑ جائے۔اس کی رونی صورت دیکھ کر عالیان،شیریں بیگم اور داؤد لاشاری چونکے تھے۔

کیا کہہ رہی ہو فارحہ؟سوچ سمجھ کر زبان سے الفاظ نکالو۔داؤد لاشاری نے ٹوکا۔

ڈیڈ میری تو دنیا ہی اجڑ گئی ہے سوچ اور سمجھ تو ختم ہو گئی ہے۔وہ اب رونا شروع کر چکی تھی۔

فارحہ صاف صاف بولو۔عالیان نے قریب آکر کہا۔

تو سنیں صاف الفاظ میں سرمد مجھے طلاق دے رہا ہے اس نے مجھے گھر سے نکال دیا۔

میں خالی ہاتھ یہاں آئی ہوں اور اتنی دیر سے صرف لوگوں کے باعث خود کو نارمل رکھے ہوئے تھی مگر اب نہیں، میری تو دنیا ہی اجڑ گئی ہے۔اس نے کمال اداکاری کے جوہر دکھاتے ہوئے کہا۔

طلاق ؟؟ مگر کیوں ؟شیریں بیگم نے داؤد لاشاری کو دیکھا کہیں ان کی طبیعت خراب نہ ہو جائے۔وہ ہارٹ پیشنٹ تھے۔ بڑھاپے میں انسان کو بیماریاں گھیر لیتی ہیں۔

آپ لوگ شاید میرا یقین نہ کریں مگر میں آج بتا کر ہی رہوں گی۔شروع دن سے ہی سرمد نے مجھے نہیں اپنایا۔وہ صرف دباؤ میں آ کر مجھے بیاہ کر لے گیا۔وہ آج بھی ذوپاش سے محبت کرتا ہے۔اس کی آخری بات سن کر عالیان کو غصہ آیا۔

فارحہ سوچ سمجھ کر بولو میری بیوی ہے وہ۔فارحہ اسے طیش دلانا چاہتی تھی تاکہ غصے میں وہ عقل و خرد سے بیگانہ ہو کر اپنی بربادی کا سامان پیدا کر سکے۔

میں جانتی ہوں تمھیں میری بات پر یقین نہیں آئے گا مگر میرے پاس ثبوت ہے۔وہ دونوں چھپ چھپ کر ملتے ہیں یہ دیکھو میں کئی بار دیکھ چکی ہوں۔وہ اسے تصویریں دکھانے لگی جو مشکوک اینگلز سے کھینچی گئی تھیں۔اب بھی تمھیں یقین نہ آئے تو دیکھ سکتے ہو میں نے ان دونوں کو ساتھ اندر جاتے دیکھا تھا۔وہ تصویریں دیکھ کر اور پھر

فارحہ کی بات سن کر حقیقی معنوں میں عالیان کو جھٹکا لگا تھا۔داؤد لاشاری اور شیریں بیگم بھی اپنی اپنی جگہ حیران تھے۔حور کو وہ سلا چکی تھیں۔وہ سب آگے پیچھے اندر گئے تھے۔

تم میری بات پر یقین نہیں کر رہی نا مگر میں اس بات تمہارے کہنے سے بھی نہیں رکوں گا۔اسے طلاق دے کر ہی رہوں گا اور میری محبت یہ ہر گز گوارہ نہیں کرے گی کہ اس کی تزلیل ہو۔تم نہیں ملی مجھے تو کیا ہوا؟دروازے کے باہر کھڑا عالیان اس بات پر ضبط نہیں کر سکا اور دروازہ بجانے لگا۔

باہر کون ہے؟ذوپاش نے خوفزدہ نظروں سے اسے دیکھا۔

بند کرو یہ تماشا اور دروازہ کھولو۔وہ دروازہ توڑنے کی کوشش کرنے لگا۔ذوپاش نے دوڑ کر کھولنا چاہا تو سرمد نے اسے پکڑ لیا۔

ذوپاش کیا کر رہی ہو؟پہلے سوچو کہ وہ دروازہ غصے میں کیوں پیٹ رہا ہے۔وہ اس کے بازوؤں میں مچل رہی تھی۔دروازے کی کنڈی لگاتار دھکے دینے سے کھل چکی تھی۔

ذوپاش کے بازو سرمد کے ہاتھوں میں تھے وہ اسے روکنے کی کوشش کر رہا تھا تاکہ طلاق والی بات بتانے سے روک سکے مگر غلط فہمی کا جال بچھ چکا تھا۔اب وہ دونوں ان سب کی نظروں میں گنہگار ٹھہرے تھے۔

داؤد لاشاری نے آگے بڑھ کر سرمد کو تھپڑ مارا:

تمہاری یہ ہمت دفع ہو جاؤ یہاں سے اور بہت جلد میری بیٹی کو طلاق بھیج دینا۔اس کے بعد یہاں دکھائی دینے کی ضرورت نہیں۔

مگر انکل میری بات سنیں آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔مگر اس کو ان سنا کرتے وہ ذوپاش کی طرف آئے۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

تم پر تو اندھا اعتبار تھا مجھے بلکہ فخر تھا کہ چاند میری بیٹی ہے مگر تم نے بہن کا گھر ہی اجاڑ ڈالا۔داؤد لاشاری کی باتیں سن کر اس کی آنکھیں بھر آئیں۔

ڈیڈ پلیز ایسا مت کہیں آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے ایسا کچھ نہیں ہے جو آپ سمجھ رہے ہیں۔۔۔اس کی بات عالیان نے ٹوکی تھی۔

ایسا ہی ہے محترمہ ذوپاش ابراہیم لاشاری،ایسا ہی ہے تم نے بھی اپنی مام شہرین کا عکس

دکھادیا۔وہ بھی بے وفاعورت تھی اور تم بھی بے وفاعورت ہو۔اس نے دوسرے مرد کی خاطر تمھیں پیدا کرنے کے بعد اک نظر نہیں ڈالی مگر ہم نے تمھیں سنبھالا بانو بیگم کے حوالے کیا۔ مگر کیا ہے کہ پرورش نے رنگ نہیں دکھایا تمہاری رگوں میں دوڑتے شہرین کے خون نے رنگ دکھادیا۔میرے بیٹے نے کیا بگاڑا تھا تمہارا اس کے ہوتے ہوئے سرمد کے ساتھ تعلقات تف ہو تم پر۔شیریں بیگم کی باتیں سن کر وہ ششدر تھی۔اس کی ماں کا حوالہ دیا جارہا تھا جسے وہ جانتی تک نہ تھی۔اس کی تصویر بھی کبھی نہیں دیکھی تھی اور آج اسے گندی عورت کی گندی اولاد کہہ دیا تھا۔

عالیان! یہ سب سچ نہیں ہے جھوٹ ہے۔سرمد اس کے قریب آیا تو داؤد لاشاری نے اسے گھر سے نکل جانے کا کہا۔

سرمد چلے جاؤ تم یہاں سے خدارا چلے جاؤ۔ذوپاش کے ہاتھ جوڑنے پر وہ غصے میں نکل گیا۔فارحہ سوں سوں کرتی ساری صورتحال سے دل ہی دل میں حظ اٹھا رہی تھی۔

عالیان بھی اپنے بیڈروم میں جاکر دروازہ لاک کر چکا تھا۔ذوپاش رو رہی تھی اور اپنی صفائی دینا چاہتی تھی مگر کوئی سن نہیں رہا تھا۔وہ سب کی نظروں میں گر چکی تھی۔

جانچ لو، دیکھو پچھلی تصویریں

سچ کہو، شاہکار تھی نا میں

خود اسے توڑ کر فسردہ نہیں

آپ کا اعتبار تھی نا میں

رات کی تاریکی ہر طرف چھائی ہوئی ہے۔ آسمان کالے بادلوں سے ڈھکا ہوا ہے۔ تیز ہوا کے جھکڑ چل رہے ہیں۔ آسمانی بجلی وقفے وقفے سے چمک رہی ہے۔ گرج کے امکان بھی ہیں مگر ابھی تک کوئی گرج کی آواز نہیں سنائی دی۔ ماحول بڑا ہی قیامت خیز لگ رہا ہے۔

بہت سے لوگ ایسے موسم کے تیور دیکھ کر معمول سے پہلے ہی اپنے کام نپٹا کر گھروں کو لوٹ جاتے ہیں۔ اکا دکا لوگ سڑکوں پر دکھائی دے رہے ہیں۔ پرندے بھی اپنے اپنے آشیانوں میں دبکے بیٹھے ہیں وہ کبھی موسم کے تیور دیکھتے ہیں تو کبھی اپنے آشیانوں کو۔ انھیں خوف ہے کہ کہیں انکا آشیانہ جسے تنکا تنکا کر کے انھوں نے بڑی چاہت سے بنایا ہے طوفان کے باعث بکھر ہی نہ جائے۔

مگر کچھ ایسے بھی نفوس ہیں جو اس موسم سے بے نیاز ہیں۔ یہ ایک بڑے سے گھر کے لیونگ روم کا منظر ہے جہاں اس وقت تین نفوس واضح طور پر نظر آ رہے ہیں۔ تینوں کے چہروں پر مختلف تاثرات نظر آ رہے ہیں۔

اس سے پہلے کہ میں تمھیں طلاق دے کر گھر سے نکال دوں دور چلی جاؤ میری نظروں کے سامنے سے۔ کچھ دیر پہلے اس مردانہ وجاہت سے بھرپور مرد نے یہ زہر اس کے کانوں میں انڈیلا تھا۔

اس نے اپنا سر اٹھایا فوراً اور تھوک نگلا :

تم کہہ رہے ہو ایسا۔ اس کی آنکھوں میں بے یقینی ہلکورے کھا رہی تھی۔

میں اپنی زندگی میں کوئی داغ برداشت نہیں کرتا۔ وہ اس پر آ کر برسا تھا۔ اس نے کب ایسا رویہ دیکھا تھا وہ اپنی بھیگی پلکیں جھکا گئی اور اپنے کمرے کی طرف مڑی۔ جہاں کاٹ میں اس کی معصوم بچی سو رہی تھی۔

میں اپنی بیٹی پر تمہاری سایہ بھی برداشت نہیں کروں گا۔ وہ فوراً اس کی طرف لپکا اور بازو سے دبوچا۔

وہ ایک قدم کمرے کے اندر اور دوسرا باہر رکھے ہوئے تھی بازو اس کا بے دردی سے دبو چا ہوا تھا۔وہ آخری بار اپنی بیٹی کو دیکھ لینا چاہتی تھی مگر وہ ظالم اسے کھینچ کر باہر لے جا رہا تھا۔اس کا وجود پیچھے گھسیٹتا چلا آرہا تھا۔اس نے گیٹ کھولا اور اسے باہر نکال دیا۔ خود گیٹ بند کیا اور چوکیدار کو ضروری ہدایت دے کر اندر کا رخ کیا۔

سیاہ گیٹ اس نے بے دردی سے بند کیا تھا۔یہ تو طے تھا طوفان اس کی زندگی میں آکر گزر گیا تھا اس کا محبتوں بھرا آشیانہ بھی بکھر گیا تھا۔اس نے اپنا قدم سڑک پر رکھا ہی تھا کہ زوردار گرج ہوئی ساتھ ہی بارش بھی شروع ہوگئی تھی۔ایسے موسم میں وہ ہمیشہ ڈر جایا کرتی تھی۔اسے بادلوں کی گرج اور بجلی کی چمک سے ڈر لگتا تھا مگر آج وہ سہمی نہیں تھی نہ ہی ڈر کر پناہ ڈھونڈھی تھی کیونکہ پناہ دینے والے نے اسے دی گئی پناہ چھین لی تھی۔وہ شکستہ قدموں اور خالی ذہن کے ساتھ سڑک پر چلتی جا رہی تھی۔اس کے ذہن میں صرف ایک ہی جملہ رقص کر رہا تھا :

"چاند داغ دار ہے"

وہ گھٹنوں کے بل سڑک پر گری تھی ہاتھ چہرے پر رکھے اور سر گود میں رکھ کر وہ

پھوٹ پھوٹ کے رو پڑی تھی۔اندھیرے میں بجلی چمکی تو وہ سڑک کے درمیان گود میں سر رکھے ہلکورے لیتی نظر آئی۔

طوفان آچکا تھا اور اس کا آشیانہ بکھر گیا تھا۔

بھائی صاحب ٹیکسی روکیں ذرا۔وہ سڑک پر بیٹھی روتی آنکھوں سے برستے آسمان کو دیکھ رہی تھی۔بادل کی گرج اور چمک آج اسے خوفزدہ نہیں کر رہے تھے۔ذوپاش کو محسوس ہوا جیسے وہ اس کے اجڑنے پر واویلا مچا رہے ہوں۔ٹیکسی میں سے وہ خاتون بھیگتی ہوئیں باہر نکلیں اور اس کو پہچان کر پکارا :

ذوپاش میرا چاند! یہاں ایسے کیوں بیٹھی ہو؟ بانو بیگم حیرت سے دیدے پھاڑ کر برستی بارش میں اس کے قریب آتے ہوئے بولیں۔

آ۔۔۔آپ امی بیگم اس وقت کہاں جا رہی ہیں؟آپ تو گاؤں میں تھیں نا۔اس نے فوراً آنسو پونچھے۔

تم پہلے پیلس چلو پھر بات کرتے ہیں۔وہ اسے اٹھانے لگیں۔

نہیں امی بیگم میں وہاں نہیں جاؤں گی وہ لوگ مجھے گھر سے نکال چکے ہیں۔وہ نفی میں سر ہلانے لگی۔

گھر سے نکال دیا ہے مگر ایسے کیسے؟ مجھے بتاؤ کیا ہوا ہے؟ بانو بیگم نے اسے دیکھا جو ٹیکسی والے کے پاس پہنچ چکی تھی۔

پیسے ہیں آپ کے پاس۔وہ ٹیکسی والے سے کوئی بات کرنے کے بعد ان سے پوچھ رہی تھی۔

ہاں ہیں لیکن کہاں جانا ہے؟ بانو بیگم اس کے پیچھے کھڑی پوچھ رہی تھیں۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ہم علینہ کے گھر جائیں گے وہاں جا کر سب بتا دوں گی مگر اس سے پہلے آپ خاموش رہیں گی کچھ نہیں پوچھیں گی۔ان کے ہامی بھرتے ہی دونوں بھیگے کپڑوں کے ساتھ ٹیکسی میں بیٹھی تھیں۔

اب تم کچھ بتاؤ گی یا یوں ہی روتی رہو گی۔علینہ عرف عینی اور بانو بیگم پچھلے آدھے گھنٹے سے ساری بات پوچھ رہی تھیں مگر وہ رونے پہ زور دیے ہوئے تھی۔

اس نے مجھ سے کہا :

"چاند داغ دار ہے۔"

مگر ایسا کیوں کہا؟علینہ نے حیرت سے پوچھا کہاں وہ دونوں اتنی محبت کرتے تھے اور اب۔۔۔۔۔

ذوپاش نے ساری صورتحال سے انھیں مطلع کیا۔بانو بیگم طیش میں اٹھیں آخران کی بیٹی کا معاملہ تھااور حیرت انگیز طور پر داؤد لاشاری اور شیریں بیگم نے بھی فارحہ پر یقین کر لیا حالانکہ ذوپاش ان کے سامنے پلی بڑھی تھی۔انھوں نے اس پر یقین کرنے سے بھی انکار کر دیا تھا۔

مجھے کیا معلوم تھا کہ تمہارا اجڑنا دیکھنا پڑے گا میں تو حور کی سالگرہ پر آرہی تھی کہ کچھ دن تمہارے پاس رکوں گی مگر دیکھو کیا ہو گیا؟دونوں علینہ کے کہنے پر گیلے کپڑے اتار کر خشک پہن چکی تھیں۔

امی بیگم نیکی میرے گلے پڑ گئی مگر آپ جانتی ہیں عالیان نے مجھ پر بھروسہ نہیں کیا۔

مرد ایسا کیوں ہوتا ہے اتنی محبت کے باوجود بھروسہ نہیں کرتا جبکہ عورت اپنا سب کچھ

دان کرنے کے بعد بھی مرد ذات پر بھروسہ کرتی ہے۔وہ ان کی گود میں سر رکھے پوچھ رہی تھی۔لگاتار رونے سے آنکھیں دہک رہی تھیں۔

تم کل میرے ساتھ گاوں چل رہی ہو تارا کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اور یہاں رہنا بھی ٹھیک نہیں اپنے گھر کی اور بات ہوتی ہے۔امی بیگم نے کہا۔

نہیں امی بیگم میں عینی کے پاس ہی رہوں گی مجھے نہیں جانا کہیں بھی۔ذوپاش نے فوراً ان کی گود سے سر اٹھایا۔

لیکن ذوپاش یہ تمہارا گھر نہیں ہے اور عینی شادی شدہ ہے۔۔۔۔۔عینی ٹرے میں کھانا لے کر داخل ہوئی تو بات سنتے ہی ٹوک دیا۔

آنٹی یہ تو آپ نے غیروں والی بات کر دی ہے۔میں گھر میں اکیلی ہوتی ہوں شوہر غیر ملک ہوتے ہیں مجھے کمپنی رہے گی اور پھر کیا پتہ عالیان کو احساس ہو ہی جائے۔وہ ان کے پاس آتے ہی بیڈ پر بیٹھ گئی اور محبت پاش نظروں سے ذوپاش کو دیکھنے لگی۔

پھر میں عالیان اور لاشاری صاحب سے مل کر ہی جاؤں گی اور پوچھوں گی انھوں نے تم پہ اعتبار کیوں نہ کیا۔بانو بیگم نے حتمی انداز میں کہا۔

نہیں وہاں کوئی نہیں جائے گا انھوں نے میری بات پر اعتبار کرنا گوارہ نہیں کیا تو میں بھی وہاں قدم نہیں رکھوں گی جب تک وہ مجھ سے معافی نہیں مانگے گا۔ اسے مجھ پر بھروسہ کرنا چاہیے۔۔۔۔ بانو بیگم نے کچھ کہنا چاہا تو ذوپاش بولی :

بس بات ختم آپ جس دن چاہیں واپس چلی جائیں مجھے یہاں کوئی پرابلم نہیں ہو گی جب دل کرے ملنے آ جائیگا۔

ٹھیک ہے جیسا تم چاہو گی ویسا ہی ہو گا۔ عینی نے بانو بیگم کو آنکھوں کے اشارے سے تسلی دی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

دو سال بعد وہ اسی رات کو یاد کر رہی تھی۔ عینی کے گھر آنے کے بعد تقریباً ایک ہفتے گزرا ہو گا اسے سرمد کی کال آئی۔ اس نے بتایا تھا اس رات گھر جاتے ہی پتہ چلا یمنہ بیگم کی دماغ کی رگ پھٹنے سے موت واقع ہو گئی۔ وہ ملک سے باہر جا رہا تھا مگر ذوپاش کو اپنے گھر پر ہی دیکھنا چاہتا تھا۔ مگر ذوپاش نے اسے انکار کر دیا کیونکہ پہلے بھی وہ دونوں اپنی صفائی بیان کر چکے تھے مگر کسی نے اعتبار نہیں کیا۔ وہ ان دو سالوں میں اپنی بچی کے لیے کتنا تڑپی تھی؟ خدا کے سامنے کتنا گڑگڑائی مگر عالیان دو سال اس سے بے خبر رہا تھا

۔

اس نے اپنا دکھ کم کرنے کے لیے بہاوالدین زکریا دربار جانا شروع کردیا تھا۔وہاں اسے کچھ سکون ملتا تھا۔دکھی لوگوں میں جاکر انسان عارضی طور پر اپنے دکھ بھول جاتا ہے۔وہ بھی بھول جاتی تھی۔مگر اس کی بیٹی اب پانچ سال کی ہوچکی تھی وہ اسے ملنا چاہتی تھی۔اسے چومنا چاہتی تھی۔ہر ماں کی طرح اپنی اولاد کو اپنی آغوش میں پالنے کی خواہش چین نہ لینے دیتی مگر اس کی گود خالی تھی۔نجانے قدرت کب اس پر ترس کھائے گی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ذوپاش بیٹا مجھے عالیان کی کال آئی ہے صبح سویرے توجو خبر اس نے سنائی میں دوڑی چلی آئی۔وہ بانو بیگم کے سامنے صوفے پر بیٹھی تھی خبر لفظ سنتے ہی جوش سے اٹھی اور ان کے قدموں میں آبیٹھی۔

کیا وہ مجھے لینے آرہا ہے؟اس کا چہرہ

خوشی سے تمتما رہا تھا۔

کیا حور کو ساتھ لائے گا؟اس نے دوسرا سوال پوچھا۔بانو بیگم نے خود کو اسکے سوالوں کے سامنے بے بس پایا۔

میرے چاند ابھی تمہاری آزمائش ختم نہیں ہوئی۔شیریں بیگم حور کو سنبھالتی تھیں مگر شیریں بیگم اور اور داؤد لاشاری ایک عزیز کے ہاں فوتگی پر گئے تھے واپسی پر ایکسیڈنٹ میں موقع پر جان بحق ہو گئے۔ ثمن اور عادل بھی نہیں آسکے۔لاشیں اس قابل نہیں تھیں کہ میت کی صورت زیادہ دیر رکھا جائے۔اس لیے ساری رسومات ادا کر کے دفنا دیا۔ مگر حور کو سنبھالنے کے لیے میری یاد آئی۔اس قدر دلسوز خبر پر وہ یک ٹک انھیں دیکھ رہی تھی۔

خدا!ان کی مغفرت کرے والدین کی جگہ چاہا تھا مجھے۔اس نے آنسو پونچھے۔

امی بیگم کیا فارحہ میری بچی کا خیال نہیں رکھتی؟اس نے سر جھکائے ہی پوچھا۔

اب تو عالیان کو اپنی غلطی کا احساس ہونا چاہیے نا میں کتنا صبر کروں۔وہ روتے ہوئے وہاں سے چلی گئی تھی۔

عینی بیٹا اسے سمجھاؤ میں وہاں جاتے ہی کوشش کروں گی کہ ماں بیٹی کو ملوا سکوں۔وہ

بو جھل قدموں کے ساتھ گھر سے باہر نکل آئیں۔انھیں لاشاری پیلس پہنچنا تھا۔

پاپا مجھے بھوک لگی ہے۔وہ تھکا ہارا آفس سے لوٹا تو حور دوڑتی ہوئی اس کے قریب آئی۔

پانچ سالہ بیٹی کی اطلاع پر وہ شرمندہ ہوا۔کیونکہ لنچ پر وہ گھر آتا تاکہ بیٹی کے ساتھ وقت گزار سکے مگر آج اس قدر مصروفیت میں گھر آنا بھی بھول گیا تھا۔

کتنی بھوک لگی ہے میری بیٹی کو؟وہ گھٹنوں کے بل اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

ڈھیر ساری۔وہ اس کے گلے میں بانہیں ڈال کر معصومیت سے جواب دے رہی تھی۔

میڈ کہاں تھی اور فارحہ آنٹی کو کیوں نہیں بتایا بھوک لگی ہے؟وہ اسے اٹھائے کچن میں آیا۔

پاپا فارحہ آنٹی گھر نہیں تھیں اور میڈ بھی نو۔وہ کچن میں داخل ہوا تو پیچھے سے میڈ بھی آ گئی۔

اس سے پہلے کہ وہ میڈ کی کلاس لیتا بانو بیگم نے اندر قدم رکھا۔وہ میڈ کو فوراً کھانے کا کہہ کر بانو بیگم کی طرف متوجہ ہوا۔

صد شکر کہ آپ آ گئیں میں تو مام اور ڈیڈ کے حادثے کے بعد گھن چکر بن گیا تھا۔ وہ سر تھامے ان کے پاس بیٹھ گیا۔ ایک ہفتے بعد کسی ہمدرد اور ماں جیسی کی آغوش میں سر رکھے ہی بہت کچھ یاد آیا۔

فارحہ کہاں ہوتی ہے؟ دیکھو تو میری بچی کتنی کمزور ہو گئی ہے حالانکہ جب پیدا ہوئی تھی موٹی تھی۔ میڈ اسے کھانا کھلانے کے بعد لیونگ روم میں ان کے پاس ہی لے آئی۔

ہاجراں رکو میری بات سنو۔ عالیان نے میڈ کو بلایا۔

جی سر۔ وہ سر جھکائے کھڑی تھی، جانتی تھی کہ وہ زیادہ دیر تک بچ نہیں سکے گی۔

حور بتا رہی تھی تم اور فارحہ سارا دن غائب ہوتے ہو۔ پہلے تو اس نے سب کو نکال دیا ایک ہفتے کے اندر میں خاموش رہا مگر تم دونوں اندر ہی اندر کیا چکر چلا رہی ہو جلد بتاؤ ورنہ پولیس سے پتہ کرواؤں گا چوری کا الزام لگا کے۔ اس کی بات سن کر میڈ سہم گئی وہ تو پہلے ہی فارحہ سے تنگ تھی۔ حور بانو بیگم کی گود میں بیٹھی تھی وہ جلد ہی سب سے مانوس ہو جاتی تھی۔

صاحب جی میرا کوئی قصور نہیں ہے فارحہ بی بی سے روز کوئی ملنے آتا ہے جب آپ

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

آفس چلے جاتے ہیں وہ مجھے بھی کوارٹر بھیج دیتی ہیں اور حور بے بی کو ٹوائز روم میں بند کر دیتی ہیں پھر شام کو اسی کے ساتھ کہیں نکل جاتی ہیں۔مجھے نوکری سے نکالنے کی دھمکی دی تھی صاحب ورنہ میں آپ کو بتا دیتی پہلے دن ہی مگر میں اپنے چھوٹے بچوں کے ساتھ کہاں جاؤں گی شوہر کا سہارا تو رہا نہیں؟اس کی آخری بات پر نجانے کیوں ذوپاش یاد آئی تھی۔اسے بھی تو شوہر کا سہارا نہیں تھا مگر وہ تو رہ رہی تھی اور دھڑلے سے۔

ٹھیک ہے تم مت بتانا اسے کہ مجھے بتا چکی ہو سب کچھ ایسے چلنے دو۔وہ کچھ سوچتے ہوئے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا مگر چند قدم چلنے کے بعد لوٹا اور بانو بیگم نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔وہ اپنی پلاننگ سے مطمئن تھا۔

اگلے دن بانو بیگم اور حور نے کمرے میں ہی ناشتہ کیا تھا۔فارحہ کے پوچھنے پر عالیان نے صرف اتنا کہا کہ حور کو اٹھنے کے بعد میڈ ناشتہ کروا دے گی۔اسے مطمئن کر کے وہ معمول کے مطابق آفس کے لیے نکلا مگر گیا نہیں کیونکہ اسے حقیقت معلوم کرنی تھی۔اس نے اپنی گاڑی ایک جگہ کھڑی کی اور پیدل واپس آیا ایک چھپنے کی جگہ پر بیٹھ کر

انتظار کرنے لگا۔

دس بجے وہ نکلتا تھا آفس کے لیے اور گیارہ بجے کوئی شخص روز پیلس آتا تھا۔ گیارہ بج گئے مگر کوئی نہ آیا۔ عالیان کو میڈ پر غصہ آیا تھا۔ اس نے جھوٹ بول کر خود کو بچانے کی کوشش کی تھی۔ وہ سوچوں میں ڈوبا تھا کہ اچانک گاڑی کے ٹائر چرچرائے۔ اس نے دور سے ہی گاڑی میں سے ایک آدمی کو نکلتے دیکھا۔ تھوڑی دیر میں گیٹ کھلا تھا۔ عالیان نے وقت دیکھا سوا گیارہ۔ فارحہ نے گیٹ کے باہر آکر استقبال کیا اور آنے والے کے سینے سے لگی۔ اس کے بعد دونوں بانہوں میں بانہیں ڈال کر اندر داخل ہوئے۔ ادھر عالیان نے سر پکڑا۔ وہ سارا دن وہیں ان پہ نظر رکھنے کے لیے بیٹھا رہا تھا

۔

ٹھیک تین بجے دونوں گھر سے نکلے تھے اور گاڑی میں بیٹھتے ہی چلے گئے۔ وہ بھی اٹھا اور گاڑی تک گیا جو پیچھے کہیں فاصلے پہ کھڑی کی تھی۔

اس کے بعد ایک ہفتہ تک ان کا پیچھا کرتا رہا تھا مگر اتنے دنوں کے لیے بانو بیگم اور حور کو چھپا کر رکھنا

بہت دشوار تھا۔ آخر بہت سوچ کر انھیں ذوپاش نے پاس بھیج دیا تھا۔

عالیان! حور کو ذوپاش کے پاس کیوں بھیجا کیا تم چاہتے ہو کہ وہ بھی اپنی ماں کا اثر لے

اور اپنی ماں اور نانی کے جیسے بد کردار بنے۔اس کی بات سنتے ہی کب سے ضبط کیے

عالیان نے مٹھیاں کھولیں اور کھینچ کے تھپڑ اس کے نازک رخسار پر جڑ دیا۔

بد کردار اگر وہ ہیں تو تم کون ہو؟ میری غیر موجودگی میں کس مائی کے لال کو گھر پر بلاتی

رہی ہو اور یہ افیئر کب سے چلا رکھا ہے؟ وہ گال تھامے حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔

تمھیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے میری بات کا یقین کرو۔فارحہ نے جھوٹ بولنا چاہا۔

غلط فہمی پانچ سال پہلے ہوئی تھی جب تمہاری باتوں میں آکر چاند کو داغ دار کہ ڈالا۔اس

کی ایک نہ سنی صد شکر کہ طلاق نہیں دی مگر طلاق سے گہرا زخم دے ڈالا اسے جدائی

دے ڈالی وہ بھی تمہاری باتوں میں آکر۔وہ پھنکار رہا تھا۔

نہیں یہ جھوٹ ہے۔فارحہ نے پھر کہا مگر اب دوسرا رخسار طمانچہ برداشت نہیں کر پایا

تھا۔

جھوٹ تم بولتی آئی ہو اور صرف ہم دونوں سے انتقام لینے کے لیے۔تمہاری ساری

باتیں میں کل ہوٹل میں ریکارڈ کر چکا ہوں۔اتنا کہ کر اس نے فون ریکارڈر آن کیا۔

وہ دونوں کل ہوٹل میں ملے تھے۔ جمشید اس سے شادی کرنا چاہتا تھا جلد از جلد مگر فارحہ نے انتظار کا کہا تھا کیونکہ اب وہ عالیان سے ساری جائداد حاصل کرنا چاہتی تھی۔ تب باتوں باتوں میں اس نے جمشید جو اول سے آخر اپنی پلاننگ بتائی تھی۔تب پیچھے والی ٹیبل پر بیٹھے عالیان نے حرف بہ حرف حقیقت سنی تھی۔وہ جلد از جلد فارحہ کو گھر سے نکال دینا چاہتا تھا اور یہ موقع وہ اسے خود دے چکی تھی۔

اس سے پہلے کہ تمھیں گھر سے دھکے دے کر نکالوں دفع ہو جاؤ۔اس کے کہنے کے باوجود وہ کھڑی رہی تو بازو سے دبوچ کر ویسے نکالا جیسے تین سال پہلے ذوپاش کو نکالا تھا۔اب یہاں منہ مت کرنا۔ مگر گیٹ پر ہی جمشید مل گیا۔اسے دیکھتے ہی عالیان نے گھڑی دیکھی سوا گیارہ اس کے آنے کا وقت تھا اور وہ حاضر تھا۔ مگر صورتحال الٹ چکی تھی۔

مسٹر تم میری ہونے والی بیوی کے ساتھ یہ سلوک نہیں کر سکتے۔اسے دھکے دے کر گھر سے نکالا تو جمشید چلایا مگر عالیان حقارت سے گیٹ بند کر چکا تھا اور چوکیدار کو ان کے لیے دروازہ بند رکھنے کی ہدایت دی۔

چلو تم میرے ساتھ۔ جمشید نے کہا۔

مگر ہم پہلے کورٹ چلیں گے نکاح کرنے۔ فارحہ نے کہا۔

ہم دبئی جا کر نکاح کریں گے میرے پاس وقت نہیں ہے اور تمہارا ویزہ چند دنوں میں لگ جائے گا۔ وہ اپنے سامان میں کاغذات دیکھنے لگی جو عالیان نے میڈ سے کہ کر گھر سے باہر پھینکوائے تھے۔ وہ اس کی بات پر متفق ہو گئی تھی۔ عادل اور ثمن تمام حالات سے واقف تھے مگر ذوپاش نے انٹرفیئر کرنے سے منع کر دیا تھا۔

دو سال کے بعد وہ اچانک اپنی بیٹی کو واپس پا کر بے حد خوش ہوئی تھی۔ حیرانی کی بات تھی کہ عالیان نے خود بھیجا تھا۔ مگر وہ خود نہیں آیا تھا۔ بابو بیگم نے فارحہ کے متعلق کچھ نہیں بتایا تھا۔ عالیان نے انھیں کہا تھا وہ جب تک خود معافی مانگنے نہ آئے تب تک اس بات کو راز رکھیں کہ مجھے سچائی معلوم ہے۔ پندرھویں دن عالیان نے کہا تھا وہ آج شام ان دونوں کو لینے آئے گا۔ مگر ذوپاش تب سے افسردہ تھی شاید اسے پھر سے جدائی کاٹنا پڑے۔ کیا اس ظالم کو اپنی غلطی کا احساس نہیں ہو گا۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

دیکھتے ہی دیکھتے شام ہو گئی۔وہ انجانے احساس میں گھری کبھی بیٹی کا منہ دھلاتی تو کبھی کپڑے پہناتی۔اس کو تیار کر کے بیرونی گیٹ کے قریب آ گئی۔ہارن کی آواز آتے ہی حور باہر جانے کو لپکی۔

وہ دونوں ماں بیٹی نہیں بلکہ دوست بنی تھیں۔اس کے لیے یہی کافی تھا اس کی بیٹی کسی رشتے سے ہی سہی مانوس ہوئی تھی۔بانو بیگم نے اسے گلے لگایا اور باہر نکل گئیں۔وہ آنسو بہاتے وہیں کھڑی تھی۔باہر جانے کی ہمت نہ کر سکی۔

کیا ہوا پاپا آپ سیڈ کیوں ہیں؟حور نے اس سے پوچھا جو گاڑی کے ساتھ ٹیک لگائے شرمندہ کھڑا تھا۔اسے بیوی سے معافی طلب کرنی تھی مگر جھجھک آڑے آ رہی تھی یا شاید انا۔شرمندگی بھی کہہ سکتے ہیں۔

آپ نہیں تھی نا میرے پاس آپ کو مس کر رہا تھا۔وہ اسے گود میں اٹھا چکا تھا۔

لیکن میں نے مس نہیں کیا کیونکہ نیو فرینڈ بنالی تھی نا وہ بہت اچھی ہیں آپ بھی فرینڈ کے ساتھ رہتے تو مجھے مس نہ کرتے جیسے میں نے نہیں کیا۔وہ ماں کو دوست کہہ رہی

تھی۔

کیانام ہے فرینڈ کا؟ بانو بیگم کے آتے ہی وہ گاڑی میں بیٹھ گئے اور باتیں کرتے ہوئے وہاں سے نکل گئے تھے۔ ذوپاش اس کا انتظار کرتی رہی گھر کے اندر اور وہ ذوپاش کا مگر گھر کے باہر۔ بانو بیگم دونوں کی ہٹ دھرمی پر خاموش تھیں۔

ذوپاش میری فرینڈ۔ اس کی پانچ سالہ ذہین بیٹی نے دوست کا نام بتایا تھا۔ عالیان کے دل میں اک ہوک سی اٹھی۔

اوہ۔ وہ صرف اتنا ہی کہہ سکا۔

عالیان اس دن ملے بغیر آتو گیا مگر اب کسی پل اسے ذوپاش کے بغیر چین نہیں تھا۔ پہلے بھی اپنی نادانی کے سبب دو سال تک جدائی کی سزا کاٹتے رہے تھے۔ حور روز پارک میں اسے ملنے جاتی تھی۔ آج بھی وہ لان میں بیٹھا سوچوں میں کھویا تھا۔ جب حور پارک سے چہکتی ہوئی لوٹی۔ بانو بیگم اندر چلی گئیں۔ وہ بھی دونوں سے خفا تھیں۔ ذوپاش کی ضد تھی عالیان اس کے سامنے آکر معافی مانگے جبکہ عالیان شرمندہ تو تھا مگر معافی

مانگنے کی ہمت نہیں کر پا رہا تھا۔

پاپا! آپ پھر سیڈ ہیں۔ اس نے چند قدموں کے فاصلے پر ٹھہر کر کمر پر ہاتھ رکھے پوچھا۔

یس میرا بیٹا۔ عالیان نے بازو پھیلائے تو وہ دوڑ کے آئی اور اس کے سینے سے لگی۔

لیکن کیوں؟ وہ سینے سے لگی سوال پوچھ رہی تھی۔

میں اپنے دوست کو مس کر رہا ہوں۔ اس کے کہنے پر حور نے گلے سے بانہیں نکالیں اور چہرے پہ بلا کی معصومیت سجائے بولی :

آپ کل آئیے گا میں اپنی فرینڈ کے ساتھ فرینڈ شپ کروا دوں گی پھر ہم تھری بچے ہیپی رہیں گے، اوکے؟

ہاہاہا اوکے بابا۔ وہ اسے اٹھا کر اندر داخل ہوا۔

مگر حور جانی کیا آپ کی فرینڈ میری فرینڈ بن جائیں گی؟ اسے نئی تشویش لاحق ہوئی۔

ہاں وہ میری ہر بات مانتی ہیں اور کہتی ہیں فرینڈز کی بات ماننی چاہیے تو وہ میری بات مان جائیں گی، یو ڈونٹ وری پاپا۔ وہ اس کے گلے میں پھر سے بانہیں ڈال کر لاڈ سے بولی۔

اب یوں تو یوں ہی سہی۔ وہ مسکرا دیا ان دونوں کا ملن اب ان کی بیٹی کروائے گی مگر اب

ملن کے بعد اسے خود سے دور نہ کرنے کا ارادہ دل میں باندھ لیا۔

آج وہ اپنی بیٹی کو لے کر درگاہ پہ آئی تھی۔ وہ اس خاتون کو پچھلے دو سال سے مختصر لمحات میں دیکھتی اور ملتی رہی تھی۔ بانو بیگم اس کے ساتھ تھیں۔ وہ خاتون دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے، سر جھکائے مکمل چادر میں چھپی بیٹھی تھی۔

آپ نے مجھے بتایا تھا کہ بیٹی گم ہو گئی ہے آپ کی ہے نا؟ ذوپاش اس کے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھ گئی۔ حور اور بانو بیگم پاس ہی کھڑی رہیں۔ اس چادر میں لپٹی عورت نے مثبت انداز میں سر ہلایا۔

مجھ سے بھی پوچھا تھا آپ نے کہ مجھے اتنی سی عمر میں کس کا غم رلاتا ہے تو میرا جواب بھی بیٹی سے جدائی تھا مگر دیکھیں دو سال کے طویل عرصے کے بعد بالآخر میں نے اپنی بیٹی کو پالیا ہے۔ آپ بھی امید مت ہاریے گا بہت جلد آپ کی بیٹی آپ سے ملنے آئے گی۔ اس نے سامنے بیٹھی عورت کو کبھی نہیں دیکھا تھا ابھی بھی وہ چادر میں لپٹی تھی۔ اس کا بازو سہلاتی اٹھ گئی۔ مسکرا کر دیکھنے پر ٹھوڑی کا ڈمپل واضح ہوا مگر نیلی آنکھیں اس نے لینز کے پیچھے چھپا رکھی تھیں وہ پچھلے دو سال سے اپنی نیلی آنکھیں چھپائے پھر رہی

تھی کیونکہ عالیان ان نیلی آنکھوں پر عاشق ہوا تھا وہ اپنی یہ خوب صورتی کسی دوسرے مرد کو نہیں دکھانا چاہتی تھی۔

شہرین کو ہمیشہ اس کے قریب آنے سے کوئی کشش محسوس ہوتی تھی مگر وہ شش و پنج میں مبتلا تھی کیونکہ کبھی اپنی بیٹی کو دیکھا نہیں تھا۔ مگر اس کے پیچھے چلتی بانو بیگم کو پہچان گئی۔ وہ تینوں اندر جا کر فاتحہ پڑھنے کے بعد واپس جانے کے لیے وہاں سے گزر رہی تھیں جب رش کے درمیان چلتے ہوئے بانو بیگم کو اپنے نام کی پکار سنائی دی۔ بانو بیگم نے مڑ کر دیکھا تو وہی چادر میں لپٹی خاتون کھڑی تھی۔ ذوپاش اور حور آگے نکل گئی تھیں۔

تم مجھے کیسے جانتی ہوں؟ کون ہو تم؟ بانو بیگم نیلی آنکھیں دیکھ کر چونکیں۔

میں۔۔۔ میں شہرین ہوں اور اپنی بیٹی کو ملنا چاہتی ہوں تم اب بھی لاشاری پیلس میں ہوتی ہو مجھے ملوادو میری بیٹی سے۔ بانو بیگم اسی پل سے ڈرتی تھیں وہ شہرین کے لوٹ آنے کے بارے میں بارہا سوچتی تھیں مگر وہ اک لمبی مدت کے بعد آئی تھی۔

خدا کا واسطہ ہے تمھیں مجھے میری اولاد سے ملوادو۔ وہ چادر سے ہاتھ نکال کر جوڑ چکی تھی۔ بانو بیگم نے جھوٹ بولنا چاہا کہ وہ تو مر گئی تھی مگر جلے ہوئے ہاتھ اور رخسار دیکھ

کر ذوپاش نے خوابوں پر یقین کر بیٹھیں۔اسی دوران سچ بھی بول دیا :

تم بار ہا مل تو چکی ہو۔

کب ؟ کک۔۔۔کون ہے میری بیٹی ؟؟اس نے حسرت سے پوچھا۔

ذوپاش جوان دو سالوں میں تم سے ملتی رہی ہے اور ابھی بھی مل کے گی تم نے اسے پہچانا کیوں نہیں ؟ وہ حیرت سے شہرین کو دیکھ رہی تھیں جب پیچھے سے ذوپاش نے پکارا آواز میں گہرے صدمے جیسی حلاوت تھی۔

امی بیگم ! یہ میری ماں نہیں ہو سکتی کیونکہ بچہ پیدا کر دینے سے کوئی ماں کے عہدے پر فائز نہیں ہو جاتا۔ماں بننے کے لیے اولاد کو پالنا بھی پڑتا ہے،اس کی پرورش بھی کرنی پڑتی ہے جیسے آپ نے کی میری۔وہ بانو بیگم کو اپنے پیچھے نہ پا کر دوبارہ لوٹی تھیں۔ یہاں آتے ہی اسے اپنی زندگی کا بھیانک خواب حقیقت میں نظر آیا تھا۔

ذوپاش ! میری بچی یہاں آؤ۔وہ جلے ہوئے رخسار اور ہاتھوں کے ساتھ اسے اپنی طرف بلا رہی تھی۔ذوپاش کو اپنا خواب حقیقت میں بدلتے دکھائی دے رہا تھا۔وہ پیلی رنگت کے ساتھ پیچھے ہٹ رہی تھی اور چلائی :

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

آپ میری ماں نہیں ہو سکتیں۔آنکھیں بند ہونے سے پہلے ذوپاش نے شہرین کو بھی گرتے دیکھا تھا۔

ذوپاش نے کافی گہرا صدمہ لیا تھا۔وہ دربار کے احاطے میں بے ہوش ہو گئی تھی۔تب سے اب ہوش میں آئی تھی۔اس نے آنکھیں کھولیں اور اپنے ارد گرد کے ماحول کو پہچاننے لگی۔وہ دو سال کے بعد اپنے بیڈروم میں لیٹی تھی۔اسے اٹھتے دیکھ کر بانو بیگم قریب آئیں۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

امی بیگم کیا ہوا تھا مجھے؟اس نے سر تھام کر پوچھا۔

تم دربار کے احاطے میں بے ہوش ہو گئی تھی میں نے عالیان کو بلایا۔وہ خود یہاں لے آیا تمھیں۔ڈاکٹرز نے بتایا کہ گہرے صدمے کے باعث تم پر طویل بے ہوشی طاری ہو سکتی ہے اور تم دو دنوں سے بے ہوش تھی۔میری جان اس قدر گہرا صدمہ لگا لیا۔ امی بیگم نے پوچھا۔

امی بیگم خواب کو حقیقت میں بدلتے دیکھا تو تاب نہ لا سکی خواب بھی وہ بھیانک سچ

میری زندگی کا۔ میں ان سے کبھی نہیں ملوں گی چاہے وہ میری ماں بھی ہیں۔ بانو بیگم نے آگے بڑھ کر اسے سینے سے لگا یا۔

میری بچی تم اب اس سے کبھی نہیں مل پاؤ گی وہ تو تمہارے منہ سے لفظ ماں سننے کی خواہش لیے موت کے منہ میں چلی گئی۔ بانو بیگم کو شہرین کی موت پر بہت افسوس ہو رہا تھا۔

کک۔۔۔۔کیسے ؟ کب ؟ وہ ان سے دور ہوئی۔

جب تم بے ہوش ہوئی اسی پل وہ بھی زمین پر گری تھی۔ڈاکٹرز نے ہارٹ اٹیک موت کی وجہ بتائی ہے۔شاید، تمھیں پہلی دفعہ دیکھنے کی خوشی کی تاب نہ لا سکی۔ بڑی ہی بد قسمت عورت تھی مگر جیسی بھی تھی تمہاری ماں تھی۔وہ ایک ماں کے سینے سے لگی دوسری ماں کے لیے آنسو بہا رہی تھی۔

ایک ہفتہ یوں ہی بیت گیا تھا۔وہ کمرے تک ہی محدود رہی تھی۔عالیان چاہ کر بھی اس کے قریب نہ آسکا۔

پاپا میری فرینڈز کے پاس ماما ہیں مجھے بھی مما لا کے دیں۔ وہ اپنے کمرے کی کھلی کھڑکی کے قریب کھڑی ٹھنڈی ہوا کی اٹھکلیوں سے محفوظ ہو رہی تھی۔ جب اسے لان میں کھیلتے باپ بیٹی کی اونچی گفتگو سنائی دی۔

مما تو میں پانچ سال پہلے ہی لے آیا تھا بیٹا جی۔ دونوں بال کو ادھر سے ادھر کک مارتے باتیں کر رہے تھے۔

تو پھر اب کہاں گئیں؟ وہ ہانپ رہی تھی۔

ناراض ہو کر چلی گئیں۔ اس نے زوردار کک ماری۔

مجھے نہیں پتہ پھر سے لے آئیں۔ وہ اب گھاس پر روٹھ کے بیٹھی تھی۔

پاپا ہیں تو سہی ماما کا کیا کرو گی دیکھو تو تمہارے پاپا کی ماما ہیں۔ وہ یہ بات کرتے اپنی ذہین اور چالاک بیٹی کو بھول گیا تھا۔

پاپا کے تو پاپا بھی نہیں ہیں۔ اس نے سر جھکا کر آنکھیں اس پر گاڑھیں۔

عالیان جہاں حیران کھڑا تھا وہیں ذوپاش کے منہ سے قہقہہ نکلا۔ دونوں نے حیران پریشان ہو کر کھلی کھڑکی کو دیکھا۔ وہ کچھ فاصلے پر کھڑی نظر آئی۔ عالیان کے دیکھتے ہی

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ کھڑکی بند کر کے اس کی نظروں سے اوجھل ہو گئ۔

پاپا آپ ان کو میری ماما بنا لیں۔ وہ اس کی طرف مڑ کر کہہ رہی تھی۔

بیٹا جی یہی تو تمہاری ماں ہیں۔ وہ آہستہ سے بولا۔

سچ میں؟ وہ چھوٹی چھوٹی آنکھیں پوری کھول کر یقین دہانی چاہ رہی تھی۔

ہاں مگر ناراض ہیں پاپا سے اسی لیے فرینڈ بنانا پڑے گا۔ دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ اندر کھڑی ذوپاش ان کی باتیں سن کر محفوظ ہو رہی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

دروازے پر دستک ہوئی اور دیکھتے ہی دیکھتے حور باپ کا ہاتھ پکڑے کمرے میں داخل ہوئی۔

ماما آپ میری فرینڈ ہیں نا تو پاپا کی بھی فرینڈ بن جائیں پلیززززز۔ ذوپاش نے بیٹی کے منہ سے پہلی بار ماما سنا تھا۔ وہ دوزانو ہو کر بیٹھ گئی اور بیٹی کو تڑپ کر سینے سے لگایا۔

عالیان بھی سامنے بیٹھ گیا اور کان پکڑ کر بولا :

پلیززززز، وہ بیٹی کو چھوڑ کر اس کے قریب آئی اور کان چھڑوائے۔

مجھے ہگ نہیں کروگی۔اس نے بازو پھیلائے۔

نہیں میں ناراض ہوں۔اس نے آنکھیں پونچھیں۔

کیا پھر سے کان پکڑوں؟عالیان نے دہائی دی۔

نہیں۔اس نے مسکرا کر نفی میں سر ہلایا۔

تو؟وہ اپنے ماں باپ کو دیکھ رہی تھی۔

کان پکڑ کر اوٹھک بیٹھک کریں۔اب وہ بیڈ پر بیٹھیں اسے کان پکڑ کر اوٹھک بیٹھک کرتا دیکھ کر کھلکھلا رہی تھیں۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

بانو بیگم کمرے کے دروازے میں ایستادہ آنے والی خوشیوں کا استقبال کر رہی تھیں۔

اب بس کریں میں مان گئی۔وہ دس بار کر چکا تو ذوپاش اس کے قریب آئی۔

تم میرے افق کا ذوپاش ہو تمھیں منانے کے لیے تو میں سو بار بھی کر سکتا ہوں ہاں مگر اب کرنے کو مت کہہ دینا۔وہ اس کے سینے سے لگی مسکرا دی۔

فارحہ اس وقت دبئی کے کلب میں موجود تھی۔ جمشید اسے دھوکے سے یہاں عصمت فروشی کے لیے لایا اور بیچ کر چلا گیا۔ وہ سوچ رہی تھی عالیان نے ٹھیک کہا تھا :

فارحہ داغدار چاند نہیں بلکہ داغ تو تم ہو جو دوسروں کو گندا کرتا ہے۔ آج وہی داغ دبئی کے کلب میں دوسروں کے ہاتھوں بد نما دھبہ بن رہا تھا۔ اس نے اپنی خود غرضی، انتقام اور لالچ کے باعث رشتے کھو دیے تھے۔ نکاح جیسے خوب صورت بندھن کا مذاق بنایا تھا۔ آج قدرت نے اس سے انتقام لیا تھا۔

"اور ہر شخص کے حصے میں توبہ نہیں ہوتی"

کچھ لوگوں کو دنیا میں ہی عبرت کا نشان بنایا جاتا ہے انھیں ان کے کیے کی سزا دنیا میں ہی مل جاتی ہے۔

ختم شدہ

ہماری ویب میں شایع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔

ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین(New Era Magazine)کیلئے لکھاریوں کی

ضرورت ہے۔اگرآپ ہماری ویب پر اپنا ناول،ناولٹ،افسانہ،کالم،آرٹیکل،شاعری،پوسٹ

کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے

ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشااللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔مزید تفصیلات

کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews